حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے

کارنامۂ مور

یا

مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت یورپ میں

یعنی

تاریخ اندلس اردو

مترجمہ

جناب منشی محمد حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری

بفرمائش

منشی فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت کشمیری بازار

لاہور

سنہ ۱۸ ۶ ۹۸

مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور

طبع ثانی

قیمت فی جلد

محصول ڈاک ۲

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

138610

بعالیجناب

آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر

ایل ایل۔ ڈی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جوادالدولہ عارف جنگ

دام اللہ ظلہ

سیّدنا

میں نہایت عجز و ادب سے ترجمہ **کارنامۂ سرو** جو اس قوم کے اولوالعزم کارناموں کا ایک عشرِ عشیر ہے جسکی مرحوم شان و شوکت پر حضور کی نوحہ خوانی نے ایک عالم کو ہلا دیا ہے اور جسکی اصلاحِ حال کے لئے حضور نے اپنی عزیز الوجود زندگی کو وقف کر دیا ہے بنامِ نامی حضور والا

بغرضِ اظہارِ شکر و سپاس

اُس مجسم محبت و فیاضانہ سلوک کے جو حضور نے تشنہ علوم مسلمانانِ ہند کے ساتھ ایک علمی کوثر کی شکل میں ظاہر فرمائی ہے

بامیدِ قبولیت معنون کرتا ہوں

ایک خاص وجہ اس کتاب کو حضور مخدوم و محسنِ قوم ساقی کوثر علوم کے نام نامی معنون کرنے کی یہ بھی ہوئی کہ مترجم نے بایام طالب علمی بورڈنگ ہوس کالج علیگڈھ میں قصد ترجمہ کیا تھا

خاکسار

مترجم

Marfat.com

دیباچہ

از طرف مصنف

اسپین کی تاریخ دو متضاد حالتوں کا دردانگیز نقشہ پیش نظر کرتی ہے بارہ برس کا عرصہ گزرا کہ طارق ایک مور (مسلمان) نے اسلام کے ممالک مفتوحہ کی فہرست میں اسپین جو قوم وزی گاتھ کے قبضہ میں تھا شامل کیا۔ تقریباً آٹھ سو برس تک اسپین اپنے فرمانروایان اسلام کے زیر حکومت براعظم یورپ کے تمام ممالک میں ایک نہایت مہذب اور شائستہ ملک کی روشن مثال بنا رہا۔ اس کے زرخیز میدان جن کو فاتحوں کے کسب کمال اور انجینئری ہنرمندی نے دوچند زرخیز کر دیا تھا سونا اگلتے [illegible] خوشحال ہو گئے وادی الکبیر اور وادیانہ جن کے صرف نام ہی اب [illegible] یاد دلا رہے ہیں ان کی سرسبز اور شاداب وادیوں میں شہر آباد تھے [illegible] اور قرطبہ جن پر یورپ جب میں تاریکی چھائی ہوئی تھی وہاں [illegible] فرانس اور جرمن۔ انگلینڈ سے متعلم جوق جوق آتے تھے تا کہ [illegible] علوم سے جو اس وقت اسلامی [illegible] کے سوائے اور کسی جگہ نہ تھا سیراب ہوں۔ اندلس کے [illegible] طالب علم [illegible] تھے۔ عورتوں کو سنجیدہ علوم حاصل کرنے کی توجہ دلائی جاتی تھی [illegible] خطاب بھی کرتی تھیں۔ تواریخ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ علم نباتات۔ فلسفہ [illegible] اور اسپین ہی میں پوری طرح حاصل ہو سکتے تھے۔ کھیتوں [illegible] آبپاشی کے علمی قاعدے۔ جہاز و قلعہ بنانے کے ہنر۔ معماری [illegible] نہایت دشوار فنون اور ان کے اعلیٰ نتائج کی تکمیل ان ہی مسلمانوں کے ہاتھ سے ہوئی۔

Marfat.com

رزم و بزم دونوں میں عرصہ دراز تک اُن کا علمِ یکتائی بلند رہا۔ اُن کی بحری طاقت بحرِ روم کی حکومت کے لئے **فاطمیوں** سے لڑی۔ اُن کی بری طاقت عیسائی حدود کی جانب آتش و شمشیر بکف ہو کر بڑھی۔ خود اسپین کا نیشنل ہیرو (قومی نامور بہادر) سڈ[1] یا السید عرصۂ دراز تک مسلمانوں کی طرف ہو کر لڑتا رہا۔ اور بلحاظ تعلیم کے خاصہ مسلمان تھا۔ غرضکہ جس چیز سے سلطنت عظیم الشان اور اقبالمند ہو سکتی ہے۔ جو کچھ تہذیب و شائستگی میں افزائش کر سکتا ہے اسلامی اسپین میں موجود تھا۔ ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی آخری روک **ملکہ[2] ازابلا** اور شاہ **فرڈی نینڈ[3]** کے پُرجوش جہاز کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور غرناطہ کے ساتھ ہی تمام اسپین کی عظمت خاک میں مل گئی۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ کچھ عرصہ تک اسلامی شوکت کا پرتو اس ملک کی تاریخ پر ایک سنہری روشنی ڈالتا رہا جس کو آفتاب اسلام کی تابندہ شعاعوں نے کبھی حرارت اور روشنی پہنچائی تھی۔ ملکۂ ازابلا۔ چارلس پنجم۔ فلپ دوم و لمبس۔ کورٹیز۔ پزارو[4] کے دراز اور مسلسل زمانوں نے اس طاقت و سلطنت کے ختم ہو جانے کے قریب پہنچے ہوئے لمحوں کے گرد ایک آخری حلقہ باندھ دیا۔ اس کے بعد نفرت انگیز بربادی بدعقیدہ اور تارک المذہب لوگوں سے مواخذہ۔ اور جہالت کا دور دورہ آیا جس میں اسپین آج تک مبتلا چلا آتا ہے جن حصوں میں علوم کبھی اوج پر تھے اُن میں اسپین کے علماء جہالت اور نالائقی کے لئے مشہور زمانہ ہوئے۔

---

[1] سڈ جو "السید" یا "سیدی" کا بگڑا ہوا ہے۔ اسپین کی گیارھویں صدی کا نیشنل ہیرو تھا۔ اس کا اصلی نام **راڈرِی گوڈ یاز آ دِبیوار** تھا۔ مورخ صاحب نے گیارھویں باب میں اس کی مختصر سوانح عمری قلمبند کی ہے ملاحظہ کیجئے زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو "دی سپینش بیلیڈز بائی لوکھرٹ اینڈ کرانیکل آو دی سڈ" مؤلفہ و مترجمہ رابرٹ سوذی مطبوعہ لندن +

[2] ازابلا اور [3] فرڈی ننڈ دونو اسپین کے ہمعصر و ہمدم فرمانروا گزرے ہیں۔ ان کا زمانہ زیادہ تر اس واسطے مشہور ہے کہ کولمبس نے ان کی سرپرستی سے امریکہ دریافت کیا اور اسپین میں مسیحی طاقت کو عروج شروع ہوا +

[4] تا [5] خاندان بوربون جو عربی حکومت کے استیصال کے بعد تختِ غرناطہ پر متمکن ہوا ابتک ہے +

Marfat.com

نیوٹن[1] اور ہاروے[2] کے معلومات پر مضر مذہب ہونے کے الزام لگائے گئے۔ جس جگہ کبھی ستر پبلک کتب خانے تشنگانِ علم کو سیراب کرتے تھے جس قرطبہ میں کبھی پانچ لاکھ کتابوں کا ذخیرہ رفاہ عام کے لئے فراہم تھا وہاں علم کی طرف سے آخر کو اس درجہ عدم توجہی ہوئی کہ اٹھارھویں صدی تک نئی دار السلطنت میڈرڈ میں بھی کوئی کتب خانہ نہ تھا۔ بلکہ حال ہی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ مسلمانان اسپین کا سب سے پہلا مؤرخ جو اسپین کے رہنے والا تھا۔ مگر اس کو اسکوریل کا علمی ذخیرہ دکھلانے سے تعصباً انکار کر دیا گیا۔ سوائل کے سولہ ہزار اوزار گھٹتے گھٹتے اپنی قدیمی تعداد کا پانچواں حصہ رہ گئے۔ ٹولیڈو اور المیریا کے کسب و ہنر سب نیست و نابود ہو گئے۔ تمام حالانکہ بڑی آراستہ اور کار آمد پبلک عمارات تھیں۔ مگر وہ بھی اس بناء پر بالکل مسمار کر دی گئے کہ منافی (ان فائڈل) مشرکین کی عظمت پر ایک مضبوط دلالت ہے۔ جن صوبوں میں عربی طریق کی ہنرمندانہ آبپاشی بند ہو گئی تھی وہ سب مسمار و برباد ہو گئے۔ بڑے بڑے زرخیز اور زر ریز وادیئے ویران اور پژمردہ ہو گئے۔ بہت سے شہر جن سے صوبۂ **اوندلس** کا چپہ چپہ معمور تھا منزل ہو کر تباہ ہو گئے۔ مگنتوں۔ جوگیوں اور لہیدوں نے متعلموں۔ سوداگروں اور مجاہدوں کی جگہ لی۔ یہی وہ متبدل حالت ہے جس میں اسپین مسلمانوں کو نکال کر تباہ ہوا۔ یہی وہ دو متضاد حالتوں کا دل دکھانے والا نقشہ ہے جو تاریخ اسپین ہمارے پیش کرتی ہے +

گر حسن اتفاق سے ان دو متضاد زمانوں میں سے پہلے زمانہ سے کام ہے جس میں اسپین فاتحان اسلام کے زیر حکومت اوج پر تھا کہ اس زمانہ سے جس میں وہ لوربوں کی بدولت ذلیل **حضیض** میں پڑا۔ ہماری کوشش تمام و کمال اس امر پر مبنی رہی ہے کہ مسلمانوں کی آٹھ متواتر صدیوں کی حکومت میں جو بڑے مشہور اور قابل توجہ واقعات ہوئے۔ ان کو بجنسہ بلا کسی مذہبی یا قومی تعصب کے ہدیۂ ناظرین کریں۔ اور جس طرح ہم نے اُن نامور اشخاص مشہور افسانوں کو قلم انداز نہیں کیا جو خود ناظرین کی توجہ اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ [illegible]

---

[1] نیوٹن محقق لا آف گریویٹی یعنی کشش ثقل۔

[2] ہاروے جس نے بدن میں دوران خون دریافت کیا [illegible] ایک مشہور ڈاکٹر تھا۔

Marfat.com

ہم نے اُس کشمکش کا صاف نقشہ کھینچنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جو قوموں اور مذہبوں میں تھا اور جو وسطِ زمانہ کے اسپین میں ملکی تحریک پیدا کرنے کا لبِ لباب ہے۔

جو حضرات مضمون ہذا کو اُس تفصیل سے زیادہ دیکھنے کے خواہشمند ہوں جس کی اس کتاب کے صفحوں میں گنجائش نہ تھی۔ اُن کو حسبِ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں۔ جن کے ہم خود مشکور ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور اور مستند مرحوم پروفیسر ڈوزی کی "اسلامی سلطنت اسپین" چار جلدیں مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء نیز اسی مصنف کی کتاب "ریکرکیز سر ایل ہسٹائرے اٹ لا لٹریچر ڈی ایل اسپین پنڈنٹ لموئن ایج" دو جلدیں مطبوعہ پیرس اور لنڈن ۱۸۸۱ء بار دوم۔ یہ دونو کتابیں نہایت قیمتی حالات سے لبریز ہیں۔ اور اگرچہ یہ حالات جس پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں وہ کسی قدر مسلسل اور مکمل نہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ تاریخ اور ادب دونو کے لحاظ سے پسندیدہ ہیں۔ پروفیسر ڈوزی جس طرح خود ایک مشہور مورخ نیز مفسرِ حالات مشرقی تھا۔ اسی طرح اُس کی تصانیف بھی بڑی مدلل اور متبحرِ عالم کی تصنیف ہیں۔ المقاری کی "تاریخ اسپین مسلمانوں کے حکمران خاندان" کا ترجمہ (دو جلدیں مطبوعہ لنڈن ۱۸۴۳ء) جو ڈون پاسکل ڈی گیانگوز نے کیا ہے بڑی کارآمد کتاب ہے۔ اگرچہ اس پر پروفیسر ڈوزی اور اوروں نے بعض خفیف غلطیوں کی وجہ سے پوچ اور فضول اعتراض کئے ہیں۔ مگر تاہم اُن طالب علموں سے کم شکریہ کے مستحق نہیں کہ جو ؎

"گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است"

کے مصداق ہیں۔ عربی زبان کی کتاب کا ترجمہ فرنگی زبان میں بیشک نامکمل ہوتا ہے۔ مگر ایسے طالب العلموں کے لئے اُس کا مطالعہ خالی از مسرت نہ ہوگا۔ "ڈون پاسکل کی یادداشتیں" قیمتی واقعات کا ایک ایسا ذخیرہ ہے جو اور کہیں نہیں ملسکتا۔ علاوہ ان دو معتبر وسائل کے اور بھی بہت سے عربی مورخ ہیں جن کی تصانیف سے کتاب ہذا کی تالیف میں مدد لیگئی ہے۔ مگر چونکہ اُن کے ترجمے انگریزی میں بہت کم ہوئے ہیں اس لئے عام طلاب کو اُن کی طرف مشکل سے توجہ دلائی جاسکتی ہے۔ "مسلمان عربوں کا عہد حکومت" (مصنفہ آگسٹ ببیل مطبوعہ سٹٹ گارٹ) بھی اگرچہ ایک مختصر کتاب ہے۔ مگر عام پسند اور بکثرت مروج ہے اس میں عربی تہذیب کا پورا فوٹو اور نیز اسپین کی شائستگی کے تھوڑے سے حالات ملسکتے ہیں۔ اسپین میں مسلمانوں کے آخری دور دورے کے حالات دیکھنے کے لئے واشنگٹن اروِنگ کی دلچسپ کتاب "فتح غرناطہ"

لے اور تمثیلت ۔

Marfat.com

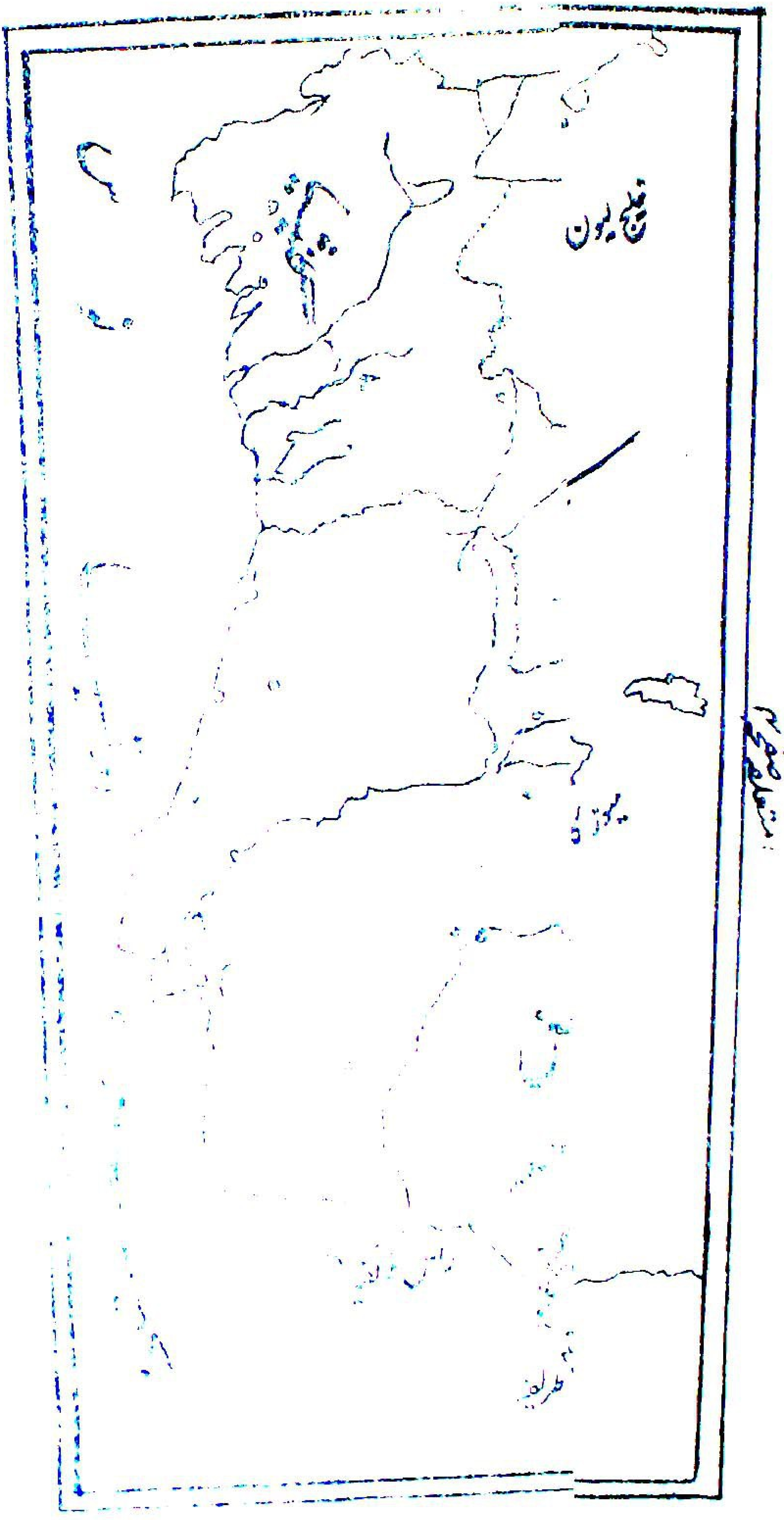

Marfat.com

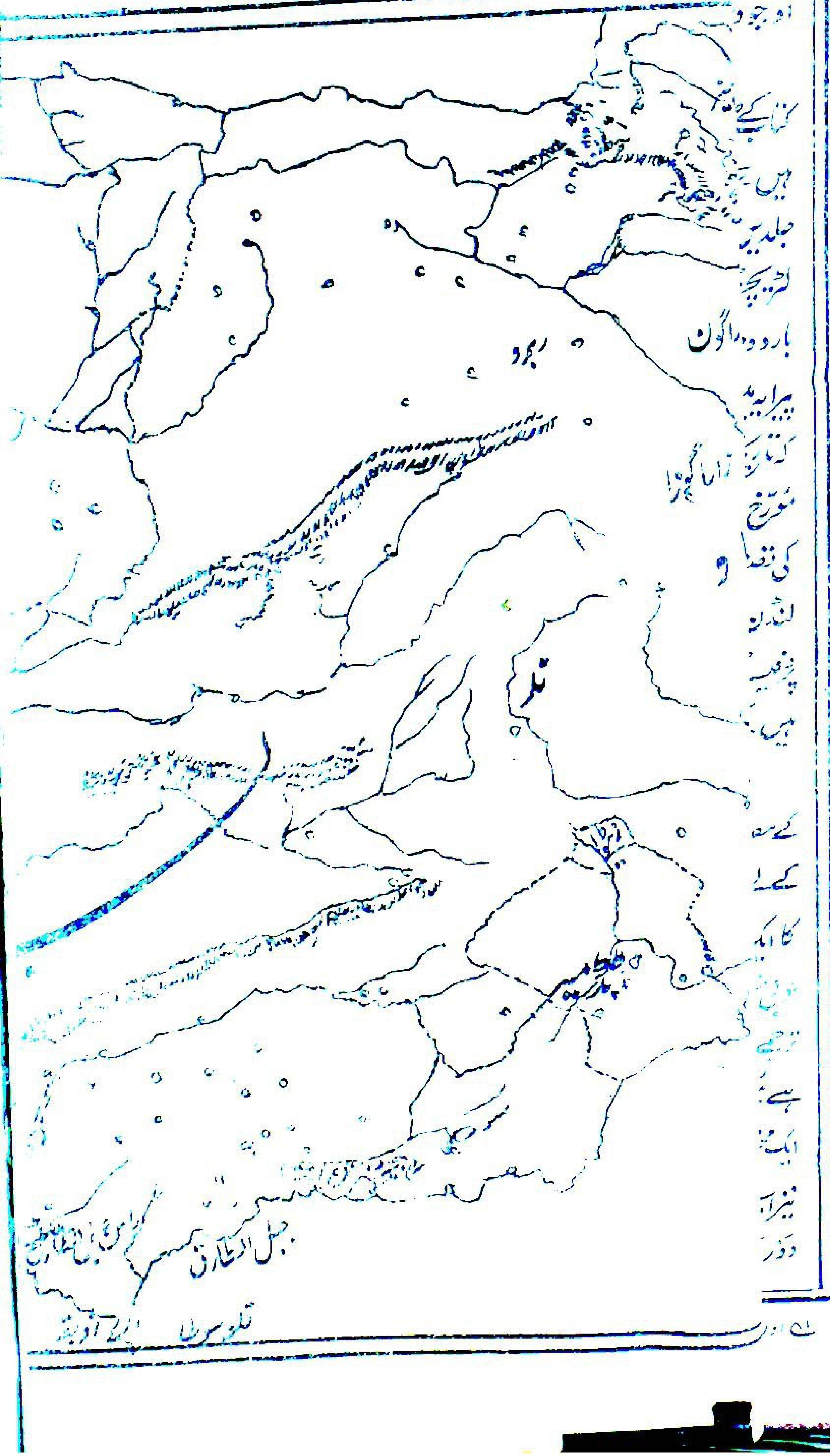

Marfat.com

اور سر ولیم اسٹرلنگ میکسویل کی دلکش کتاب "ڈون جون آف اسٹریا" جس کا اکثر حصہ کتاب ہذا
میں ہے اور قابل مطالعہ کتابیں ہیں جو کہ اسلامی اسپین کے متعلق تمام تاریخ جو گیانگوز اور ڈوزی
سے پہلے لکھی جا چکی ہیں بوجہ اوق ہونے کے متروک ہوتی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے مضامین
بیشتر کانڈی کی "تاریخ اسپین بعہد عربی حکومت" پر مبنی ہیں اور یہ کتاب بلحاظ ادب کے
قابل قدر ہے۔ گو تاریخی لحاظ اور نیز اس وجہ سے چنداں قابل وقعت نہیں کہ بعد کو تصانیف
میں جس قدر غلطیاں واقع ہوئیں اُن کا منبع یہی کتاب ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ مس ینگ کی تاریخ
"اسپین میں مسلمان اور مسیحی" جو فی زمانہ انگلستان میں بکثرت مروج ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا
آیا اُس کی بنا بھی کانڈی کی تاریخ پر ہے یا نہیں۔ مگر اس کے صفحوں پر ایک سرسری نظر ڈالنے
سے مجھ کو نہایت تعجب کے ساتھ دریافت ہوا کہ کتاب مذکور بیشتر اسی وضع پر لکھی گئی ہے جو کہ
میں نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔ میں اس کا مطالعہ بخوف اتفاقیہ تتبع کے نہ کر سکا۔

تصانیف ڈوزی اور گیانگوز کی امداد اور آرنلڈ گلمین کی مشترک محنت کا تو میں ہمیشہ
مشکور رہوں ہی گا مگر میں اپنے معزز دوست ایچ۔ ای۔ واٹس کی مدد بالخصوص اس مدد کا جو
اُنہوں نے اپنی اسپینی زبان کی امداد سے دی۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اختتام پر میں اس قدر ظاہر کرنا اور ضروری سمجھتا ہوں کہ جو لوگ اسلامی تہذیب کے موجودہ
[illegible] کہ مسلمانوں میں [illegible] انسانیت اور شائستگی کی طرف مائل رہتے ہیں وہ اپنے مطالعہ کو
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] دوسرے طبقہ کی نسبت زیادہ پائیں۔

تاریخ اُندلس

یا

اسپین میں مُسلمانوں کی حکومت

پہلا باب

جب سکندر اعظم کی فوجیں ایشیا کی قدیم سلطنتوں کو پامال کر رہی تھیں تو ایک ملک (عرب) ان خطروں سے آزاد تھا۔ اہل عرب نے اس فاتح دنیا کی خدمت میں کوئی مراسلہ نہ بھیجا۔ یہ دیکھ کر سکندر نے مغرور عربوں کو زیر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابھی فوجکشی کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا۔ اور اہل عرب بدستور غیر مطیع رہے۔ یہ واقع مسیح سے تین سو برس سے بھی پیشتر کا ہے۔ یہ لوگ اُس وقت سے بھی کہیں پہلے سے اپنے ویران جزیرہ نما میں خود سر چلے آتے تھے بلکہ ایک ہزار برس تک اور وہ اس عجیب و غریب تنہائی میں بسر کرتے رہے اُن کے اردگرد کے تمام مُلکوں میں عظیم الشان سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ خود سکندر کے جانشینوں نے شام میں سلطنت سلوکس اور مصر میں سلطنت بطلیموس قائم کر لی +

روما بن غطس کے سر تاج امیر الجیوشی بھی رکھا گیا۔ بالیز نطائن میں پہلا مسیحی

Marfat.com

بادشاہ بھی تخت نشین ہو چکا۔ قیصر کی وسیع اور **بسیط مملکت** پر وحشی قوموں نے حملے کرنا بھی شروع کر دیئے۔ مگر اہل عرب اُسی طرح بے فکر و آزاد زندگی کے مزے لیتے رہے۔ اُن کے سرحدی شہروں نے قیصران روما سے اگر اظہار اطاعت کی ہو تو کی ہو یا روما کی فوجوں نے اگر اُن کے ویران کوہستانی میدانوں پر متواتر حملے کئے ہوں تو کئے ہوں۔ مگر ایسا غلبہ یا اثر اور ایسی قائم نہ رہنے والی جنبش اہل عرب کو کسی طرح پریشان نہ کر سکتی تھی۔ اس پر بھی گو کہ اُن کے چاروں طرف سے وہ حکمراں خاندان گھیرے ہوئے تھے جن کو دنیا کی تاریخ سے تعلق ہے۔ مگر اُن کے ریگستانوں۔ اُن کی دلیرانہ شجاعت نے بھی غیر حملہ آوروں کو ہمیشہ باز رکھا اور ایام **قدامت** سے لیکر ساتویں صدی **مسیح** تک اس دنیا سے علیحدہ قوم کی حالت بجز اس کے اور کچھ معلوم نہ ہوئی کہ وہ وجود رکھتی ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے کبھی کسی حملہ آور کو شمال کے بدون نہیں چھوڑا۔ مگر دفعۃً اہل عرب نے اپنا ٹھاٹھ بدلا اور عزلت نشینی کو چھوڑ کر دنیا کی سطح پر نکل آئے اور نہایت مستعدی سے اُس کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ اُن کی زندگی کا یہ نیا ورق ایک شخص نے اُلٹ دیا یعنی حضرت **محمد رسول** صلے اللہ علیہ وسلم عربی نے ساتویں صدی مسیح کے شروع میں دین اسلام کا وعظ شروع کیا۔ چونکہ اس دین کے اصول ایسی قوم کے گوش زد ہوئے جس میں تحریک اور متاثر ہونے کی پوری استعداد تھی لہذا باعثِ **انقلاب** ہو گئے۔ جو تعلیم اُن کو دی جاتی تھی وہ نہایت سیدھی سادی تھی۔ حضرت رسول عربی نے وہی عبرانی مذہب اختیار کر کے جس کے پیرو اُس وقت کثرت عرب میں موجود تھے حسب ضرورت اُس میں تغیر و تبدل کر دیا اور اس طرح بت پرستوں کی قوم کے لئے ایک نئی ہدایت کے پیرایہ میں وحدانیت کا وعظ شروع کر دیا۔ جو نہ رکنے والی تحریک اس سادے اور جوش نہ رکھنے والے مذہب نے عرب میں پیدا کی اگرچہ اس کو پوری طرح سمجھنا فی الحال ہمارے لئے خالی از دقت نہ ہوگا۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے مذہبی انقلاب ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ کہ پیغمبر کے ذاتی اثر میں ہمیشہ ایک پوشیدہ اور مضبوط **قوت جاذبہ** ہوتی ہے **رسول عربی** صلے اللہ وسلم یہاں تک راست باز تھے کہ جو مذہب اُن کے ذہن نشین تھا اُسی گرمجوشی اور ایمانداری سے انہوں نے اُسی کی اشاعت کی اور اسی کی تعلیم دی۔ علاوہ ازیں وحدت کی علانیت۔ بانی مذہب اور اُن کے پیرووں کی سچی سرگرمی اس **شدید انقلاب** جوش پیدا کرنے کے لئے کافی تھا جس کو عام زبان میں جوش مذہبی کہتے ہیں۔ حضرت **محمد رسول** صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اہل عرب مخالف قبیلوں اور فرقوں کا ایک مجموعہ تھا۔ جو ہمیشہ تہور۔ مہماں نوازی اور نیز

Marfat.com

شجاعت کی جوشیلانہ صفات میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے اور لوٹ مار کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ رسول عربی نے مبعوث ہو کر جبلتوں کو قوم اسلام کی شکل میں بدل دیا۔ اُن کے دلوں کو شہادت کی اُمنگوں سے لبریز کیا۔ اور اُن کی لوٹ کی حرص میں بنی نوع انسان کو امر حق کی تعلیم دینے کا بالانز حوصلہ اور بڑھا دیا۔ اور وفات سے پہلے پہلے تمام عرب پر قابض ہو گئے +

وہ متحد قبائل جنہوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔ دفعتاً ارد گرد کے ملکوں میں پھیل کر حیرت زدہ قوموں کو مطیع کرنے لگے تھے یہاں تک کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین یعنی خلفائے راشدین کے زمانے میں اسلامی فوجوں نے فارس، مصر، شمالی افریقہ (بربر) کو ہرقل کے میناروں تک کھونڈ ڈالا۔ اور وسط ایشیا میں دریائے آکسس سے لیکے سواحل بحر اوقیانوس تک موذنوں کے نعرۂ اللہ اکبر سے تمام دشت و جبل گونجنے لگے +

مسلمانوں کی پروگرس (ترقی) ایشیائے کوچک میں شاہ یونان کی فوجوں نے بند کر دی اور بالآخر اس سمت کی فتح کی آرزو پندرھویں صدی سے پیشتر پوری نہ ہو سکی جبکہ عثمانیہ ترکوں کی تلوار نے قسطنطنیہ کا مغرور سر جھکایا۔ اسی طرح بحیرۂ روم کے مقابل ساحل پر بھی شاہ یونان ہی کے ایک بہادر اور کاروان افسر نے کچھ عرصے تک مسلمانوں کو روکے رکھا کہ اسلامی لشکر شمالی افریقہ میں ممالک پر رجوع کرنے کے لئے آگے بڑھا اور مسلسل لڑائیوں کے بعد تمام ریاستوں کو ناکامی طور سے فتح کر لیا صرف ایک قلعہ سوطا مقابلہ پر اڑا رہا۔ اور سواحل بحیرہ روم کا یہ قلعہ شاہ یونان ہی کے زیر حکومت رہا۔ مگر یہ قلعہ دارالخلافت قسطنطنیہ سے اس قدر دور و دراز فاصلے پر تھا کہ اُس کی حفاظت کا بوجھ شاہ اسپین پر ڈالدیا گیا۔ گو برائے نام شاہ یونان کے مضافات میں خیال کیا جاتا تھا۔ مگر مدد و معاونت ہمیشہ شاہ ٹولیڈو (طلیطلہ) سے کرتا تھا۔ پس یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتی کہ جس قدر امداد شاہ اسپین قلعہ سوطا کے گورنر کو بھیج سکتا تھا وہ مسلمانوں کی اُٹھتی ہوئی موج کے مقابلہ پر ضرور ہی کافی ہوتی۔ مگر وہاں تو اتفاق ہی کچھ اور ہوا۔ بعض مورخین زمانے کا یہ ذکر ہے اُس وقت جولین گورنر سوطا اور رازرک شاہ اسپین کے درمیان کچھ چشمک تھی چنانچہ اس چشمک ہی نے مسلمانوں کے لئے دروازہ کھول دیا +

[سیوطا ۱۲] [رازرق ۱۲]

اس وقت شاہ اسپین قوم وزی گاتھ کے قبضے میں تھا۔ قوم وزی گاتھ ان مشہور وحشی قوموں میں سے تھی جنہوں نے روما کی متنزل سلطنت کے صوبوں کو تاراج کر ڈالا تھا گاتھ ایک ایشیائی قوم تھی جن میں سے اسٹرو گاتھ (مشرقی گاتھ) تو اطالیہ پر متسلط ہو گئی تھی۔ اور

Marfat.com

وزی گاتھ (مغربی گاتھ) قوم ہیوئی یا سوئے ہیں اور زیرہ جرمنی کی اور وحشی قوموں کو برطرف
کرکے یا فتح کرکے پانچویں صدی مسیح میں سلطنت روما کے صوبہ آئبیریا (سپین) پر قابض
ہوگئی تھی جو زمانہ رنگ رلیاں اور ذلیل پست ہمتیاں سلطنت روما کو دنیا کے اور حصوں میں
تباہ خاک کر چکی تھیں۔ وزی گاتھ نے یہاں آکر بھی موجود پائیں۔ دنیا کی اور بہادر نامور قوموں
کی طرح جب اہل روما اپنی تیغ بے دریغ کو مسجود خلائق بناکر اپنا مقصد پورا کرچکے تو اپنی گذشتہ
محنتوں کا تکان رفع کرنے کے لئے حسب حصول اطمینان کے ساتھ ہل یا تجمل میں مشغول اور
یہاں تک دولت و تجمل احوالات دیکھتی ہے عیش و عشرت میں مستغرق ہو گئے۔ اہل روما
اب وہ بہادر اور سیدھی سادی زندگی بسر کرنے والے اہل روما نہ رہے تھے کہ تہیہ پابستی ہو
کے ذرا سے اشارے پر ہل اور کھیت چھوڑ چھاڑ کر تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ دیں اور اپنا
پیارا ملک بچانے یا دوسرا ملک فتح کرنے پر کمر باندھ لیں۔ خاص سپین میں اس وقت یہ حالت
تھی کہ ذی فقہ امرا تو بجز نفس پروری اور تن آسانی کے دوسرا کام جانتا ہی نہ تھا گویا اُن کا تو
منشاء پیدائش ہی اکل و شرب اور لہو لعب تمام تک محدود تھا۔ اب رہے عوام الناس سو اُن
میں یا تو غلام تھے یا نیم غلاموں کے تھے یعنی وہ موروثی کاشتکار جو نہ تو خود زمینوں سے
بے دخل ہو سکتے تھے اور نہ زمینیں ہی اُن سے چھڑائی جا سکتی تھیں بلکہ حسب وراثت
زمینوں کے ساتھ ہی دوسرے مالک کے پاس منتقل ہو جاتے تھے۔ دولتمندوں اور غلاموں کے
درمیان ایک متوسط قوم بھی تھی جن کو کریعی اہل شہر یا رو ساکتے تھے۔ ان بیچاروں کی
سب سے زیادہ کمبختی تھی کیونکہ جملہ مہمات سلطنت کا دارومدار انہیں پر تھا۔ ٹیکس پیدا کرتے
تھے فوجی اور ملکی خدمات یہ بجا لاتے تھے اور ان سب پر طرہ یہ کہ دولتمندوں کی بیجا آرائش
و تعیشات کی فضول خرچیاں بھی یہی پوری کرتے تھے۔ پس جس قوم کی اخلاقی حالت اس قدر یہاں
تک خراب ہو اُس میں وہ اسباب لوازم کہاں جو ایک اولوالعزم اور مہیب حملہ آور قوم کی تاب
مقابلہ لا سکتے۔ دولتمند تو اب عشرت میں ایسے بیخود تھے کہ غنیم کی آمد آمد کی خبر پا کر نہایت ذلت
سے جھکا دیتیں۔ اُن کی تلواریں مدت سے نمی رکھی رکھی زنگ خوردہ ہو گئیں تھیں
فضا کی نیندیں غنودہ ہی تھیں۔ رہے غلام سو اُن کو ایک آقا سے دوسرے آقا کے پاس جانے
میں کوئی مسرت ہی نہ تھی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس انقلاب سے موجودہ حالت شاید ہی بدتر
بدتر یا زود ... انجام و ہنیئہ دیتے جاں بلب ہو گئے تھے کیونکہ ان مظلوموں کو وقت

تو زیادہ کرنا پڑتا تھا اور نفع کچھ بھی نہ تھا +

ایسی شائستہ جماعتوں سے جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ایک جری اور شائستہ فوج تیار کرنا بالکل ناممکن تھا۔ پس قوم گاتھ بلا تکلف اسپین میں داخل ہو گئی۔ تمام شہروں اور قلعوں نے خوشی سے دروازے کھول دیئے اور اسپین میں رومن کی تمتاتی ہوئی **سوسائٹی** اور **گورنمنٹ** نے اُن کے سامنے آسانی سے سر جھکا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اٹلی۔ وانڈال۔ سویوئی۔ وحشی قوموں کے حملے مدتوں سے قوم گاتھ کے گویا پیش خیمے تھے جنہوں نے اُن کے لئے پہلے ہی اس قدر رستہ کھول دیا تھا کہ وہ بلا تکلف مُنہ اُٹھائے چلے آئیں۔ ادھر اسپین کے رومن تہذیب یافتہ باشندے خوب جان چکے تھے کہ وحشی قوموں کے حملے کیا کیا آفتیں سر پر لاتے ہیں۔ اُن کے شہر جلے۔ اہل و عیال غلام بنکر بکے۔ اُن کے جو چند سردار مردانہ مقابلے سے پیش آئے وہ **مُشتِ خاک** بطور **فانِ نوح** ہونے کی وجہ سے قتل ہوئے یہ تمام واقعات اُن کے چشم دید تھے۔ وہ یہ بھی خوب دیکھ چکے تھے کہ وحشیانہ جور وستم کا ملک پر کیا اثر ہوتا ہے۔ وبا۔ قحط۔ ویرانی۔ خانماں بربادی۔ فاقہ مستی۔ شریف گردی۔ بدعملی یہ سب سبق وہ پہلے ہی سے پڑھ چکے تھے۔ چنانچہ اسی واسطے اُنہوں نے آسانی سے سر جھکا دیئے اور حلقہ بگوش بن گئے +

آٹھویں صدی کے آغاز میں جس وقت اسلامی سیلاب بحر ظلمات کے ساحل افریقہ کو عبور کر کے اس ہر قل کے پیچ میں **اندلس** کے زرریز میدانوں کی طرف بڑھنے کے لئے سمٹا تو اُس وقت گاتھ کی عمر اسپین میں دو سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی۔ یہ عرصہ ملک کی ردّی حالت کی اصلاح کرنے اور اہل ملک کو اس تازہ **جوش** جوانی سے مالا مال کرنے کے لئے کافی تھا جو ایک پُرانی تہذیب یافتہ قوم کو ناشائستہ مگر دلاور قوم کے اختلاط سے حاصل ہوتا ہے لیکن اسپین کو ترقی دینا گاتھ کیلئے ضروری یا از کم از کم مناسب کیوں تھا۔ اس لئے کہ گاتھ نرے بہادر۔ قوی الجسہ عیش پسند زندگی کی خرابیوں سے آزاد ہی نہ تھے بلکہ مسیحی بھی تھے اور اپنے طریقے میں پکے مسیحی تھے جب وہ اسپین میں آئے تو اہل اسپین برائے نام مذہب مسیحی رکھتے تھے۔ کیونکہ شاہ قسطنطین نے اگرچہ مذہب مسیحی کو بادشاہ وقت کا مذہب مان کر بہت کچھ پھیلایا تھا۔ تاہم مغربی صوبوں میں بہت کم تھا اور جو تھا وہ نہایت متزلزل حالت میں تھا۔ اب گاتھ جیسی جاہل مگر پابند مذہب قوم کے آنے سے اسپین میں جہاں بت پرستی کی کساد بازاری ہو چلی تھی۔ اس نئے مذہب میں خالص تر عقیدتمندی پیدا ہونے کا گمان غالب تھا **کیتھولک پریسٹ** بھی

Marfat.com

آئندہ جس طرح قائم کرنے کی پختہ اُمید کرتے تھے مگر افسوس! جو نتیجہ ہوا وہ اس امید باری کی کسی طرح تصدیق نہیں کرتا۔ اگرچہ گاتھ نے کبھی خلاف ورزی مذہب تو نہیں کی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اُنہوں نے مذہبی کاموں کو ہمیشہ اپنی معصیت کاریوں کا کفارہ قابل محض سمجھا۔ اُنہوں نے کبیرہ گناہ کئے اور منفعل و معترف بقصور رہے۔ توبہ کی مگر بلا اثر ندامت گناہ پر گناہ کرتے رہے جس طرح اُن سے پہلے رومن سیہ کار اور بدکردار تھے ویسے ہی وہ ہو گئے۔

افسوس تعصب مسیحی کے نخوت نے اُنہیں رعایا کو تو درکنار خود اپنی اصلاح حال میں کوشش کرنے سے باز رکھا **حلقہ بگوش** مزارعان کی پہلے سے بھی کہیں زیادہ واجب الرحم اور بدتر حالت تھی وہ زمینوں اور زمینداروں سے نہ صرف وابستہ ہی تھے۔ بلکہ اُن کی اجازت بدون شادی تک نہ کر سکتے تھے اور اگر کہیں ارد گرد ہم پیشوں میں بلا اجازت کبھی لیتے تو اُن کے بال بچے مختلف زمینداروں میں تقسیم ہو جاتے تھے اوسط درجے کے فرقے یعنی برگر [illegible] ادا کرتے تھے اور اس وجہ سے بسا اوقات خانہ ویران اور فاقہ مست ہو جاتے تھے۔ زرخیز [illegible] اسی طرح چند اشخاص کے قبضے میں تھیں۔ بڑی جاگیریں اسی طرح [illegible] کے زیر کاشت تھیں۔ ان کمبختوں کی زندگی اس قدر تلخ تھی کہ جیتے جی [illegible] امید [illegible] کی صورت یاس میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ وہ لوگ بھی جو پہلے ہاتھ اُٹھا کر مسیحی **اخوت** کا وعظ کرتے تھے جب دولتمند اور جاگیردار ہو گئے تو انہوں نے بھی وہی قدیم جابرانہ [illegible] اختیار کیا اور اپنے بیکس غلاموں اور حلقہ بگوش مزارعوں کے ساتھ [illegible] سے بھی کہیں بڑھ کر بدسلوکیاں کرنے لگے۔ دولتمند [illegible] دولت پرستیوں اور [illegible] میں مستغرق رہتے تھے جو درحقیقت سلطنت کا چراغ گل تھیں۔ غرض ان [illegible] برائیاں بت پرستوں کے مذہبی شائستہ اور مہذب خباثت سے اگر بڑھ نہ گئی تھیں تو اُن کے برابر تو بیشک تھیں مورخ اسپین کو جب مسلمانوں کے ہاتھ سے زوال حکومت مسیحی کا کوئی سبب نہ ملا تو لکھتا ہے کہ "شاہ وٹیزا نے ملک کو تباہ [illegible] [illegible] شاہ وٹیزا اپنے اسلاف سے [illegible] تھا [illegible] کے وقوعات مابعد نے ان خرابیوں کو پوری وسعت دی [illegible] متنزل مذہب قوموں کی برائیوں سے [illegible] نسبت رکھتی ہیں [illegible] انقلاب سلطنت سے اہل ملک کے اتفاق کی کچھ بھی صورت نہ ہو سکی[1]۔

[1] ملاحظہ ہو تاریخ [illegible] جلد ۲ باب ۱۔

Marfat.com

سپین کے تمدن اور ملک داری کی یہ حالت تھی جب وہ سیلاب جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے لہرا کے اُس کی حدود کی طرف بڑھا۔ تمام ملک بگڑی ہوئی شخصی سلطنتوں میں منقسم تھا۔ بڑی بڑی جاگیریں حلقہ بگوش مزارعان کے زیر کاشت تھیں جنکی حالت نہایت متزلزل اور مایوسانہ تھی۔ برگزیدہ رؤسا ر ٹیکسوں کی بھار سے بالکل خراب خستہ ہو گئے تھے۔ دولتمند نشۂ عیش میں مدہوش تھے جبل الطارق سے اس طرف تو یہ حالت تھی اور اُس طرف **شہران اسلام** خیمہ زن تھے جن میں ہر شخص زور آزما د قوی پنجہ تھا جن کے سینوں میں نئے مذہب کا جوش بھرا تھا جن کو طفولیت ہی سے قواعد رزم سکھائے جاتے تھے جنکی زندگی بالکل سیدھی سادی اور بانکے سپاہیوں جیسی تھی اور جن کے دل اُس وقت مشرکین کے زرخیز صوبوں کو تاخت تاراج کرنے کے **شوق** سے لبریز تھے۔ پس ایسے فریقین کے درمیان لڑائی کا جو فیصلہ ہو سکتا ہے اُس میں کس کو شک ہوتا۔ اور بالفرض اگر امکان شک ہوتا بھی اُس کو باہمی دغابازی نے حملہ آوروں کے حق میں تائید آسمانی بنکر بالکل رفع کر دیا +

رازرق نے شاہ ڈزا کو سلطنت سے برطرف کرکے خود عنان حکومت ہاتھ میں لے لی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے پرواز حکومت تو بہت اچھی طرح اٹھایا مگر آخر کار جاہ و حشمت کی حرص میں ڈوب گیا۔ اُس کی شہوت پرست عیش پسند طبیعت نے اُن بھڑک اُٹھنے والے اسباب میں بارود کا کام دیا۔ جو اُس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی اور جن کو شعلہ زن ہو کر سلطنت کو خاکستر کرنے میں ایک ذرا سی چنگاری کی ضرورت تھی۔ اُس وقت سلطنت سپین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں یہ دستور تھا کہ ہر شہزادہ اپنے بچوں کو خاص عرصے کے لئے دربار میں اس غرض سے بھیجدیا کرتے تھے کہ شاہی آداب بزم۔ تہذیب و تربیت حاصل کریں۔ چنانچہ **کونٹ جولین** گورنر سبوٹا نے جس کا ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ سوطا شاہ یونان سے برائے نام متعلق تھا۔ بلحاظ مدد و اعانت تقریباً شاہ سپین کا مطیع تھا) حسب دستور اپنی دختر فلورندا کو تولیدو (طلیطلہ) بھیجا تھا تاکہ ملکہ کی کنیزوں میں تعلیم و تربیت پاوے۔ یہ لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی۔ شاہ رازرق کا فرض تھا کہ اس لڑکی کی عصمت کو اپنی بیٹیوں کی طرح محفوظ رکھتا۔ مگر افسوس! اُس نے تمام فرائض منصبی کو نسیاً منسیاً کرکے اُس کے دامن عصمت کو خود آلودہ کر دیا۔ یہ ایک بڑی بھاری بے عزتی تھی۔ کیونکہ جولین کی بی بی شاہ ڈزا کی حقیقی بیٹی تھی۔ گویا لڑکی کی بے عزتی سے تمام خاندان گاتھ کی بےعزتی ہوئی +

لڑکی نے اس غم و غصہ میں اپنے باپ کو خط لکھ کر ایک معتبر غلام کو بلایا اور اُس کو ایک دستی خط دیکر کہا کہ اگر تجھے شہزادیوں کے لطف اور **نائٹ** جیسے اعلےٰ عہدے کی عزت حاصل کرنے

متعلقہ صفحہ ۱۲

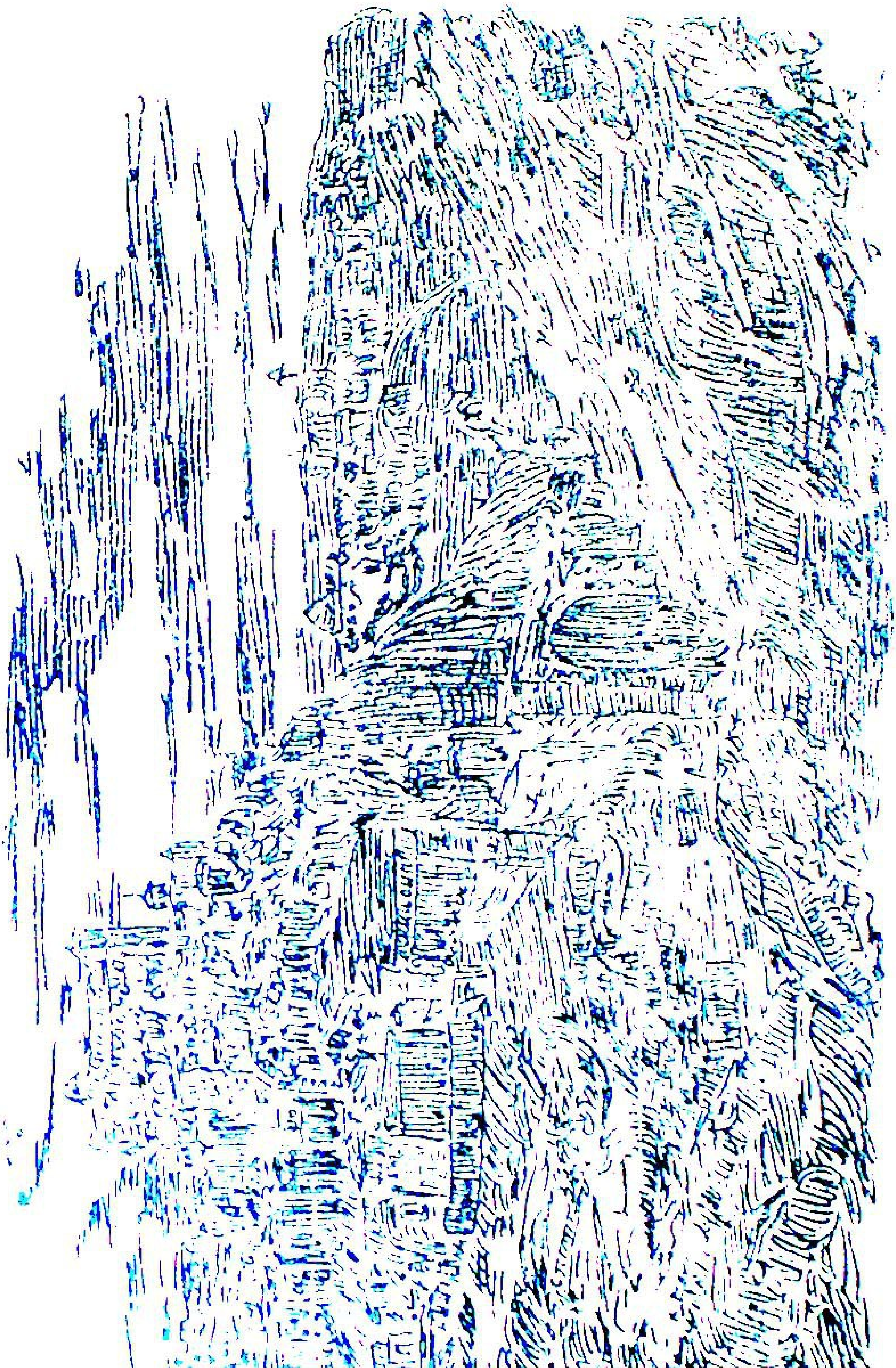

طائف

Marfat.com

Marfat.com

کی آرزو ہے تو یہ خیال دربارِ شکلی وزیری ہوا ہو جا۔ اور جس قدر جلد ہو سکے یہ خط خاص کونٹ
جولین کے ہاتھ میں جا دے ۔

کونٹ جولین کو شاہ راڈرک سے رشتۂ اتحاد قائم رکھنے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ کیونکہ اوّل تو
شاہ وٹزا سے اُس کی نہایت قریب رشتہ داری تھی (یعنی اُس کا خسر تھا) اور شاہ وٹزا وہ تھا
جس کو راڈرک نے تخت سے برطرف بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ قتل بھی کر دیا تھا۔ پس ایسے ظالم غاصب
قاتل سے موافقت رکھنے کی اُسے کیا ضرورت تھی۔ دوسرے اب اُس کی بیٹی کی بے عزتی کے
سانحہ شاہی خاندان کی بے عزتی ہوئی جس نے اُس کے آہستہ آہستہ سلگتے ہوئے کینے
کی آگ کو یکا یک غیظ و غضب کے شعلوں تک بھڑکا دیا۔ اگرچہ عربوں کے حملوں کو وہ اب
تک پوری کامیابی کے ساتھ روکتا رہا تھا۔ مگر اب اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی بیٹی کی خراب
کرنے والے کا ملک بچانے کی زیادہ کوشش نہ کرے بلکہ مسلمان اگر ملک لینا چاہیں تو [illegible]
انہیں ملک دلانے پر تیار ہوں ۔

بدلہ لینے کے جوش میں بھر کر جولین نے فوراً دربارِ شاہی کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر
اپنے اصلی دلی خیالات کو اس چالاکی سے چھپایا کہ راڈرک سے جس کو اپنے جرم پر غایت انفعال
اور پشیمانی تھا کہ فلورنڈا نے افشائے راز کیا ہوگا نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور
ملک کی حفاظت کے لئے اُسی بات میں اُس سے مشورہ کیا بلکہ جولین کی رائے سے آمیز صلاح
سے اُس نے اعلیٰ درجہ کی فوج سوار اور پیادے اُس کے ماتحت جنوبی اضلاع کی طرف بھیج دئے
تاکہ کبھی حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے تیار رہیں۔ اس کے بعد جولین معہ اپنی مظلوم دختر
فلورنڈا کے سبطا کو واپس ہوا۔ اور شاہ راڈرک کو نہایت خوش و مطمئن چھوڑا۔ چلتے
ہوئے شاہ مذکور نے اُس سے چند نادر قسم کے شکاری بازوں کی فرمائش ظاہر کی اور ان
کے لئے فرمائش کی۔ جولین نے جواب میں کہا کہ آپ کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ ایسے باز بھیجوں گا
جو آپ نے مدت العمر بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ مطلب کے آنے کا اس پوشیدہ [illegible]
جولین نے سبطا کو رد کیا ۔

جولین نے واپس ہوتے ہی امیر موسیٰ بن نصیر عامل افریقہ سے ملاقات کی جس کے
ساتھ اس کی فوجیں بارہا مصروفِ جنگ رہ چکی تھیں۔ اور اس سے کہا کہ آج میری اور تمہاری
لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اب سے ہم اور تم دو دلی دوست ہوئے۔ اور اثنائے گفتگو میں اس سے صفے

Marfat.com

اسپین کی زرخیزی اور خوبصورتی کے افسانوں سے عربی جنرل کے دل میں خوب شوق پیدا کیا۔ اُسکے صاف وشفاف چشمے۔ سرسبز وشاداب چراگاہیں۔ لذیذ انگور۔ خوشگوار زمینوں۔ اُس کے عالیشان شہر اور شاہی محل اور گاتھ کے لبریز خزانے۔ اور کہا کہ یہ ایسا مُلک ہے جہاں گویا شہد و دودھ کی نہریں بہتی ہیں۔ **موسیٰ** اصرف نہانے جانے کی دیر ہے۔ گئے اور فتح ہُوا میں خود تمہیں ہمسنہ بتلاؤنگا اور اپنے ہی جہاز دونگا۔ مگر عربی جنرل ایک مرد دانا اور دُور اندیش تھا اُس نے خیال کیا ممکن ہے کہ جولین کی اس تجویز میں جو اچھی خاصی دعوت ہے کوئی **دام تزویر** ہو۔ پس اُس نے خلیفہ دمشق کی خدمت میں ایک قاصد بھیجکر استمزاج کیا۔ اور ساتھ ہی اطمینان کے لئے پانسو آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جمعیت بسرداری **طارف** جولین کے چار جہازوں میں اس لئے روانہ کردی کہ سواحل اُندلس پر لوٹ مار کے حملے کرکے چلے آویں یہ واقع ۷۱۰ء کا ہے۔ اہل عرب نے اُس وقت تک بحر روم میں جہاز رانی شروع نہ کی تھی اس واسطے موسیٰ نے نہ چاہا کہ اس مختصر سی جمعیت سے زیادہ آدمی سمندر کی بلاخیز موجوں میں جھونک دئے جاویں۔

طارف اپنی خدمت کو پوری طرح انجام دیکر کامیابی کے ساتھ جولائی میں واپس آیا۔ اسپین میں وہ اول مقام پر اُترا تھا جو اب تک اُس کے نام سے **طاریفا** مشہور ہے۔ اُس نے **الجزاس** کو لوٹا۔ اور گاتھ کی بے پناہ سلطنت کے جو فسانے کونٹ جولین کی زبانی سُنے تھے اُن کی تصدیق کی۔ اور خوب جان لیا کہ حملہ آوران عرب کا میری نیک نیتی اور نمک حلالی پر مدار ہے۔ مگر باوجود اس غیر متوقع کامیابی کے موسیٰ نے زیادہ جرات نہ کی۔ اُدھر خلیفہ دمشق نے بھی تمام افواج اسلامیہ کو اپنے نامعلوم خطرہ میں ڈالنے سے بتاکید منع کر بھیجا۔ اور صرف چند چھوٹے چھوٹے لوٹ مار کے حملے کرنے کی اجازت دی۔ لیکن آخر کار فتح کی امنگوں نے عربی گورنر کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور دوبارہ قسمت آزمائی پر آمادہ کردیا چنانچہ ۷۱۱ء میں جب اس کو یہ معلوم ہُوا کہ شاہ رازرق اضلاع شمالی میں قوم باسکش کی آتش بغاوت فرو کررہا ہے۔ تو وقت کو غنیمت جان کر اُس نے سات ہزار آدمیوں کی ایک مختصر جمعیت جس میں اکثر مور باشندگان بربری تھے۔ بسرداری طارق سواحل اُندلس پر پہلے کی طرح حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کی۔ اس مہم میں بھی امید سے زیادہ کامیابی ہوئی طارق اول لائین راک **قلعۃ الاسد** پر جو آج تک اُس کے نام سے جبل الطارق یا جبرالٹر مشہور ہے اور یہاں سے بعد فتح **قرلیطہ** اندرونی حصوں کی طرف بڑھا۔ وہ زیادہ دُور نہ گیا تھا جو اُس کو معلوم ہُوا کہ گاتھ ایک ٹڈی دل شاہ رازرق کے ماتحت مقابلہ کے لئے آرہا ہے۔ چنانچہ دونو فوجیں ایک چھوٹے سے

Marfat.com

دریا کے کناروں پر مقابل ہوئیں جس کو مسلمان **وادی بکا** کہتے ہیں اور جو وادی بیت کے متصل بہتا ہے پچھلا دریا اس طریفالگر کے پاس ہو کر سٹریٹ تین کو جاتا ہے ⁂

اسپین میں جو فسانے زبان زد عوام الناس ہیں۔ اُن میں یہ حالات نہایت عجیب و غریب پیرایے میں بیان کئے گئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ واقعہ مذکور الصدر سے کچھ عرصہ پیشتر ایک دن جب شاہ رازرق قدیم دار الخلافہ ٹولیڈو (طلیطلہ) میں جشن نوروزی کر رہا تھا تو اچانک دو بوڑھے آدمی دربار میں داخل ہوئے۔ یہ دونو پرانی وضع کے سفید جبے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے لمبے لمبے خوشنما پٹکوں پر منطقة البروج کی تصویریں منقش تھیں جن میں سے بیشمار گچھے کے گچھے لٹک رہے تھے۔ شاہ رازرق کے سامنے آکر بعد ادائے مراسم شاہانہ انہوں نے اس طرح خطاب کیا "اے بادشاہ قدیم زمانہ میں جب **شاہ ہرقل** نے سمندر کے کنارہ پر وہ مینارے نصب کئے جو آج تک اسی کے نام سے مشہور چلے آتے ہیں تو اُن کے ساتھ ایک نہایت عالیشان اور مضبوط عمارت بشکل گنبد امر قدیم شہر کے حوالی میں بنوا کر اُس میں ایک طلسم رکھا اور اُس کو آہنی کواڑوں اور چوکھٹ سے محفوظ کر کے اُس میں فولادی قفل ڈالدئے اور بنظر دور اندیشی و احتیاط یہ انتظام کیا کہ ہر ایک بادشاہ جو سریر آرائے سلطنت ہو اپنے نام کا ایک علیحدہ قفل دروازے پر لگادے اور یہ بھی خیال کہ ہمیشہ از وقت افشائے راز نہ ہو۔ یہ پیشین گوئی کی جو شخص مخفیات گنبد کو طشت از بام یا کم از کم دریافت کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ سخت مصائب و آفات میں مبتلا ہوگا چنانچہ ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے ہرقل کے زمانے سے لے کر اس وقت تک گنبد کی حفاظت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کبھی کسی کو اُس میں گھسنے نہیں دیا۔ اگرچہ بعض بادشاہوں نے اسرار گنبد کو دریافت کرنے کی کوشش بھی کی مگر اُن کے اس ارادہ کا انجام یا تو موت یا کوئی آفت ناگہانی ہوئی۔ غرض دروازہ سے آگے قدم رکھنا آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اے بادشاہ اس وقت ہم حضور میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ بھی اپنے نام کا ایک علیحدہ قفل لگادیں" ⁂

یہ کہا اور سلام کر کے دونو رخصت ہوئے۔ ادھر شاہ رازرق جب اس حیرت انگیز قصہ کو سن چکا تو اس کے دل میں دریافت راز کا شوق پیدا ہوا اور یہاں تک بڑھا کہ جب اُس کے مشیروں اور بشپ (ایک مذہبی عہدہ دار) نے اُس کو متنبہ کیا اور کہا کہ آج تک گنبد کے اندر کوئی شخص زندہ داخل نہیں ہوا حتیٰ کہ **قیصر اعظم** بھی اس قسم کی جرأت نہ کر سکا کیونکہ **نقادیم کہنہ** میں بھی لکھا ہے کہ گنبد کا بھید کوئی دریافت نہ کر سکیگا۔ مگر ایک بادشاہ جو اپنے سلسلہ میں اخیر ہو گا

Marfat.com

اور اُس کو بھی یہ امر اُس وقت میسر ہوگا جبکہ ستون سلطنت مرکز ثقل سے ہل جائیگا جب باہمی نفاق و بیوفائی اُس کی بیخ و بُنیاد کو کھوکھلی کردینگی اور غضب الٰہی نازل ہوگا۔ مگر شاہ راذرک ان تمام نصیحتوں کے برخلاف ایک روز بُت سے سوار اور پیادوں کو جلو میں لیکر گنبد کی جانب روانہ ہوا ؂

یہ گنبد کئی چٹانوں کے بیچ میں ایک بلند قلعۂ کوہ پر واقع تھا۔ اس کی دیواریں سنگ مرمر و سنگ زبرجد سے بنائی گئی تھیں جن پر نہایت نازک اور دقیق نصیحتیں کندہ تھیں اور جو اس قدر صاف شفاف تھیں کہ باوجود اس قدر پُرانے ہونے کے آفتاب کی دست درازیوں کی تاب نہ لاسکتی تھیں۔ گنبد کا دروازہ پورے پتھر سے تراش کر بنایا گیا تھا جس کے کواڑوں پر ہرقل سے لیکر ڈنرا کے زمانہ تک تمام شاہانِ سلف کے ہاتھ کے بھاری بھاری قفل پڑے تھے۔ دروازہ کے دونو جانب وہ دونو بوڑھے کھڑے تھے جو دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے ہر چند شاہ رازرق کو منع کیا۔ اور سخت مصیبت کی پیشین گوئی کی لیکن جب اُن کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی تو ناچار وہ بھی کمربستہ ہوگئے اور شاہ رازرق کے جوان سپاہیوں کے ساتھ تمام دن اُن بھاری قفلوں کے کھولنے میں مصروف رہے۔ بالآخر قریب غروب آفتاب تمام قفل کھل گئے اور بادشاہ مع اپنے ہمراہیوں کے دروازہ کی جانب بڑھا اور کواڑ کھولکر اول ایک وسیع کمرہ میں داخل ہوا۔ اِس کمرہ کے دوسری جانب ایک اور ایسا ہی دروازہ تھا جس سے پاس کے کمرہ میں راستہ جاتا تھا۔ اس دروازہ کے سامنے اس طرف پیتل کی ایک بڑی مہیب خوفناک مردانہ تصویر ایستادہ تھی اور ایک بھاری گُرز ہاتھ میں لئے دمبدم زمین پر مارتی تھی۔ یہ دیکھ کر تھوڑی دیر تک تو شاہ رازرق خوف و حیرت میں غرق رہا۔ لیکن جب اُس کے سینہ پر یہ فقرہ "میں اپنا فرض منصبی پورا کرتا ہوں" کندہ دیکھا تو اُس کا حوصلہ بڑھا۔ اور اُس کو قسم دیکر کہا۔ "مجھ کو گذر جانے دے میرا ہرگز یہ منشا نہیں کہ اس گنبد کو ضرر پہنچاؤں یا اس کے در پئے تخریب ہوں صرف راز دریافت کرنا چاہتا ہوں"۔ یہ سنتے ہی طلسمی تصویر یک بیک گرز تھام کر خاموش کھڑی ہوگئی۔ بادشاہ مع اعیان و ارکین اُس کے نیچے سے گذر کر دوسرے کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کمرہ کی دیواروں پر جابجا ہر قسم کے قیمتی پتھر نصب تھے اور عین وسط میں ہرقل کے ہاتھ کی ایک میز بچھی تھی۔ جس پر ایک صندوقچہ رکھا تھا۔ صندوقچہ پر یہ عبارت کندہ تھی۔ "تمام مخفیات گنبد اس بکس میں ہیں بجز ایک بادشاہ کے اس کو کھولنے کی اور کوئی جرأت نہ کرسکیگا۔ لیکن ذرا اس کو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ قسمت اُس کو عجیب و غریب نعمات دکھلائی دینگے جو مرنے سے پہلے اُسے پیش آئینگے ؂

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۷

طلیطلہ کی ایک عمارت

Marfat.com

Marfat.com

جب شاہ رازرق نے کتاب کھولا تو بجز ایک بڑی ڈال کے جو دو تین گتھیوں سے پیچ در پیچ بنی ہوئی تھی
اور کچھ نہ نکلا۔ وصلی پر گھوڑے کے سواروں کی تصویریں تھیں جن کے چہرے نہایت خونخوار
اور ہیبت ناک تھے اور جو ہتھیاروں سے مسلح تھے اور پیشانی تصویر پر یہ عبارت لکھی تھی "دیکھ
اے بادشاہ! ان لوگوں کو جو تجھے سریر سلطنت سے نیچے گرائیں گے اور تیرے ملک پر قبضہ کریں گے"
وصلی پر نظر ڈالتے ہی کہ شاہ رازرق اور اس کے ہمراہیوں نے دفعۃً میدان جنگ میں گیر و دار کا
شور بلند ہوتے سنا طلسمی گھوڑے وصلی کے تختہ پر سے بادلوں کی طرح حرکت کرنے لگے
اور اس مرقع میں ایک حقیقی کارزار کا سماں بندھ گیا۔ بادشاہ رازرق کی آنکھوں کے سامنے
اس عالم استعجاب و حیرت میں جانگزا واقعات ظاہر ہونے لگے جو بالترتیب ایک دوسرے کے
بعد دکھلائی دیتے تھے اور نقش آب کی طرح مٹتے جاتے تھے اور جن سے آنے والے حادثوں
اور آئندہ کے غیبی [illegible]

[illegible]

اور جادو اور بشیر از غیب آفات کے باب یہ بھی ہوا کہ گنبد میں فوراً اسی وقت آگ کے شعلے بلند ہوگئے ہر ایک چیز جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس جس جگہ زمین پر یہ خاکستر ہوا میں اڑ کر گری وہیں ایک قطرۂ خون پیدا ہوگیا ۔

متوسط زمانہ میں اسپین اور عرب دونوں ملکوں کے مؤرخوں نے اس قسم کے حیرت انگیز اور بعید از قیاس واقعات نہایت خوشی سے قلمبند کئے ہیں اور جو نیک و بد شگون طرفین کو لڑائی سے پیشتر پیش آئے ان سے اُن کے حُزن و مُسرت کا خوب اندازہ ہوتا ہے ۔

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ رسول عربی بنفس نفیس طارق کے پاس تشریف لائے اور اس کو تسکین دیکر کہا۔ طارق ! لڑو اور فتح کرلو ۔

فریقین جو دو مختلف مذہب ایک دوسرے کے مقابلہ پر تُلے ہوئے تھے اُن کے خواب و خیالات خواہ کچھ ہی ہوں۔ ہم کو بحیثیت تاریخ نویسی اُن سے بحث نہیں مگر لڑائیوں کا جو نتیجہ ہوا اُس میں امکان شک نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بعد میں طارق کے پاس پانچہزار بربری سپاہیوں کی کمک اور پہنچ گئی تھی مگر تاہم کل فوج بارہ ہزار سے تو کسی صورت میں زیادہ نہ تھی۔ حالانکہ شاہ رازرق کے پاس اُس سے چھ گنے فوج مسلح تیار تھی۔ مگر اس موقع پر یہ امر قابل لحاظ ہے[1] کہ حملہ آور وہ بہادر بربری سپاہی تھے جن کی مایۂ خمیر میں شجاعت اور جنگجوئی تھی۔ اور مزید برایں اس موقع پر ایک نامور صف شکن کے زیر کمان تھے۔ اُدھر ان کے مقابل کون تھے۔ اُنہیں حلقہ بگوش یا بمنزلہ حلقہ بگوش مزارعوں کی ٹوٹی پھوٹی جمعیت جو تمام ملک کا ظلم سہتے سہتے تنگ آگئی۔ اور جن کے سپہ سالاروں میں دو دغاباز سردار مل رہے تھے۔ یہ شاہ وٹزا کے طرفدار اور رشتہ دار تھے یہ لوگ اگرچہ بظاہر شاہ رازرق کی تعمیل احکام کے لئے ہر وقت دست بستہ موجود تھے۔ مگر حقیقت میں اُن کا دلی منشاء یہی تھا کہ جس طرح ہو اس کو بیچ میدان پر تنہا چھوڑ کر دشمن سے جا ملیں۔ اور لڑائی کا فیصلہ اسی کے حق میں کریں ان بدنصیبوں کو اپنے پیارے وطن اور ہموطنوں کے ساتھ دغابازی کرنے کا خیال بھی نہ تھا۔ بلکہ وہ تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ حملہ آوروں کو صرف غنیمت کی حرص یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ چنانچہ جب لوٹ کے مال و دولت سے ہاتھ رنگ چکینگے تو اپنے ملک کو واپس چلے جائینگے اور اس طرح شاہ وٹزا کا خاندان پھر تخت اسپین پر برقرار ہو جائیگا محض اس امید

---

[1] یہ دوسرا امر قابل لحاظ ہے کہ مؤرخ صاحب کو باوجود بے انتہا منصف مزاج اور غیر متعصب ہونے کے طارق اور اس کے دلاوروں کی بہادری تسلیم کرنے میں سخت تکلیف ہوئی ہے ۔

Marfat.com

پر انہوں نے دشمن کی مساعدت کی تھی جس سے ملک سپین آخر کار آٹھ متواتر صدیوں کے لئے مسلمانوں کی حکومت میں آ گیا۔

جب مسلمانوں نے حریف کی ٹڈی دل فوج کو اپنے مقابلہ پر صف آرا دیکھا اور شاہ رازرق پر جو ایک جگمگاتے ہوئے خیمہ کے سایہ میں شاہانہ لباس و اسلحہ زیب تن کئے نہایت کر و فر سے بیٹھا تھا نظر ڈالی تو ذرا دل شکستہ ہو گئے۔ مگر شیر دل طارق فوراً آگے بڑھ کر للکارا کہ خبردار اے دلاوران عرب! اے شیران اسلام! تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے آگے دشمن اور پیچھے سمندر ہے۔ پر جب اللہ مدد ہے تو خوف اس میں کہ کوشید و جامۂ زناں نہ پوشید۔ ہاشمی تلوار کے جوہر دکھلانے کا آج ہی تو دن ہے۔ یہ سنتے ہی عربوں کے حوصلے بڑھے اور سب یکدل و یک زبان ہو کر چلا اٹھے "اے طارق ہم سب طرح تیار ہیں اور جہاں تم چلو تمہارے ساتھ چلنے کو موجود ہیں۔" یہ کہا اور فوراً اپنے سردار کے ساتھ دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ آٹھ روز تک برابر لڑائی کا بازار گرم رہا اور فتح بالکل دشمن کی ہوتی رہی۔ اس موقع پر نقیبوں نے اپنی اپنی فوج کے اٹھتے ہوئے جوش در دل [illegible] زبان نہایت ولولہ انگیز زبان میں بیان کی ہیں درج ذیل ہیں۔ شاہ رازرق نے متواتر اپنی فوج کی صف بندی کی۔ مگر افسوس! شاہ ڈزرا کے تنخواہ داروں نے بیچ میدان کے ساتھ چھوڑ کر دم کے دم میں ایک عبرت انگیز و حسرت خیز سین کر دیا۔

شاہ رازرق کا نوحہ

شاہ رازرق کا شکوہ و بلخ آٹھ متواتر میدان ہارنے کے بعد اس وقت ہر طرف سے ٹوٹ [illegible] دل شکستہ ہے اور خود شاہ رازرق نے یہ آخری میدان جنگ سے بھاگ [illegible] کر دیں اور اس یاس و حسرت کی حالت میں اپنے نوبت خورد و شاہ سے [illegible] کی طرح [illegible] ہوتا ہے [illegible] شعلوں سے [illegible] [illegible] جس کی دھار [illegible] و سیاہ [illegible] اور اس کی [illegible] ساتھ [illegible] شاہ [illegible] ایک بلند [illegible] اور یہاں سے [illegible] میدان کا

آخری نظارہ کر رہا ہے وہ اُس بلندی سے دیکھ رہا ہے کہ مسیحی نشان کا پھریرا خون میں تر بتر ہوا پڑا ہے۔ فتح کے نعرے اور عربوں کے حقارت آمیز شور سنکر وہ اس وقت نہایت بدحواس اور سراسیمہ ہے اور متحسرانہ نظروں سے چاروں طرف میدان میں دیکھ رہا ہے شاید اُس کو اپنے بہادر سپاہیوں اور دلیر سپہ سالاروں کی جستجو ہے۔ مگر افسوس! وہاں کشتوں کی لاشوں کے سوا کوئی ایسا بھی نہیں کہ لاشوں کو شمار کرے۔ جہاں تک اُسکی نگاہ کام دیتی ہے اُس کو خون کے سوا اور کچھ نہیں دکھلائی دیتا۔ اب اسکو اپنی بربادی کا بالکل یقین ہو گیا وہ ہر چند اپنے آپ کو نوشتہ تقدیر پر صابر کرتا ہے مگر اُسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برس رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ آہ کل تو میں اسپین کا شاہنشاہ تھا آج کیا ہو گیا۔ کل تو نہایت عالیشان اور حسنِ دولت کی بخششوں سے معمور قلعے میرے اور میری فوجوں کے مسکن تھے آج میرے لئے بھی کہیں سونے کی جگہ نہیں! کل تو ہزاروں خدام میری خدمت کے لئے دست بستہ حاضر تھے آج اس بیکسی میں میرا کوئی غمخوار بھی نہیں! دُنیا کی بے ثبات جاہ و حشمت! اے یہاں کی قدیم نہ رہنے والی خوشبو! اب مجھ کو تم سے دلی نفرت ہے۔ تم نہایت ذلیل ہو۔ افسوس میری آنکھیں بدقسمتی گذرنے پر کھُلی ہیں۔ آہ کیسی منحوس گھڑی تھی جب گنج عدم کی تنہائی کو چھوڑ کر میں اس عالم میں پیدا ہوا تھا کیسی نامسعود ساعت تھی جب اس طلسم خانہ میں مجھے سرداری کی مستعار عزت بخشی گئی تھی۔ کیا دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی حرماں نصیب ہو گا؟ کیا آج مجھے۔ نہیں نہیں شاہنشاہ اسپین کو اس غربت و بیکسی میں آفتاب غروب ہو گا؟ اے موت! اے درماندگان روزگار کو نجات دینے والی موت! افسوس آج تو بھی سست ہو گئی! تو ہی خوف نہ کر۔ آ لے" اسپین کا قدیم گیت جس سے اُس زمانہ کے حالات دریافت ہوتے ہیں اس طرح مشہور ہے مگر یہ بات کہ شاہ راڈرک کہاں گیا؟ اور اس کا کیا انجام ہوا آج تک ایک سرِ غامض سمجھی جاتی ہے اس واقعہ کے دوسرے دن صرف اسکی جوتی اور گھوڑا وادی لیت کے کنارہ پر ملے لیکن اُسکی لاش کا کہیں پتہ نہیں ملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دریا میں ڈوب مرا اور موجیں اُسے سمندر میں بہا لے گئیں مگر اہل اسپین کا یہ عقیدہ نہیں وہ اُسکی موت کو جو امر حقیقی تھا امر غیبی میں ملتبس کرتے ہیں جو ان کے اعتقاد کے بموجب اُس کی زندگی تک فانی نہیں ہوا جس طرح ویلز کے قدیم افسانوں اور قصوں میں شاہ آرتھر کی نسبت مشہور رہیں (اور جس طرح بموجب تاریخ ہرودوطس سائرس یعنی کیخسرو کی نسبت قدیم اہل فارس میں مختلف حکایتیں مشہور رہیں) کہ وہ پھر ایک مرتبہ آ کر ان کی حمایت کریگا۔ اسی طرح اہل اسپین کے

Marfat.com

قدیم فسانوں میں خاندان گاتھ کے آخری بادشاہ رازرق کی نسبت بھی یہ روایت مشہور ہے کہ وہ بعد اندمال زخم پھر ایک مرتبہ اپنی آرامگاہ سے جو ایک جزیرہ میں ہے واپس آئیگا۔ اور مسیحیوں کو مشرکین کے مقابلہ پر صف آرا کریگا چنانچہ بموجب اس کے شاہ رازرق نے باقی عمر زہد و تقوٰی و ریاضت و پرہیزگاری میں گذاری اور کبائرہ و صغائر کی سزا میں رفتہ رفتہ روحی سانپوں سے نکلوا کر ڈسے جانے کو اس نے معصیت کاریوں کا کفارہ پورا ہوگیا اور جسمانی اذیت نے اُسے روحانی مرحلے طے کرادی اور وہاں بہ زندگی امن و امان سے اُس جزیرہ میں نقل مکان کر کے اہل اندلس کی غیبت سے بہت سال تک اس کی آمد و آمد اور فتح و نصرت کا انتظار کرتی رہی۔

Marfat.com

دوسرا باب

فتح کی موج

اس جزیرے کی فتح کے بعد موسیٰ گورنر افریقہ نے ایک نامہ فتح بدربار دمشق خلیفہ ولید ارسال کیا اور اس میں لکھا کہ ”اے امیر المومنین! اس جزیرہ کی فتح ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک معرکۂ محشر کی طرح شاندار و نادر ہے۔“ نوید فتح سے تمام مسلمانان دمشق شادی مرگ ہو گئے۔ اور یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ ایک بڑی غیر مترقبہ نعمت تھی۔ اسپین کے قدیم مورخوں نے شاہ راڈرک کی تباہی کو جیسا پرانے قصوں میں منتقل کیا ہے اُن کو چھوڑ کر اب ہم تاریخی واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ... کچھ شک نہیں کہ ... کے ان کامیاب معرکوں نے تمام ملک اسپین کی عنان حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں دیدی۔ طارق اور اُس کے بارہ ہزار دلاوروں نے صرف ایک لڑائی سے تمام جزیرہ نما کو فتح کر لیا۔ اب کچھ زیادہ جرأت اور نبرد آزمائی کی ضرورت نہ رہی تھی کیونکہ جس قدر شہر ابھی پوری طرح مطیع نہ ہوئے تھے۔ وہ سب ہر طرح کمزور تھے اور اس لئے اُن کے زیر کرنے میں معمولی اضطرابات و استقلال کافی۔ چنانچہ فتحمند جنرل اس کامیابی پر اکتفا نہ کر کے فوراً آگے بڑھا اور اگرچہ اسی اثنا میں موسیٰ گورنر افریقہ نے جسے اپنے ماتحت لفٹنٹ کی خلاف توقع کامیابی اور ناموری پر رشک پیدا ہو گیا تھا ایک باضابطہ فرمان بھیجکر آگے بڑھنے سے منع بھی کیا مگر اولوالعزم طارق نے اس حاسدانہ برتاؤ کی ضد کی ذرا پروا نہ کی اور اپنی چھوٹی سی جمعیت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تمام جزیرہ نما کو چھان ڈالا۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے جملہ امصار و قلعہ جات کو فتح کر ڈالا۔

المغیث جو طارق کا ماتحت سردار تھا۔ سات سو آدمیوں کا ایک دستہ لیکر قرطبہ کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچکر شام تک تو اِدھر اُدھر درختوں کی آڑ میں چھپا رہا۔ اندھیرا ہوتے ہی شہر کی طرف بڑھا۔ بارش اور بادلوں کے ایک سخت طوفان نے جسے مسلمان اپنے حق میں تائید آسمانی خیال کرتے ہیں اُن کے گھوڑوں کے سموں کی آواز کو دور پہنچنے سے روک دیا تا آنکہ حوالی شہر میں پہنچکر اُن کو ایک چرواہے سے معلوم ہوا کہ فصیل شہر میں کسی مقام پر شگاف ہے چنانچہ مسلمانوں نے اسی جگہ سے دھاوا کرنے کا ارادہ کیا۔ فصیل سے ملا ہوا ایک انجیر کا درخت کھڑا ہوا تھا ایک جوانمرد سپاہی جو نہایت تیز طرار تھا موقع پا کر جلدی سے اسی درخت پر چڑھ گیا اور وہاں سے فصیل پر کود کر اپنا عمامہ نیچے لٹکا دیا اور

113860

Marfat.com

اس نے [illegible] کے قریب اپنے دل کی سپاہیوں کا اور [illegible] کو گرفتار کر لیا اور شہر پناہ کو گرا دیا [illegible] قتل [illegible] گیا اور [illegible] کو فتح کر لیا ۔

[illegible]

[illegible] ہو گئے [illegible] ۔

یورپ کی [illegible] سپاہیوں کی بہادری [illegible] تمام [illegible] کی بہادری [illegible] سے [illegible] تمام [illegible] اسلام [illegible]

بہت چکرائے اور دل شکستہ ہو گئے۔ ادھر جب تدمیر نے اپنا افسوں کارگر دیکھا تو فوراً اپنے نوجوان غلام کو بھیس کا لباس پہنا کر اور خود صلح کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر بغرض مصالحت کے لئے شہر سے نکلا۔ جب مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا تو عربی جنرل نے اس کو مطلق نہ پہچانا۔ بلکہ ایلچی سمجھ کر نہایت اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ تدمیر نے (عربی جنرل کی طرف مخاطب ہو کر) "میں حاکم شہر کی طرف سے ایسی شرائط پر آپ سے صلح کرنے آیا ہوں جو آپ کی بلند حوصلگی اور رعایا پرورش سے بعید نہ ہوں آپ دیکھتے ہیں کہ فصیل شہر اور اس پر ناکے کس قدر محفوظ ہیں اور کہاں تک محاصرہ کو سہ سکتے ہیں۔ لیکن میرے مآل اندیش حاکم کو یہ بات منظور نہیں ہے کہ اپنے سپاہیوں کو مفت دشمنوں کی تیغ کی نذر کرے۔ آپ وعدہ فرمائیں کہ اہل شہر کو مع اپنے اہل و متاع نکل جانے کی اجازت ہے۔ کل صبح دم شہر خالی کر کے آپ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ورنہ ہم ہر طرح تیار ہیں حتیٰ کہ ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔"

المغیث کو یہ معقول بات بہت پسند آئی چنانچہ وہ بخوشی صلح پر راضی ہو گئے اور شرائط طے ہونے کے بعد جب عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر عربی جنرل کی مہر لگ گئی تو تدمیر نے بھی اپنے دستخط کر دئیے اور عہد نامہ دے کر کہا کہ "حاکم شہر میں ہی ہوں" اس کارروائی کے بعد تدمیر مع اپنے نوجوان غلام کے شہر میں واپس آ گیا۔

صبح دم شہر پناہ کھلا۔ اور حسب قرارداد ایک انبوہ کثیر نکلنا شروع ہوا۔ سب سے پہلے تدمیر اور اس کے نوجوان غلام نکلے جو آلات جنگ سے آراستہ تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک جم غفیر عمر رسیدہ مردوں، عورتوں اور بچوں کا نکلا۔ عربی جنرل نے متعجب ہو کر تدمیر سے پوچھا "میں! اور آپ کے وہ سپاہی کہاں ہیں جو کل اس قدر مضبوطی سے فصیل شہر کو محفوظ کئے ہوئی تھی" تدمیر نے جواب دیا "سپاہی تو میرے پاس ایک بھی نہیں۔ رہے محافظین سو آپ کے سامنے موجود ہیں۔ انہیں عورتوں سے میں نے اپنی فصیل شہر کی حفاظت اور نگہبانی کی تھی۔ ایک یہ غلام ہے۔ اس کو ایلچی سمجھو۔ محافظ یا سپاہی"۔ المغیث تدمیر کی اس ایماندارانہ کارروائی اور دانشمندانہ حکمت عملی پر ششدر رہ گیا۔ اور اس قدر خوش ہوا کہ اس کو صوبہ مرسیا کا گورنر مقرر کر دیا جو آج تک اسی کے نام سے تدمیر یاد کیا جاتا ہے۔ ہرچند کہ باعتبار پولیٹیکل لائف کے اہل عرب سخت کشمکش کے عہد میں تھے مگر تاریخ واقعات سے معلوم ہوتا ہے اس حالت میں بھی ان کو قواعد رزم سے نہ صرف واقفیت ہی تھی۔ بلکہ پورا عمل بھی تھا چنانچہ انہوں نے بہت جلد اپنے خطاب کو اس درجہ تک پہنچا دیا جو نائٹ (نامور بہادر) کو زیبا تھا۔ اور جس کی وجہ سے سینکڑوں برس بعد تک اہل سپین باوجود فتحیابی۔ ان کو "نامواران یا بہادران غرناطہ" "زمینین" یا "البیٹ" کے معزز خطاب سے مخاطب کرتے رہے۔

Marfat.com

اسی اثنا میں طارق بڑھتے بڑھتے تولیڈو یعنی دار السلطنت شاہان گاتھ تک پہنچ گیا۔
اصل میں وہ سرداران گاتھ کی تلاش میں تھا۔ اور اس کو امید تھی کہ یہ لوگ طلیطلہ میں مل جائینگے۔ مگر
یہاں پہنچکر جب شہر مذکور پر جو ہنوز یہودیوں کی حفاظت میں تھا وہ قابض ہوا۔ تو اس کو معلوم
ہوا کہ سرداران مذکور وہاں سے بھی مفرور ہو گئے اور کوہستان آسٹریا میں پناہ گزین ہیں
صرف بعض دغاباز لوگ مثل کونٹ جولین اور شاہ وٹیزا کے رشتہ داروں کے رہ گئے جن کو عمدہ
اعلے اعلے عہدے دیئے گئے۔ غرض جب تمام سردار اس طرح مفرور ہو گئے اور میدان صاف ہوا۔ تو
مسلمانوں کا قدم ملک میں جم گیا اور کوئی مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہا۔ اسپین حقیقت میں خلفائے
اسلام کی اس عظیم الشان سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا جو کوہستان ہندوکش سے لے کے بحر ظلمات
کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس کا مرکز حکومت دمشق تھا۔ فتح اسپین میں جو کسر باقی رہ گئی تھی
اس کو موسےٰ گورنر افریقہ نے پورا کر دیا۔ جب اس نے فتح مند طارق کی متواتر کامیابیوں کا حال
سنا تو ایک خاص دستہ فوج لیکر بذات خود روانہ ہوا۔ تاکہ وہ بھی اس فتح نامور ی
میں حصہ لے۔

بنا بریں سنہ ۹۳ ہجری کے موسم بہار میں اٹھارہ ہزار جوانان عرب ساتھ لیکر آبنائے مذکور کو عبور کر کے
قرمونا سیویل اور میریڈا کے شہروں کو جو ابھی تک فتح نہیں ہوئے تھے۔ فتح کیا۔ انقلابات
کو پیش نظر رکھ کے طارق سے ملنے کے لئے تولیڈو کی طرف بڑھا۔ جب طارق اور اس کے
افسر ... ساتھ ... آرام کے ساتھ موسےٰ کے
استقبال کو آیا تو موسےٰ نے ... اور ... عدول حکمی یعنی باوجود ممانعت
آگے بڑھ جانے پر سخت ملامت کی اور ... سخت کیا ... قابل نہیں
کہ اس نے مسلمانوں کی ... اس کے ... اس کے بعد موسےٰ نے اس کو قید کر دیا
جب امیر ... خلیفہ ولید تک پہنچی تو اس نے ناراض ہو کر موسےٰ کو دمشق طلب کیا
اور طارق کو ... بحال کر دیا۔

اس ... سے ... نے ... ابتدا ... میں ...
ہوا ... طرف ... کیا ... خیال ... دکھلانے
کی ... نے ... آگے بڑھے
... شہر ... تھا۔ اور ...

Marfat.com

کرکاسون اور ترتبون شہروں پر قابض ہوگیا۔ اور ان مقامات کو اپنی فتوحات کا مرکز گردان کر گندمی
اور ایکوئی ٹینا پر حملے کرنا شروع کر دیئے لیکن ۷۲۱ء میں ایوڈیز ڈیوک آف ایکوئی ٹینا نے
مُسلمانوں کو شہر ٹولوز کی فصیل کے نیچے شکست فاش دی۔ تاہم اس طرف کی مزاحمت نے انہیں
پھر دوچند تیزی سے مغرب ہی کی طرف مائل کر دیا چنانچہ ان اطراف میں انہوں نے بیون کو
تاخت و تاراج کر ڈالا۔ قوم سن سے خراج لیا اور ۷۳۰ء میں ایوگنن پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے
اردگرد کے اضلاع پر چھاپے مارنے لگے۔ صوبہ نادیون کے جدید گورنر عبدالرحمن نے تمام
گال کی فتح کا ارادہ کیا۔ اور ایوڈیز جو فتح ٹولوز پر نازاں ہو کر خود مُسلمانوں کے ملک پر فوج کشی
کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اُس کے تمام تدابیر و تجاویز کو خراب کر کے ٹریکونیز اور ایکوئی ٹینا پر چڑھائی کی
اور دریائے گارون کے کناروں پر خود ایوڈیز کو شکست فاش دیکر اس طرح اسکی خواب پریشان کی
تعبیر دی۔ یہاں سے مظفر و منصور ٹوورز کی طرف بڑھا جہاں اس کو درگاہ سینٹ مارٹن
کے خزانہ کا پتہ لگا تھا۔ اُدھر سے چارلس پسر پیپن دی ہسٹائل جو اُس وقت فرانس کا اصلی
بادشاہ تھا۔ اُس کے استقبال کو بڑھا۔ کیونکہ میرو ونجین بادشاہ لوتھائر جس کا کچھ اقتدار نہ تھا
یہ تاب مجال نہ رکھتا تھا کہ اپنے طاقتور عبدالرحم کے خلاف مرضی کوئی کام کرے۔ پوائٹرز
اور ٹوورز کے درمیان دونوں سرداروں کا مقابلہ ہوا۔ مُسلمان خوشی خوشی میدان جنگ کی طرف
بڑھے کیونکہ اُن کو وادی لیت کی فتح ثانی کی اُمید تھی اور کیلیس سے لے کے مارسلیز تک تمام دلکش
فرانس کو اپنا پیش پا افتادہ شکار خیال کرتے تھے۔ اس موقع پر تمام یورپ کے لئے ایک نہایت
نازک اور مشہور نتیجہ نکلنے کو تھا چنانچہ یہ لڑائی دنیا کے پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیوں
میں شمار کی جاتی ہے۔ گویا جس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے آج عربی اور فرانسیسی تلواریں میان
سے نکلی پڑتی تھیں۔ وہ یہ تھا کہ "یورپ میں دین محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اشاعت ہو۔
یا بدستور دین مسیحی جاری رہے۔ آیا آئندہ نوٹرڈیم مسجد ہو یا گرجا۔ بلکہ شاید یہ بھی کہ آیا سینٹ پال
جب کبھی تعمیر ہو کر تیار ہو تو اُس کی سقف نگاری میں حمد و ثنائے کردگار کی آوازیں کس طرح بُلند
ہوں؟ نعرہ تکبیر اللہ اکبر سے یا آواز جرس گکنس ڈانس سے۔ اگر مُسلمانوں کے پروگریس ٹوورز
پر مسدود نہ کیجاتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ انگلش چینل پر وہ خود ٹھہر جاتے۔ مگر جیسا کہ نوشتہ تقدیر تھا
مُسلمانوں کے حملہ کی اُٹھتی ہوئی موج کا یہیں منتہا تھا جس کے بعد فوراً جزر شروع ہو گیا۔ چارلس
اور اُس کے فرانسیسی بہادر ہسپین کے گاتھ اور روس کی طرح زنانہ مزاج نہ تھے۔ باعتبار جفاکشی

Marfat.com

اور نبرد آزمائی۔ اگر زیادہ نہیں تو مسلمانوں کے مدِمقابل تو ضرور تھے۔ بلکہ اُن کے خوبصورت اور شاندار قدموں نے اُن کو کامیابی کا مزید بہترین موقع دیا۔ چھ دن تو معمولی جواب و سوال اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں گذر گئے۔ ساتویں دن عام بازار جانفروشی گرم ہوا۔ شہزادہ چارلس اپنے لشکر سے نکلا اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتا ہؤا اس دلیری سے آگے بڑھا کہ کسی کو اُس کے مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور دائیں بائیں اس قدر سخت وار کئے کہ اُس روز سے اُس کا نام چارلس مارٹل (کارل آف دی ہیمر) مشہور ہو گیا۔ بہادر سردار کی اس دلیرانہ جانبازی سے سپاہیوں کا دل بڑھ گیا۔ اور ایک جُتھے ہوئے جوش اور صف شکن طاقت سے مخالفین پر ایک ساتھ حملہ کر دیا مسلمانوں کی صفیں تہ و بالا ہو کر منتشر ہو گئیں اور میدان سے بھاگ نکلیں۔ اس جنگ میں اُن کی اس قدر خونریزی ہوئی کہ یہ واقعہ اندلس میں مدتوں تک ایک لرزانے والے خوف سے یاد رہا۔ اور میدان "گنجِ شہدا" مشہور رہا۔

اس فیصلے سے مغربی یورپ تو اس نازک خوف سے آزاد ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے ہو گیا اُدھر مسلمانوں کو اس سے اس قدر نقصان پہنچا کہ سپین کی آئندہ متواتر صدیوں کی حکومت میں بھی کبھی ان میں سے کسی نے فرانس کا رُخ نہیں کیا۔ تاربون اور اُس ملحقہ پر جو کوہ پرینیز کے ڈھلوان جانوں کی حد بندی کرتے ہیں بیشک وہ کچھ عرصے بعد بھی تاخت و تاراج اور حکومت کرتے رہے۔ بلکہ صوبہ پرووانس بھی اُن کے تاخت و تاراج کا ہدف بنا رہا۔ مگر اس کے آگے اُن کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ میدان ٹوورز کے خوفناک معرکے نے جس طرح فرانس کی آزادی کا ہمیشہ کے لئے ایک دفعہ فیصلہ کر دیا تھا۔ اسی طرح اسلام کی فتوحات کی بھی حد قائم کر دی تھی۔ فرانس کے سرسبز و شاداب میدانوں میں مسلمان سمندر کی پُر جوش موج کی طرح بڑھ آئے تھے۔ مگر اب فرانسیسی ہیرو چارلس نے گویا اُن کو آواز بلند سنا دیا "یہاں تک تو تم آ چکے ہو آؤ لیکن آگے نہ بڑھو۔ آگے تمہارے مغرور قدم روک دئے جائینگے"۔ اور شاہان فرانس کے دلوں پر اپنے حریف ہمسایوں کی دلیری و بہادری کا ایسا سکہ بیٹھا کہ گو اُن کی انفرادی تاخت و تاراج کی تکلیفوں کو وہ طبیعتاً برداشت کرتے تھے مگر باقاعدہ انہوں نے فتح سپین کا ارادہ ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کیا۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ شارلیمن ملقب بہ چارلس ثانی کو اپنے دینی و دنیوی حریف مسلمانوں کی آزادانہ حکومت کوہ پرینیز کے پہلی طرف سخت ناگوار تھی باعتبار دینِ عیسوی کے اپنے سچے عقیدت مند ہونے کے سلسلے میں گویا اس کا عین فرض

نہ ہی تھا۔ باعتبار ایک اولوالعزم اور فتح نصیب بادشاہ ہونے کے اُندلس میں ایک حریف خود سلطنت کا وجود گویا اُس کے کسر شان تھا۔ آخر یہ ہوس نکالنے کے لئے اُس کو ایک موقع ہاتھ آگیا یعنی جب خاندان بنی اُمیہ کے سب سے پہلے بادشاہ کے جلوہ افروز سریر مملکت ہونے سے اُن کے مخالف گروہوں نے حسب عادت فتنہ وفساد برانگیختہ کئے۔ تو خود مفسدین نے ہی شارلیمین کو عربدہ ہائے موجودہ میں دخل انداز ہونے اور غاصبوں کو اُکھاڑ پھینکنے کے لئے بُلا بھیجا۔ سپین کے قدیم مؤرخوں کے نزدیک یہ الفنسو اسٹرباز یعنی ولیعہد شاہ بیلی جیس تھا جس نے شارلیمین کو اپنی مدد کے لئے بُلایا تھا۔ لیکن زیادہ تر قرین قیاس یہی ہے کہ یہ دعوت بعض شکستہ دل مسلمان سرداروں کی طرف سے تھی جو عبدالرحمٰن من قبیل بنی اُمیہ کا جاہ وحشم دیکھ نہ سکے اور اس لئے اُس کی حکومت تسلیم کرنے سے انہوں نے دین اسلام کے ازلی دشمنوں کی اطاعت قبول کرنی زیادہ مناسب سمجھی ؛

الغرض یہ دعوت اُن کی دلی خواہش کے لئے نہایت مناسب تھا کیونکہ شارلیمین کو سکسنی کی سرکوبی سے ابھی فرصت ہوئی تھی۔ اُن کا سردار وٹی کنڈ جلاوطن کر دیا گیا تھا اور اُس کے ہزاروں ہم مذہب بوڑھے جوان بچے دریائے بورن (ایک گرجا کا نام) میں زبردستی بشرف نصرانیت ہوتے جاتے تھے غرض اقبالمند شارلیمین کو دوسری فتح کی تدابیر عمل میں لانے کے لئے خاصی فرصت تھی چنانچہ یہ قرار پایا کہ دعوت سے شارلیمین بلا خود سپین پر حملہ کرے۔ اور دعوت دینے والے مسلمان سپین کے مختلف مقامات پر بغاوت کرکے اُس کی مدد دیں۔ لیکن قرطبہ کے نونہال خاندان بنی اُمیہ کی خوش نصیبی سے تمام منصوبے ناکامی پر ختم ہوئے۔ کیونکہ مسلمانان سپین نے قسمت کو غنیمت نہ جانا بلکہ آپس میں تیغ و سپر ہو بیٹھے اور جب شہنشاہ شارلیمین بہ قرار داد سلسلہ کوہ پیرینیز سے گزر کر سپین میں پہنچا تو اپنے تئیں بے یار و مددگار پایا۔ تاہم اُس نے زیرا گوزا کا محاصرہ کر لیا۔ جو اچانک خبر پہنچی کہ وٹی کنڈ نے جلا وطنی سے واپس آکر سکسنی کو دوبارہ برانگیختہ کر دیا جو پھر آمادہ فساد ہو کر کولون تک چڑھ آئے ہیں۔ اب بجز اسکے اور کیا چارہ کار تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو واپس ہو کر اپنی سلطنت کی حفاظت کرے۔ واپسی میں خود مع دستہ باڈی گارڈ جلد جلد قدم بڑھاتے آگے نکل گیا۔ اور فوج کے ہراول نے ہنوز کوہستانی درے سے سر ہی نکالا تھا کہ حصہ عقب پر اچانک ایک سخت مصیبت نازل ہوئی یعنی قوم باسکن کے جوان جو فرانسیسیوں کے ازلی دشمن اور اُن سے سخت متنفر تھے کوہ پیرینیز کے تنگ و تاریک دروں کے اندر کمینگاہوں میں نہایت ہوشیاری سے چھپے ہوئے تھے جب تک ہراول گزرتا رہا وہ چپ چاپ بیٹھے رہے جب حصہ گزر چکا اور حصہ عقب نے جو ساز و سامان اور لوازمات سفر سے گرانبار تھا

Marfat.com

آہستہ آہستہ اطمینان سے راستہ طے کرنا شروع کیا تو وہ اپنی کمینگاہوں سے نکلکر یک بیک اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس قدر کُشت وخون کیا کہ شاید ایک آدھ فرانسیسی بچا ہو۔ اس خونریزی کو مسیحی مؤرخ نہایت خوفناک عبارت میں بیان کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ لوگ مسلمان مع اپنے بہادران لی اون کے تھے جنھوں نے شاہ چارلس پر اس طرح تباہی ڈالی ؂

سپین کے قدیم گیت سے ہم کو دریافت ہوتا ہے کہ اس فسانہ کا نامور بہادر آنادو تھا جسنے قوم لی اون کے جانبازوں کو فرانسیسی فوج کے غارت کرنے کے لئے اس طرح آمادہ کیا ؂

گیت

برنارڈو تین ہزار سپاہیوں کے گروہ کے ساتھ شہر سے جاتا ہے تاکہ ملک سپین کو فرانسیسی تلواروں کا شکارگاہ ہونے سے بچاوے۔ یہ شہر میدان وآب کے ٹھیک وسط میں واقع ہے۔ یہ چھوٹی جمعیت اس وقت یہاں سے اس واسطے نکلی ہے کہ پیلوز گزشتہ کارناموں کی شوکت اور شہرت کو اس ابدی تاریکی سے محفوظ کرے۔ گویا یہ سب لوگ زبان حال سے کہتے جاتے ہیں۔ ہم کو خدا نے آزاد پیدا کیا ہے۔ اگرچہ ہم اپنے شاہ چارلس کے معزول ہونے کی حالت میں لوپ کرکے اس کی اطاعت کا اقرار کرتے ہیں مگر تاہم آزادی ہماری صفت خانہ زاد ہے خدا کے حکم سے ہماری امداد اس کے تا آمد ہوئی لیکن خدا نے یہ حکم کبھی نازل نہیں فرمایا کہ ہم اپنے بچوں کو ایک اجنبی بوش ملک کے وارث جیسے رہا ہیں۔ ہم ایسے بزدل نہیں ضعیف بازو یا زبردست نہیں۔ نہ ہماری رگیں مسیحی خون سے اس قدر خالی ہیں کہ اپنا عہد توڑ دیں۔ اور کسی بادشاہ یا سلطان سے ڈر کر اپنی آزادی بیچ دیں۔ کم سے کم ہم اپنا حق ولادت یا ارث لونڈ و نثار کردینگے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ نیمت بھی ہم کو خونریزی کا بدل نہ ہوگی۔ اگر مشیت ایزدی ہے تو شاہ چارلس جو ایک معزز ملک سپین کا بادشاہ ہوگا۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھیگا کہ اہل لی اون مشغول بر اندختن ہوئے تھے۔ وہ اس امر کا شاہد ہوگا کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کی طرح کیونکر جان نثار کیا اور کیونکر ہیوس ہیم ہی کی دلیری اور جرأت منتشر کیا انشاء اللہ نفع در زمین کہلانے کی مستحق نہ ہوگی جس شہر نے ہمیشہ دامن لبیا کے سمندر کو اپنا گزرگاہ ہمیشہ تصفیہ کیا ہے۔ وہ شاہی کے حق تبعیت آزادی اور قدیمی قانون کو کیا آج میدان میں جو قدم رنجہ کئے ہوئے دیکھیگا نہیں ہرگز نہیں۔ بے غیرت اور بزدل لوگ جس کو چاہیں ہمیں تحائف طلائی سے مشرف کریں۔ نامستقل مزاجوں اور تلون مزاجوں کا جوش کم منطفے ہونا آفتنہ سے ہرگز ممکن نہیں ؂

زبانی قصوں اور فسانوں سے مستنبط ہوتا ہے کہ دلاوران لی اون کے پہلو بہ پہلو جو فرانسیسی شہزاد

Marfat.com

اسٹر باز کے ساتھ شالیمین کی متابعت سے انکار کر دیا تھا۔ ایک بڑی جماعت شہر ہلام کی بھی تھی جو لیبن یا فرانسیسیوں کے حصۂ عقب کے حق میں اس طرح بلائے آسمانی بن رہے تھے بلکہ ایک اور تاریخی فسانہ چارلس ورلینیٹ دان سنفد سیڈو ٹربین سے تو یہ دریافت ہوتا ہے کہ بیس ہزار مسلمانوں کی ایک جری فوج تازہ دم پہنچ کر عیسائیوں پر جو لڑتے تھے از بس شکستہ ماندہ ہو گئی تھی قضا کی طرح ٹوٹ پڑی اور اس قدر کشتوں سے پشتے باندھے کہ بمشکل تمام ایک آدھ ہی جیتا بچا ہوگا ۔

غرض اُس روز کا حادثہ اس قدر خوفناک ہے کہ اُس کی یاد اُس ضلع کے دیہاتیوں کے دلوں پر آج تک کالنقش فی الحجر ہے ۔

چنانچہ جس وقت انگریزی فوج نپولین کے بیتر زک اور سپہ سالاران کے تعاقب میں رینسس ویلز کے درہ سے گزر رہی تھی۔ تو سپاہیوں نے مرد اور عورتوں کے ایک انبوہ کثیر کو اُسی واقعہ کی رزمیہ نظم کو گاتے سُنا۔ علاوہ ازیں اسپین کے خاص شاعروں اور بھاٹوں نے اس معرکہ کے متعلق بہت سے جھوٹ سچ واقعات قلمبند کئے ہیں ان سب سے زیادہ مشہور اور عمدہ امیر البحر گاری نوز کی نظم ہے جس کو ڈان کوایکزوٹ اور سنکو پنزا نے ٹوبوسو میں گائے جاتے سُنا اور جو سر ڈنبر کے اناپ شناپ واقعات سے لبریز تاریخ کے مطابق ہے ۔

وھو ھذا

"اے فرانس کے دلاورو! رانسس ویلز کا معرکہ تمہارے لئے نہایت ہیبتناک ہے کیونکہ اس میں شاہ چارلس کا نیزہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ تم اُس عبرت خیز میدان کو نفرین و ملامت کرو۔ اُس نے تمہارے بہت سے جانباز بہادروں کو جو برنارڈو کے صف شکن نیزہ سے جد و جہد کرتے کرتے لیکر اپنی نامہربان آغوش میں چھپا لیا۔ اُس میں شاہ چارلس کا امیر البحر گاری نوز دشمنوں کے ہاتھ پڑا اور اس کو سات مسلمان بادشاہوں نے گھیر کر بلا رزم بندی کے گرفتار کر لیا"۔ اس کے بعد نظم میں گاری نوز کی قید کا حال۔ اس کا اپنے گرفتار کرنے والے کو ایک تنہا نیزہ بازی میں مار کر انتقام لینا۔ اور وہاں سے فرانس کو بھاگ آنے کی مفصل کیفیت نہایت پرجوش و ولولہ انگیز زبان میں درج ہے ۔

رولنڈ جو ایک شائستہ اور مہیب حاکم اور صوبہ برٹانی کے سرحدی اضلاع کا عامل تھا اسی معرکے میں کام آیا۔ شالیمین کی بابت جو ایک فسانہ مشہور ہے جس کی رو سے اُس نے بڑی بڑی بہادرانہ کارگزاریاں کی ہیں اُس میں رولنڈ کو مرآن سی لاٹ کے نام سے موسوم کیا ہے ۔

جس دن رانسس ویلز میں یہ حادثہ گزر رہا تھا۔ رولنڈ جس طرف لڑائی کا زور تھا شام تک لڑتا رہا اُس نے اپنی تلوار مسمیٰ بہ ڈیورنڈا سے دشمنوں کو شربت مرگ چکھایا۔ مگر افسوس پیشانی کے سامنے اُس کی

Marfat.com

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۳

الجعفریہ واقعہ زاراگوزہ کی ایک محراب

Marfat.com

کچھ پیش نہ گئی۔ آخر زخم کاری کھا کر گھوڑے سے گرا اور زمین پر لیٹ گیا۔ اُس کے عزیزوں اور رفیقوں نے اُس کے گرد ایک ہاتھی حلقہ باندھ دیا۔ جب رُستم نے یہ حالت دیکھی تو پاؤں پھیلا دیئے اور پیامِ اجل کا انتظار کرنے لگا۔ مگر پہلے اُس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اُسے ہاتھ میں لے کر کہنے لگا:۔

"پیاری تلوار! تیری چمک کی آج دُنیا میں کوئی برابری نہیں کر سکتا۔ تیرا موزوں اور پیارا قد۔ حیرت میں ڈالنے والا امزاج۔ تیرا برف سے زیادہ سفید ہاتھی دانت کا قبضہ جو ایک خوشنما صلیب طلائی سے مزین ہے اور جس کی چوٹی پر ایک فیروزی بیش نصب ہے اور جس پر خدا کا مقدس نام منقش ہے تجھ کو خدا نے جوہر آبداری اور تمام ظاہری و باطنی خوبیوں سے زینت بخشی ہے۔ پیاری تلوار! اب کون تجھے اپنا آقا کہیگا۔ جب تک ہاتھ میں تیرا قبضہ رہا وہ کبھی دشمن کے سامنے نہیں جھکا۔ کبھی کسی جبن جھوٹ سے نہیں ڈرا۔ تجھ کو ہاتھ میں لے کر عبد الہی کی رکو زیر کیا۔ دین مسیحی کو بلند کیا اور پوری کامیابی حاصل کی! اے فتح نصیب تلوار! اے برق وش شعلہ زن تلوار! اے بے مثل و بے مانند تلوار جس نے تجھے بنایا بے نظیر نہیں بنایا۔ تیری جست سے کبھی کوئی سلامت بچ کر نہیں گیا۔" یہ کہہ کر رُستم نے اس خوف سے کہ مبادا اُس کی پیاری ڈیورنڈ امنڈ کیں میں سے کسی کے ہاتھ پڑ جائے۔ فوراً ترکِ پتھر پر اس زور سے مارا کہ اُس کے پُرزے پُرزے ہو گئے۔ اس کے بعد اُس نے اپنا نرسنگھا بجایا جس کی بلند آواز تمام ترکوں پر غالب ہو گئی۔ رُستم نے اس وقت اس کو اس قدر زور سے پھونکا کہ اس کی گردن کی سامر گیں پھٹ گئیں۔ نرسنگھا کی مہیب آواز کوہستانی دروں اور چٹانوں سے ٹکرا کر کوسوں تک جا پہنچی اور ایک طرح تمام عیسائیوں میں مُصیبت کی آمد کی خبر پہنچا دیا۔ اس کے کانوں تک بھی جو اپنے لشکر کے ساتھ بہت آگے میل آگے نکل گیا تھا۔ وہ پہنچا۔ اس نے یہ مصیبت آواز کا جواب دینے ہی کو تھا کہ ایک خائن دغا باز نے یہ بیان کر کے [illegible] تک کے بندے کو کیا ہے اُس کے دل سے شبہ رفع کر دیا اور اُس کو اپنے سفر [illegible] کی جنگیں سے باز رکھا۔ آخر رُستم نے اُسی بیکسی میں تڑپ تڑپ کر [illegible] جو اُم خود بہ کار جان بجان آفریں کو سونپ دی۔

ادھر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رہ سکا اور بے اختیار ہو کر ماتم کرنے لگا کبھی گریہ و زاری کرتا تھا کبھی کفِ افسوس ملتا تھا کبھی مُنہ نوچتا تھا۔ اور نوحہ کرتا تھا" اے بادشاہ کے قوتِ بازو۔ اے فخرِ فرانس شمشیر برہنہ۔ اے راست گردانِ فرانس والے سینہ بند آہنیں سینہ سپر ملک۔ امین ملتہ المسیح آفتِ جان اسلام۔ پشت پناہ فقہا۔ ملجائے و ماوائے بیوگان و یتامیٰ۔ اے راست باز اور منصف مزاج حاکم۔ فرانسیسیوں کے مشہور بہادر سردار ہمارے فوجی شجاعوں کی ناک! کیا قتل ہونے کے لئے میں نے تمہیں پیچھے چھوڑا تھا۔ آہ میں تمہیں اپنی آنکھوں سے مردہ دیکھتا ہوں اور خود زندہ ہوں۔ افسوس! کیا تم مجھے بیکسی و بیچارگی کا داغ دے جاؤ گے۔ مجھے ایک بے دست و پا بادشاہ چھوڑ جاؤ گے۔ لیکن ہمارے آسمانی باپ کے تقرب۔ اور شہداء و ملائکہ کی صحبت نے تمہیں ان باتوں سے مستغنی کر دیا ہے ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

ایسی دلگداز زبان میں چارلس نے اپنے مقتول سردار کی نوحہ خوانی کی۔ اور مع حشم و خدم اُسی جگہ منزل کی اور نعش کو انواع و اقسام کے مصالحات اور خوشبویات سے معطر کر کے تمام فرانسیسی شب بیداری کرتے رہے اور مقتول کی عزت میں اردگرد کے ٹیلوں پر روشنی کر کے اور مذہبی گیت گا کے صبح کے سپیدہ دم نعش لے کر روانہ ہوئے اور منزل پر پہنچکر مراسم شاہانہ کے ساتھ مدفون کر دیا۔ یہ خوفناک اور سخت دن ہر ایک فرانسیسی سردار اور نامور بہادر یہاں تک کہ رولنڈ کو بھی ساتھ لیکر اس طرح ہمیشہ کے لئے اُفق کی تاریکی میں چھپ گیا۔ اور اپنا نام ایک لرزانے والے خوف سے یاد کئے جانے کے لئے صفحۂ روزگار پر چھوڑ گیا۔ دنیا میں کسی خفیف سے حادثہ پر اس قدر رزمیہ نظم اور گیت تصنیف نہیں ہوئے جس قدر کہ اس پر یہ معرکہ باعتبار اپنے بھیانک واقعات کے دامن پیری نیز میں دوسرا معرکہ تھرما پولی تھا ۔

Marfat.com

تیسرا باب

باشندگانِ اُندلس

۷۳۲ء میں پوائیٹرز کے معرکۂ تور نے یورپ میں مسلمانوں کی فتوحات کو ہمیشہ کے لئے محدود کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کبھی آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کی بلکہ اپنے مفتوحہ علاقے کے انتظام و نسق میں مشغول ہو گئے اور سپین کے خفیف گوشۂ شمال کے بعد قریباً تین سو برس تک پوری مملکت اسپانیہ پر اس پر حکومت کرتے رہے۔ اس میں شک نہیں کہ معزول شدہ خاندان گاتھ کے وارثان اپنے کوہستانی اضلاع میں نہایت ثابت قدمی سے خود سری اور سرکشی پر اڑے رہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً اپنی موروثی سلطنت کے حصے بزورِ شمشیر فتح بھی کرتے رہے۔ مگر ان حملوں نے تکلیف دہ ہونے کے ساتھ ایسا خدشہ بھی پیدا نہیں کیا جو مسلمانوں کی وسیع و بسیط سلطنت کے لئے کوئی مہلک ہوتا۔ تا آنکہ گیارھویں صدی کے آغاز میں فاتحان اسلام کو اضلاع شمالیہ کی خود سری کو [illegible] ایک مستقل علاج اور آفت ناگزیر سمجھ کر تسلیم کرنی پڑی۔ کیونکہ اس میں [illegible] سے زیادہ قیمتی تھا چنانچہ اضلاع کو چھوڑ دیا۔ نئے والی کیسٹائل [illegible] اپنے بھی بھائیوں کو دیگر [illegible] اضلاع پر [illegible] قناعت کی [illegible] اپنے [illegible] پر آزادی حکومت کے مزے لیں تو مسلمانوں کے سرسبز و خوشگوار اضلاع جنوبی و شرقی [illegible] میں بھی خلل انداز نہ ہوں۔ آٹھویں صدی سے جبکہ اسلامی سلطنت ہسپانیہ کے لئے ایک [illegible] ہوئی اور گیارھویں صدی تک جبکہ عیسوی طاقت کا عروج شروع ہوا ہسپانیہ کے مقبوضات کی تمام [illegible] سلسلہ [illegible] کر دیا۔ جو ملک پرتگال میں کوئمبرا سے شمال مشرق [illegible] چلا گیا [illegible] زاراگوزا پہنچ جاتا ہے۔ زاراگوزا سے ملک کی نہایت مشرقی حد تک دریائے ابرو [illegible] اور دریائے [illegible] میں [illegible] زمین کا فیصلہ کر دیا تھا۔

اس طرح مسلمان [illegible] وادی [illegible] اور [illegible] کی شاداب وادیوں کے مالک تھے جن کے [illegible] اپنے [illegible] قبضہ ثابت کرتے ہیں علاوہ ازیں [illegible] اندلس بھی [illegible] عظیم الشان اور [illegible] کے [illegible] قبضہ میں تھا جس کی دولت [illegible] اور خوش آئند [illegible]

Marfat.com

بخشائشیں عہدِ زمن سے آج تک شہو چلی آتی تھیں۔ اصل میں یہ تقسیم گویا قسامِ ازل نے ہی کر دی تھی۔ کیونکہ جغرافیہ کے لحاظ سے بھی دونو حصے بوجہ اختلافِ آب و ہوا ایک نامعلوم قدامت سے ایکدوسرے سے جُدا چلے آتے تھے۔ شمالی حصہ بغایت سرد کیل انگیز۔ تیز برفیلی ہواؤں کا گہوارہ طوفان خیز بارشوں اور سخت برودت کا نشانہ۔ گو سرسبز چراگاہوں سے لبریز مگر بیشتر ناقابل زراعت ہے۔ جنوبی حصہ بھی گرچہ افریقہ کی گرم اور تُند ہواؤں سے محفوظ تو نہیں مگر فی الجملہ فرحت افزا ہے۔ سرسبز و شاداب اور خوب قابل زراعت ہے۔ دونو حصوں کی حدِ فاصل یعنی سطحِ مرتفع اعظم کو حسنِ اتفاق سے مسلمانوں ہی کے حصہ میں آیا۔ مگر اُس کا قبضہ فریقین میں ایک امرِ متنازعہ تھا اور اس لئے ہمیشہ غیر محفوظ رہا۔ عربوں کو جو تموزت و حرارتِ آفتاب پر گویا عاشق تھے۔ اِن سطحات مرتفع کی برُودت خیز بلندی سخت ناگوار تھی۔ چنانچہ ان کو اُنہوں نے اپنی اُن بربری رعایا کے سپُرد کر دیا۔ جو اوّل ہی اوّل طارق کے ساتھ یہاں آئے تھے اور جن کی اُن عربوں کے نزدیک چنداں وقعت نہ تھی۔ جو مُلک کی فتح سے بہرہ مند ہو رہے تھے +

اِس جزیرہ نما کے دو تہائی حصہ میں جس کو کارپردازانِ قدرت نے اُن کی بود و باش کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور جس کو وہ اُندلس کے نام سے موسُوم کرتے تھے۔ اور ہم تمام جزیرہ نما سے متمیز کرنے کے لئے ایندٹبلوسیا سے کرینگے۔ اہلِ عرب نے وہ عظیم الشان اور بدیع المثال سلطنت قائم کی جو وسطِ زمانہ میں تمام یورپ کو حیرت میں ڈال رہی تھی۔ اور جس نے ایسے تاریک وقت میں جبکہ تمام عظیم براعظم پر وحشیانہ جہالت اور باہمی ستیزہ آرائیوں کی تاریکی چھائی ہوئی تھی مغربی دُنیا کے ہر مُلک کو علوم و شائستگی کے آفتاب کی تابندہ اور درخشندہ شعاعوں سے منور کر دیا تھا۔ ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وحشی قوموں کی طرح اہلِ عرب بھی اپنے ساتھ ظلم آفرین نہب اور نفرت انگیز بربادی لائے تھے نہیں برخلاف جوہات اُندلس کو اپنے فاتحانِ عرب کی مُنصفانہ اور مدبرانہ حکومت میں حاصل ہوئی۔ اس سے پہلے کبھی نصیب ہوئی تھی۔ ہم کو سخت حیرت ہے کہ مُلکداری کا یہ اعلےٰ سلیقہ سیاست مدنی کے یہ پسندیدہ اصول اُن کو حاصل کہاں سے ہوئے ظاہر تو وہ سیدھے عرب کے ریگستانوں سے اُٹھے چلے آتے تھے۔ مزید برایں اُن کی فتوحات کی تیز قدمی کرنے والی اور اولوالعزم ترقی نے اُن کو کبھی اس قدر فرصت بھی نہیں دی کہ غیر قوموں پر حکمرانی کی آئین سیکھتے۔ البتہ اُن کے مشیروں اور صلاح کاروں میں بعض یونانی اور ہسپانی تو ضرور تھے۔ مگر صرف اس قدر ثبوت سے مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ انہی معدودے چند مشیروں کی حسن تدبیر نے کسی اور جگہ (شاید یونان میں) ایسے عمدہ نتائج پیدا نہیں کئے اور نہ ہسپانی مشیر باوجود اپنی سنعداد تحکم کے گاتھ کی تشدد آمیز حکومت کو رعایا سے آپس کے لئے قابل برداشت کر سکے۔ برعکس اسکے مسلمانوں کے زیر حکومت لوگ فی الجملہ اس قدر خوش اور آسودہ حال تھے جس قدر کہ ایک

Marfat.com

Marfat.com

مفتوح قوم اپنے فاتحانِ غیر مذہب و غیر ملت کے زیر حکومت ہو سکتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنے ہم مذہب و ہم مشرب شاہانِ گاتھ کے عہد سے اب بدرجہا زیادہ خوش و خورم تھے۔ آغاز حکومت میں مسلمانوں کو جو دقتیں پیش آئیں اُن میں مذہبی اختلاف کی دقت اوّل درجہ پر تھی۔ مگر بعد کو یہی دقت منتر اور وبال جان ہو گئی تھی۔ اہل اسپین دراصل مسیحی بُت پرست تھے۔ کیونکہ قسطنطین نے جب نئے مذہب کی اشاعت ملک میں کی تھی۔ اُس نے اُن پر نہایت خفیف اثر کیا تھا چنانچہ اب تک بھی لوگ بکثرت رومن مذہب رکھتے تھے قطع نظر اس کے اہل اسپین کو مذہب کی چنداں احتیاج بھی نہ تھی۔ جو کچھ چاہتے تھے وہ صرف یہ تھا کہ کوئی ایسی سڑک ہو جس سے اُن کی دنیاوی زندگی اطمینان اور فارغ البالی سے بسر ہو۔ اور یہ بات اُن کو اس نئے عہد میں حاصل ہو گئی تھی +

شروع شروع میں اگرچہ انقلاب سلطنت کے صریح اور لازمی نتائج یعنی فتنہ و فساد کا ایک مختصر دور دورہ اور اس وجہ سے چاروں طرف تاخت و تاراج کُشت و خون اور آشفتگی کا بازار گرم رہا۔ مگر عربی گورنروں نے ان خرابیوں کا بہت جلد انسداد کر دیا چنانچہ امن و امان قائم ہونے کے بعد اُن کو پورا یقین ہو گیا۔ کہ یہ عزل و نصب اور انقلاب سلطنت اُن کے حق میں ہر گونہ مفید ہے۔ **گورنمنٹ اسلام** نے اُن کو عام اجازت دی کہ اپنے قدیم قوانین بدستور جاری رکھیں اور اپنی ہی قوم میں سے مجسٹریٹ منتخب کریں چنانچہ وہ خود عدالت گستری کرتے تھے ٹیکس وصول کرتے تھے اپنے باہمی تنازعے فیصلے کرتے تھے۔ وہی برگرد [illegible] جو گاتھ کردی میں جمیع اخراجات سلطنت کے ذمہ دار رہتے تھے۔ اب صرف ایک ہلکا سا ٹیکس یعنی جزیہ ادا کرتے تھے اور باقی ہر طرح بری الذمہ تھے۔ البتہ اراضی مزروعہ رکھنے کی حالت میں انہیں کچھ خراج بطور زرلگان بھی دینا ہوتا تھا۔ جزیہ کا اندازہ ادا کنندگان کی حیثیتوں پر منحصر تھا۔ بارہ درہم سے اڑتالیس درہم یا تین پونڈ یعنی تیس روپیہ سے بارہ پونڈ یعنی ایک سو بیس روپیہ تک فی کس فی سال واجب الوصول تھا اور صرف غیر از اسلامیان یعنی عیسائیوں یہودیوں [illegible] تھا اس کے برخلاف زرلگان [illegible] جس کی [illegible] زمین کی حیثیت [illegible] اسلامیان اور غیر از اسلامیان سے [illegible] [illegible] فرق [illegible] [illegible] پناہ گزینان کوہستان شمالیہ [illegible] کاشت کرتے تھے بطور خود دیں۔ ان [illegible] یعنی $\frac{1}{2}$ سے $\frac{4}{5}$ تک اپنے [illegible] [illegible] کے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ [illegible]

Marfat.com

اور اُوری ہیپولا وغیرہ شہر ونکے باشندوں نے اپنی حُسن خدمات اور لیاقت سے گورنمنٹ اسلام کو خاص خاص حقوق تفویض فرمانے پر راضی کیا اور بادشاہ کی ایک محصُول مقررہ ہر قسم کی اشیاء آمد و برآمد اور پیداوار زمین سے مُستفید ہونے کی اجازت حاصل کی خلاصہ یہ کہ جزیہ کے علاوہ مسیحیوں پر اور کوئی گرانبار ٹیکس تھا۔ اور اگر تھا تو اُن کے حریف مُسلمانوں پر اُن سے پہلے تھا۔ بلکہ حق انتقال جائیداد جس کے عہد گاتھ میں وہ مطلقاً مجاز نہ تھے۔ اسی مبارک عہد میں حاصل ہُوا۔ مذہبی آزادیوں میں انہیں کسی قسم کی شکایت ہی نہ تھی ....

...... کیونکہ برخلاف شاہان گاتھ کے جنہوں نے یہودیوں کو طرح طرح کی اذیتیں دینے کے علاوہ اُن سے جبراً اقبال مذہب کرایا تھا مُسلمانوں نے مسیحیوں کو اُن کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ جس چیز کی چاہیں پرستش کریں اور جس کو چاہیں مسجود بنائیں۔ چنانچہ جزیہ کی رقم **بیت المال** کا اس قدر مبارک اور قیمتی حصہ خیال کیجاتی تھی کہ سلاطین قرطبہ ایسے سرگرم واعظین اسلام کو بہ نسبت جرأت دلانے کے باز رکھنے کی طرف زیادہ مائل تھے جو سلطنت کو اس درجہ کثیر المنفعت سیلہ آمدنی سے محروم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اس پالیسی کا آخر نتیجہ یہ ہُوا کہ مسیحیوں نے حکومتِ اسلام کو بطیبِ خاطر قبول کر لیا۔ اور اس عہد کو گاتھ یا فرانسیسی عہد پر کھُلم کھُلا ترجیح دینے لگے۔ حتیٰ کہ اُن کے پریسٹ یعنی مذہبی سردار بھی جن کا زور اب بہت گھٹ گیا تھا موجودہ انقلاب سے اوّل اوّل کچھ یونہی برائے نام ہوئے جس کی تصدیق قدیم افسانہ آنی سی ڈوریا آو بیجا سے جو ۸۰۷ء میں بمقام قرطبہ تصنیف ہُوا تھا خوب ہوتی ہے۔ افسانہ مذکور میں نیک طینت بشپ ایسے نامبارک صلاط سے بھی آزردہ نہیں ہُوا جو مفقود الخبر یا یوں کہو کہ مرحوم شاہِ راڈرک کی بیوہ اور موسیٰ کے بیٹے کے نکاح سے پیدا ہُوا تھا۔ اِس سے بھی بڑھ کر مسیحیوں کا اپنے فاتحوں سے خوش رہنا اِس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی آٹھ متواتر صدیوں کی حکومت میں مذہبی بناء پر ایک دفعہ بھی بغاوت نہیں ہوئی ۔

اور تو سب کچھ تھا ہی مگر یہ انقلابِ سلطنت بیچارے غلاموں کے لئے زیادہ مُبارک ہُوا۔ جو گاتھ اور رومن کی سختیوں سے از بس تنگ آ گئے تھے ضابطۂ غلامی بشرطیکہ ایک متشرع مُسلمان کے اختیار میں ہو۔ اسلام کا نہایت نرم اور شائستہ قانون ہے کیونکہ **رسول عربی** (صلے اللہ علیہ وسلم) جب عرب کے اِس قدیم قانون کی تنسیخ نہ کر سکے جو عربی طرزِ معاشرت کے لئے ہر طرح مضر ہوتی۔ تو اُس کو سہل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا چنانچہ اُن کا قول ہے کہ "تمہارے ابنائے جنس کو خدا نے تمہارا زیردست بنایا ہے۔ پس جس شخص کے مقدر میں خدا نے اپنے ابنائے جنس کا زیردست ہونا لکھدیا ہے۔ چاہئے کہ جو کچھ خود کھاؤ وہی اُسے کھلاؤ۔ جو خود

Marfat.com

پہنچو ہی ایسے [illegible] اپنے کام کی تکلیف دو جو اس کی طاقت سے باہر ہو ...... جو شخص اپنے غلام کو بری طرح رکھیگا ہرگز بہشت میں داخل ہو گا۔ اسلام کے افعال مقبول میں سب سے زیادہ مستحسن اور پسندیدہ غلاموں کی آزادی ہے جس کے قائم کرنے کی علت غائی بالخصوص یہی تھی کہ بعض غیر [illegible] خلاف انصاف سختیوں کا مرفوع ہو جائیے خاص کر اس وقت جبکہ غلام جو [illegible] قبیلوں پر منقسم تھے [illegible] مسیحیوں سے مسلمانوں کے پاس منتقل ہو گئی تھیں۔ [illegible] مزارعین کی حیثیت رکھتے تھے اور مسلمان زمینداروں نے جن کا پیشہ سپہ گری تھا اور جو کاشتکاری اور محنت [illegible] تھے۔ اُن کو زمینوں پر کاشتکار دیہاتی کا تسلیم کرکے یہ شرط کرتے تھے کہ بجائے زر لگان پیداوار [illegible] ایک معمولی حصہ دیا کریں۔ اسی طرح مسیحیوں کے غلام بھی پہلے کی طرح اپنے [illegible] کے حلقہ بگوش رہتے تھے۔ اُن کے لئے بھی آزادی کا نہایت آسان اور سیدھا راستہ موجود تھا [illegible] اتنی تکلیف اُٹھانی ہوتی تھی کہ کسی معزز مُسلمان ہمسایہ کے پاس جاکر کلمۂ اسلام (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ) باواز بلند پڑھیں اور آزاد ہو جائیں۔ کیونکہ اسلام قبول کرنے میں آزادی لازمی تھی۔ پس ایسی صورت میں اسپین کے غلام مشرف باسلام ہو کر حر یعنی آزاد بننے کے لئے اگر سرگرم اور شوقمند تھے تو کیا تعجب تھا افسوس کہ کیتھلک پریسٹ ہی نے ان دلوں کو برکات نصرانیت سے لبریز کرنے میں بہت کم تکلیف اُٹھائی تھی۔ اُن کو اپنے املاک جائداد کی نگرانی انتظام اور فرقہ امرا کی روحانی تعلیم سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ ان اشخاص کی حقیقت کے روحانی سقم رفع کرکے اپنا فرض منصبی پورا کرتے۔ ادھر بت پرستی نیم نصرانیت کو ترک کرنا اور اسلام کے اصول جو اسی قدر نیچر معقول تھے قبول کرنا مخالف اور غلامی پسند دلوں کے لئے کچھ ایسی مضبوط کشش رکھتی [illegible] اسلام کے نئے معتقد نہ صرف فرقہ غلامان ہی تک محدود تھے بلکہ اکثر بڑے بڑے جاگیردار معزز رئیس بھی اس کی ارادتمندی کا دم بھرتے تھے جس سے شاید یا تو جزیہ سے بچنا یا اپنی جاگیروں کو محفوظ رکھنا مقصود تھا۔ اور غالباً یہ کہ وہ درحقیقت اس آخری دین توحید کی عظمت کو دل سے پسند کرتے تھے۔ ان [illegible] یا یوں کہو کہ نومسلموں نے سلطنت [illegible] اندازی کی جیسا کہ ہم آئندہ بیان کرینگے [illegible] نے [illegible] حسب قاعدہ [illegible] اور ہم [illegible] کہ حقیقت میں ان کو دو [illegible] عادتوں کو تبدیل مذہب کے [illegible] ملامت [illegible] تھا اور ان لوگوں میں شمار [illegible] تھے جو [illegible] مذہب بدلتے ہیں۔ اور دین کو دنیا کے عوض بیچ دیتے ہیں [illegible]

Marfat.com

تفریق مدارج بالآخر رفع تو ہو گئے مگر ملک میں خرابی بلکہ طغیانیاں پیدا کئے بدون رفع نہ ہوتے۔

جہاں تک قوم مفتوح کو تعلق تھا حکومت اسلام اُن کیلئے باعث بہبودگی ہوئی۔ کیونکہ اس نئے عہد میں تمام امرا اور مزادران گرجا کی غیر محدود جاگیریں اور ناجائز مقبوضات ضبط ہو کر چھوٹے چھوٹے ملکوں کی شکل میں بدل گئے۔ بلکہ بعض رؤساء گرانبار ٹیکس کی ذمہ داریوں سے بری ہو گئے اور ٹیکس صرف جزیہ (جو غیر از اسلامیاں سے بعوض حفاظت از جملہ آفات ارضی لیا جاتا تھا) اور لگان اراضی کہ جو مسلمانوں اور غیر از اسلامیاں سے یکساں لیا جاتا تھا محدود ہو گیا۔ اور جس طرح غلاموں کو آزاد کرنے کیلئے دور و نزدیک کوششیں کی گئیں۔ اسی طرح غلام رہنے کی صورت میں اُن کی حقیقتاً اصلاح حال کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوا۔ چنانچہ فرقہ آخرالذکر اپنے مسلمان زمینداروں کے ماتحت جو خود کاشت نہ کرتے تھے قریب قریب خودمختار یا دخیلکار کاشتکار بن گیا تھا۔

مگر تاہم یہ حالت ایک طرح عام خیال کے برخلاف تھی۔ اس سے زیادہ کوئی غلطی نہیں کہ اہل عرب کو جو اس قدر حیرت میں ڈالنے والی تیز قدمی سے آدھی مہذب دنیا میں پھیل گئے تھے ہم کسی پہلو پر ایک قوم متحد تصور کریں۔ سچ یہ ہے کہ یہ تصور اس قدر بعید از حقیقت ہے کہ اگر حضرت محمدؐ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول عربی باوجود اپنی تمام نادرالوجود حکمت عملی اور اس مسلم الثبوت کمال کے جو پیغامبری یا سفارت کی دلکش شکل میں دنیا کی نہایت مخالف قوموں کو باہم شیر و شکر کر دیا کرتا ہے بحیثیت حیات اور نفس نفیس کوشش کرتے تو اہل عرب میں اتفاق و اتحاد کا صرف ایک نمونہ پیدا کر سکتے۔ اہل عرب کیا تھے؟ بہت سے مخالف قبیلوں اور فرقوں کا ایک مجموعہ تھا جن میں سے اکثر کئی کئی پشتوں سے باہمی ستیزہ آرائیوں اور خونریزیوں میں مشغول چلے آتے تھے اور جو تمام گروہی حسد سے اس درجہ مبہوت تھے کہ یہ جوش اُنکے دلوں سے پوری طرح کبھی رفع نہ ہوا۔ اگر نو نہاد سلطنت اسلام صرف عرب کے ریگستانوں اور میدانوں تک محدود رہتی تو کچھ شک نہیں کہ ان فرقوں اور قبیلوں کی باہمی مخالفت اُس کو بہت جلد متزلزل کر دیتی چنانچہ اس دعوے کے ثبوت میں یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی عموماً تمام قبائل عرب ایکدم سے برگشتہ اور سرکش ہو گئے تھے۔ اسلام کو استحکام اور اشاعت اُسی وقت حاصل ہوا جبکہ اُن کے پیروؤں نے سپاہیانہ ٹھاٹ بدلا اور جہاد پر کمر باندھی۔ اور جب یہ ہوا تو فتوحات کی سریع الرفتار ترقی نے مذہب کو بچا لیا۔ چنانچہ اہل عرب کچھ دنوں کے لئے اپنی آپس کی لڑائی جھگڑے چھوڑ کر لوٹ مار کی گرم بازاری میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور اگرچہ اُن کی اس کمربستگی کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے مقابل دشمنان خدا و رسول خدا تھے۔ پس اُن کے نزدیک گویا یہ ایک جہاد تھا۔ اور

Marfat.com

جو شخص جہاد یعنی راہ خدا میں جان دیتا ہے وہ بے شبہ جام شہادت سے شاد کام ہوتا ہے مگر ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین اللہ کی اشاعت میں جو اُن کو اس قدر جوش و خروش تھا اُس کی ایک وجہ قیصران روما اور خسروان فارس کے مال و زر اور گرد کی سلطنتوں کے زرخیز صوبوں اور دولتمند شہروں کی طمع بھی تھی ۔

فتوحات کی شہ آشوب تیزی ابھی پورے طور سے ختم نہ ہونے پائی تھی کہ قدیم مخالف[لہ] گروہ اور قبیلے جو موجودہ ترکتازیوں اور اُن کی غنیمتوں [illegible] کے سبب اپنا قدیم سبق بھول گئے تھے [illegible] ان کی [illegible] بلاد مفتوحہ میں نا اتفاقی پھیل گئی حتیٰ کہ خلیفہ دمشق [illegible] صوبوں کے گورنروں کی عزل و نصب صرف اسی بات پر منحصر رہتا تھا [illegible] اندلس میں کے گورنر یا یوں کہو کہ "امیر اندلس" کا تقرر ہوا تو [illegible] خلیفہ دمشق کے اشارہ سے ہوتا تھا۔ اس تفرقہ نے حکومت اسلام کے اوائل پچاس برس تک ملک کے امن و انتظام میں سخت رخنہ اندازی کی۔ گورنروں کا عزل و نصب بالکل اس فریق کی مرضی کے موافق ہوتا تھا جو عنان حکومت دونوں میں سے کسی کے ہاتھ میں نہ دیکھ سکتا تھا [illegible] پسند نہ کرتا تھا۔ یا [illegible] خیال میں کسی مذہب کے تقرر پر سخت معترض[لہ] تھا۔ اور تاریخ اسپین سے ہر کہیں دریافت ہوتا ہے کہ عہد اسلامیہ میں اول سے آخر تک یہ اندرونی نزاعات سلطنت کو کس درجہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں ۔

علاوہ اُن متعدد [illegible] جنگوں کے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے [illegible] اسپین یا اندلس میں ایک اور ایسا قوی سبب [illegible] پیدا کر دیا تھا جو نہایت [illegible] ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ فتح اسپین صرف اولوالعزم طارق اور اُسکے بربری دلاوروں کے ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ اس واسطے ان لوگوں کو [illegible] انتظامات میں ترجیح و تقدم تھا۔ [illegible] بربری اسپین کے رومن مذہب یافتہ باشندوں کی طرح متمول اور خستہ حال نہ تھے بلکہ مذاق زندگی سے خوش ذائقہ اور سپاہیانہ جوش رکھتے تھے۔ وہ قدرتی [illegible] قطعے [illegible] اور [illegible] کے دریائی میدانوں میں [illegible] اترتے چلے گئے ہیں اُن کے [illegible] میں اپنی بیویوں کے [illegible] بادیہ نشینوں نے [illegible] بدل لیا تھا کہ [illegible] خاندان [illegible] ان کے [illegible] تھے چنانچہ [illegible] لپند [illegible]

لہ بعینہ یہی حالت تھی جو [illegible] میں [illegible] کی حالت ہے ۔

Marfat.com

تھے یا اپنے خداوں کی عزت کرتے تھے۔ ناتربیت یافتہ اور وحشی قوموں میں محکومی سلطنت کے خوف کے آثار یہیں سے داخل ہوئے۔ حتیٰ کہ اُن کے جنگجو جبال کا طریقہ بھی یوں ہی جیسا تھا۔ تقریباً بیس سال یہ دو خانہ بدوش قومیں زور آزمائی کرتی رہیں۔ اور اگرچہ بالآخر پالا عربوں ہی کے ہاتھ رہا۔ مگر بزورِ شمشیر نہیں بلکہ فریق ثانی کی رضامندی سے۔ چنانچہ بربریوں نے اُن کو اجازت دیدی کہ ساحل سمندر کے قریب اپنا دارالحکومت بنائیں اور بے تکلف دربار کریں۔ مگر ان کی مشرقی خود سر حکومتوں سے کچھ تعرض نہ کریں ورنہ اہل ملک سے کسی طرح کا غلامانہ برتاؤ کریں۔ بلکہ اُن کو اپنا بھائی سمجھیں یہ برادرانہ طریقہ کچھ عرصہ تک بیشک مفید اثر پیدا کرتا رہا۔ اہل بربر نے جن کی ضعیف الاعتقادی ہمیشہ سے مشہور تھی اور جو کسی نئے مذہب کے قبول کرنے پر نہایت خوشی سے تیار رہتے تھے۔ دعوتِ اسلام نہایت ذوق و شوق سے منظور کی کہ اہل عرب کی قوی الاعتقاد طبیعتیں بھی اُن کے دلوں میں یہ جوش پیدا کر سکتیں۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں تمام بربر اختلافات مذہبی کا گویا مخزن بن گیا۔ اور اسلام کے خشک اور بے رنگ اصول اُن پُرجوش مگر مخفی اصول میں شامل ہو گئے۔ جو وسوسہ پسند اور کمزور طبیعتیں اور مذہبوں کی طرف خواہ وہ کیسے ہی ہوں منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اور مذہب اسلام کے آزاد خیال پیروؤں نے (یعنی وہ حضرات جو اُس کے پاک اصول مقررہ کا اتباع لازمی نہیں خیال کرتے) جب عرب جیسے راسخ العقیدت اور دیندار ملک میں اپنی کساد بازاری دیکھی اور وہاں سے نکال دیے گئے تو یہاں پہنچکر اُنہوں نے اہل بربر کے سادہ لوح لوگوں کو اپنے اصول کے نقش و نگار قبول کر لینے کے زیادہ قابل پایا۔ مذہبی جوش سے متاثر ہونے کی یہی استعداد جو شروع میں اس قدر باعثِ انقلاب ہوئی تھی کہ صرف طارق نے ۱۲ ہزار جوانوں سے تمام ملک اسپین کو مرید بنا لیا تھا۔ اب بھی باعث ترقی ہوئی۔ غرضکہ اہل بربر کے ضعیف اعتقاد دلوں پر مارابوٹ[۱] اب اس قدر مضبوط اور پائدار اثر پیدا کرنے لگے کہ اُن کی خودسر حکومتوں کے اولو العزم سرداروں یا خاص عربی گورنروں سے بھی ممکن نہ تھا۔ اُن کو اپنے محراب و منبر کے گرد حیرت و استعجاب سے تکتے ہوئے ارادتمندوں کا ہجوم کرنے کے لئے کچھ ایسی بہت کوشش کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ صرف چند جھوٹی سچی کرامات کافی تھیں۔ ہر دلعزیز بننے اور تسخیر قلوب کرنے کا یہی طریقہ عربی گورنروں نے اس عمدگی و صفائی سے اختیار کیا کہ گویا یہ اُنہی کا ایجاد تھا یعنی جب انہوں نے ایک معمولی پرسٹس (پریسٹ یعنی قسیس کی بی بی) کی شعبدہ بازیوں کا جادو سادہ مزاج بربریوں کے دلوں پر اس درجہ کارگر دیکھا تو خود بھی اسی راستہ پر ہولئے۔ اور ان شعبدوں (یا جو لفظ مثلاً سیمیائی قوت یا قوت جاذبہ الروح یا کوئی خارقِ عادات۔ اس مفہوم کو تعبیر کر سکتا ہے)

۱؎ مارابوٹ جس سے ولی واعظ مذہبی وکیل یا پریسٹ یعنی قسیس مراد ہے۔

Marfat.com

ہیں جو بہت جلد نہ صرف کمال بلکہ خوب کامیابی بھی حاصل کی۔ مگر یاد رکھنا چاہئیے کہ جو قوم اس قدر سہولت سے مغلوب ہو جائے [illegible] کے ہاتھ میں ہو اور جو [illegible] کی بیخ کنی کرے۔ ہمیشہ اس کی سلطنت کو دفعتاً اور سخت انقلاب لازمی ہے اور [illegible] والوں کے ذرا سے اشارہ پر [illegible]۔ چنانچہ جس قدر [illegible] انقلاب سلطنت کا [illegible] زمانہ میں [illegible] کے اندر واقع ہوئے۔ اُن میں سے اکثر انہی حضرات کی فقرہ بازیوں کی بدولت ہوئے۔ فاطمیوں کے قدم ملک میں کس نے جمائے؟ مروانیوں کو [illegible] اور آپس میں کس نے تختہ الٹا اور پھر عباسیوں کے ہاتھوں کس نے اکھاڑ پھینکا؟ انہی حضرات نے۔ [illegible] حکومت کے آتے ہی انہوں نے [illegible] کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور جب [illegible] ان کے ایک بڑا [illegible] کے لئے رہا پر [illegible] تو موقع پا کر انہوں نے تمام بربریوں کو برانگیختہ کر دیا۔ چنانچہ [illegible] ذرا سے اشارے پر تمام [illegible] اور [illegible] کے قبضہ [illegible] ہو گئے [illegible]

[illegible]

[illegible]

اندلس کے بربریوں [illegible]

[illegible]

Marfat.com

طارق کے ایک ماتحت جرنیل مسمی منوسا جس نے ایوڈ یانز نواب ایکوئی ٹائن کی دختر سے نکاح کر لیا تھا اپنے ہموطنوں کے مصائب و آلام کی خبر سُنکر علم فساد بلند کیا۔ اور جب عربوں کی شکست اور بربریوں کی فتح کی نوبت پہنچی تو کل شمالی صوبوں میں یک بہ یک آگ سی پھیل گئی اور صوبجات گالیشیا۔ بیرڈیا۔ کوریا۔ مع اضلاع سرحدی۔ و دیگر اضلاع قرب جوار کے بربری باشندے آمادہ فساد ہو کر جانب جنوب ٹولیڈو (طلیطلہ) کارڈوا (قرطبہ) الجیسراس (الجزیرہ) کو چلے تاکہ وہاں سے جہازوں میں سوار ہو کر اپنے وطن اور ہموطنوں کے شریک حال ہوں ❊

وقت اور موقع بے طرح نازک و اندیشناک اور عبدالملک امیر اُندلس ایک عجیب ضغطہ میں گرفتار تھا۔ نہ تو اُس کو اپنی سرکش بربری رعایا سے دب کر صلح ہی کرنے منتی تھی اور نہ اُن کی سرکوبی کے لیے شامیوں سے مدد مانگتے۔ کیونکہ اس سے ذرا پہلے جب شامیوں نے قلعہ سوطا میں محصور ہو کر اُس سے مدد مانگی تھی تو اُس نے صاف جواب دیدیا تھا۔ پس اب اپنے اڑے وقت پر کس مُنہ سے اُن سے مدد مانگتا۔ اور بالفرض اگر مانگتا اور وہ دے بھی دیتے تو اس کو یہ خوف تھا کہ مبادا یہاں آ کر وہ لوگ بجائے معین و محافظ ملک ہونے اہل ملک کے حق میں ملک الموت بنجائیں اور موجودہ خطرہ سے زیادہ خطرناک ہوجائیں۔ غرضیکہ عبدالملک اس کشمکش اور ہجوم خیالات میں کسی طرح فیصلہ ہی نہ کر چکا تھا لیکن آخرکار امید و بیم کی ایک سہ ماہی روح حالت میں اُس نے جہاز بھیجکر شامیوں کو بلا ہی لیا۔ مگر تاہم اُن سے اس امر کا وعدہ واثق لے لیا کہ اپنا کام کر چکنے کے بعد فوراً ملک خالی کر دیں اور جہاں سے آئے ہیں چپ چاپ وہیں چلے جائیں۔ چنانچہ شامیوں کی مدد سے عربوں نے سرکش بربریوں کی خوب سرکوبی کی۔ اور اُن کو شکست فاش دیکر اور نہایت بیرحمی سے قتل کر کے اور مار کے اُن کے پہاڑی قلعوں میں بھگا دیا۔ اور اب سب سے اخیر وہ وقت آیا جس سے بچنے کے لیے عبدالملک کی دُور اندیشی نے بہت کچھ کوششیں کی تھیں یعنی شامیوں نے بمقابلہ اندلس کے زرخیز صوبوں اور بیخطر زندگی کے افریقہ کے اُجاڑ بیابانوں اور بربریوں کے تیر و تفنگ سے مخدوش زندگی کو پسند نہ کیا اور یہ دُھن باندھ کر عبدالملک کو معزول اور قتل کر کے اپنے میں سے ایک شخص کو تکلف بے تاج شاہی پہنا دیا۔ اس ناجائز عزل و نصب کا یہ نتیجہ ہُوا کہ قدیم عربوں اور نو وارد شامیوں میں عرصہ دراز تک جنگ و جدل رہی جس سے بیشمار خونریزیاں ہوئیں اور ملک تباہ ہو گیا۔ آخرکار جب خلیفہ دمشق نے ایک لائق اور عقلمند شخص کو اپنی طرف سے گورنر کر کے بھیجا تب اس قضیہ کا فیصلہ ہُوا۔ اُس نے یہاں آ کر متنازعین کو آباد ہونے کے لیے ایک دوسرے سے دور دور دراز سرزمینیں الگ الگ دے دیئے اور اُن میں جو شرِ اور بانیِ فساد تھے اُن کو جلاوطن کرا دیا۔ افواج شامیاں میں جو لوگ مصر کے رہنے والے تھے

Marfat.com

اُن کو حکومت کے لئے صُوبۂ مرسیا ملا جس کا نام اُنھوں نے مصر رکھا۔ اور جو فلسطین کے باشندے تھے۔ وُہ سیدونیا اور آلجیراس میں آباد ہو گئے۔ اسی طرح جاڑدن کے رہنے والے ریجیو (مالاگا) میں اور دمشق کے رہنے والے آلویرا (گرینیڈا یا غرناطہ) میں۔ کنّسرن کے باشندے جین میں آباد ہوئے۔ اِس وقت اُندلس کی باہم خانہ جنگیوں کی ایک بازو تو ٹوٹ گئی۔ مگر گروہی مخالفت ہنوز ہموں آتش دِرکا سبب تھی اور اِس جیسے بسا اوقات محفوظ و مامون حکومت طوائف الملوکی سے مُبتدل ہو جاتی تھی۔ آخرکار یہ شہر آشوبیاں بالکُل اِس وقت رفع ہوئیں جب خاص دمشق کے شاہی خاندان کے ایک ایسے لائق اور مُدبّر نوجوان نے اُندلس میں آکر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی جو اُصول سیاست مدنی اور حکمت عملی کے جوہر سے آراستہ تھا۔ اور جس کے بُشرے سے سطوتِ شاہی کے آثار نمایاں اور خُون میں وہ حاکمانہ رعب و داب ملے ہوئے تھے جو نسل خلافت کا مایۂ خمیر تھا۔ غرضیکہ اس عجیب غریب شخص نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مُلک خس و خاشاک سے بالکل صاف اور تمام مخالف گروہوں اور قبیلوں کو ایک قوم متحد کی شکل میں سُلطان قرطبہ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کر دیا۔ یہ عجیب غریب شخص وُہی **عبدالرحمٰن** تھا جس نے اقبال اور تنزل کے لئے تنہا یمن و شام سے آیا تھا۔ اور ناکام واپس گیا تھا +

Marfat.com

چوتھا باب

ایک نیا دعویدار سلطنت

یعنی

عبد الرحمن

اسلامیہ سلطنت کا بیشتر حصہ چھ سو برس تک **مرکز حکومت** یعنی خلفائے اسلام کی برائے نام اطاعت کرتا رہا۔ شروع میں **منصب خلافت** فی الحقیقت ایک معزز اور مقتدر منصب خیال کیا جاتا تھا۔ اور اسپین سے لیکر دامن ہندوکش تک تمام صوبوں کے گورنروں کا عزل و نصب محض انہیں کی رائے اور مرضی پر تھا۔ مگر چونکہ سلطنت کی وسعت اور عظمت اب اُس حد سے متجاوز ہو گئی تھی جس حد تک کہ مرکز سلطنت اپنے تمام اجزا کو بہ قوت اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ لہذا اکثر مقامی گورنر اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار بن بیٹھے ہیں تاہم یہ ہے کہ وہ عموماً **خلیفۃ اللہ** کی وفاداری اور ہوا خواہی کا دم بھرتے تھے اور بظاہر اُس کو معظم و محترم بھی خیال کرتے تھے۔ مگر فرمانبرداری و اطاعت گزاری میں اُن کو کسی قدر تامل تھا۔ رفتہ رفتہ اُنہوں نے اس ظاہری تکلف کو بھی بالائے طاق رکھدیا اور بہت سے ایسے خودسر خاندان پیدا ہو گئے جو علحدہ خیال لوگوں کی حمایت کرتے تھے خلیفۃ اللہ کی روحانی بزرگی اور برتری کو نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اور اس کو اور اُس کی اولاد کو غاصبان سلطنت جانتے تھے۔ بالآخر نوبت آ پہنچی کہ مذہب روما کیتھولک کے **پوپ اعظم** مقتدائے اعظم کی طرح اُن کا ملکی اقتدار بالکل گھٹ گیا۔ بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے بعض مفسد اور باغی شرارتوں سے بچنے کے لئے حرم سرائے میں گوشہ نشینی اختیار کی اور کسی فوج یا بادی گارڈ بھرتی کر کے اُس سے اپنی جان کی حفاظت کی۔ یہ واقعہ بنیاد خلافت سے تین سو برس بعد کا ہے اس کے بعد جس قدر خلفا مسند آرائے خلافت ہوئے وہ سب سلطنت کے خودسر شراروں کے ہاتھ میں گویا کٹھ پتلیاں تھے جن کے اعزاز و اکرام کی یہ حالت تھی کہ یونہی خفیف سے تزک و احتشام کے ساتھ گدی پر بٹھا دیئے جاتے تھے۔ آخر کار خلافت کے اس ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو تیرھویں صدی کے **طوفان مغل گردی**

Marfat.com

بالکل گُل کر دیا۔ اور اگرچہ سلاطین ٹرکی اب تک اپنے تئیں اس لقب کا مستحق ثابت کرتے ہیں مگر لفظ خلافت
کے اصلی اور قدیم مفہوم کے لحاظ سے اب کوئی خلیفۃ اللہ نہیں[91]۔

سب سے پہلے جس صوبہ نے خلیفہ دمشق کی اطاعت سے انحراف کیا وہ اندلس تھا۔ یاد رکھنا چاہیئے
کہ ان خرابیوں کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ جس قدر خلفاء ایک دوسرے کے بعد مسند نشین ہوئے
وہ بوجہ خاندانی ارث مسلسل نہیں ہوئے چنانچہ چاروں خلفاء راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد جن کا انتخاب کم و بیش عوام الناس کی رائے پر ہوا تھا۔ فریق شام
نے جو اُس وقت ملک میں غالب تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت سپرد کیا۔ اُنہوں نے خاندان
بنی اُمیہ کی بنیاد ڈالی کیونکہ ان کا مورث اعلیٰ اُمیہ نامی ایک شخص تھا اور دمشق کو دار الخلافت
قرار دیا۔

اس خاندان کے چودہ نامور فرمانرواؤں[92] نے سو برس سے زائد عرصہ یعنی ۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک
حکومت کی آخر السفاح نامی ایک شخص نے اس خاندان کو معزول کر کے خود عنانِ حکومت ہاتھ میں لی اور
خاندان بنی عباسیہ کا بانی ہوا۔ کیونکہ اس کا مورث اعلیٰ حضرت عباس رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے
عم بزرگوار تھے۔ خلفائے عباسیہ[93] نے بجائے دمشق کے بغداد کو دار الامارت بنایا۔ اور ۷۶۲ء کے

---

[91] مورخ صاحب [illegible] صاحبان تشیع کی اتباع کرتے ہیں۔

[92]

نام خلیفہ	مدت خلافت
معاویہ	[illegible]
[illegible]	۳ — ۶
[illegible]	۲۰ یوم
مروان	۱ — ۵
عبد الملک	۲۱ — ۱
سلیمان	۲ — ۸
[illegible]	۲ — ۵
[illegible]	۳ — ۱
[illegible]	۴ — ۱
ہشام	۱۹ — ۸
ولید	۱ — ۲
[illegible]	۵ ماہ — یوم
[illegible]	۲ ماہ [illegible]
مروان	۵ — ۸

[93] خلفائے عباسیہ جن کی تعداد ۳۷ تھی ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک مسند آرائے خلافت رہے
(۱) عبد اللہ السفاح (۲) ابو جعفر منصور (۳) ابو عبد اللہ مہدی (۴) الہادی باللہ موسیٰ
(۵) الرشید [illegible] (۶) الامین باللہ محمد (۷) [illegible] (۸) المعتصم باللہ ابو اسحاق۔
(۹) الواثق ابو جعفر ہارون۔ (۹۱) المتوکل علی اللہ جعفر۔
(۱۰) المنتصر باللہ ابو جعفر۔ (۱۱) المعتز باللہ ابو عبد اللہ۔
(۱۲) المہتدی باللہ ابو اسحاق۔ (۱۳) المعتمد علی اللہ ابو العباس۔
(۱۴) المعتضد باللہ ابو العباس۔ [illegible]
(۱۶) المقتدر باللہ ابو الفضل۔ [illegible]
(۱۸) الراضی باللہ ابو العباس۔ [illegible]
[illegible] (۲۱) المطیع باللہ ابو القاسم۔
[illegible]

طوفانِ مغل گردی تک برابر حکومت کرتے رہے معزول شدہ خاندان بنی اُمیہ کا ایک ممبر **عبدالرحمٰن** نامی ایک شخص بھی تھا اُس کے تمام اعزہ واقارب کے ساتھ سنگدل عباسیوں نے نہایت جابرانہ سلوک کئے تھے اور جس جس جگہ اُن کا نشان مل سکا ڈھونڈ ڈھونڈ کر مٹایا تھا۔ انہی مظلوموں کے ساتھ عبدالرحمٰن بھی جان بچا کر بھاگا تھا مگر قسمت کا زبردست تھا۔ دریائے فرات تک صحیح سالم پہنچ گیا۔ اور یہاں ایک گاؤں کے قریب بود و باش اختیار کی۔ ایک روز جبکہ وہ خیمہ میں بیٹھا اپنے نوعمر بیٹے کے کھیل تماشہ سے دل بہلا رہا تھا۔ تو بچہ دفعۃً سراسیمہ اندر بھاگ آیا۔ عبدالرحمٰن اس کے خوف کا سبب دریافت کرنے باہر نکلا۔ دیکھا تو تمام گاؤں میں تہلکہ مچا ہے اور عباسیہ نشان کا سیاہ پھریرا اُفق پر ہوا میں لہرا رہا ہے یہ دیکھ کر وہ سخت پریشان ہُوا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر سنبھلا اور بچہ کو گود میں اُٹھا کر دریا کی جانب بھاگا۔ وقت بہت تنگ تھا دشمنوں نے پیچھے سے آ لیا۔ اور ہر چند چلا چلا کر تشفی کی طرح طرح کے اطمینان دلائے۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی اور جھٹ سے دریا میں کود پڑا۔ اُس کا ایک بھائی جو اِس مصیبت میں اُس کا انیس و ہمدم تھا اور اُس وقت تیرنے سے درماندہ ہو گیا تھا دشمنوں کے فقروں میں آ کر ذرا ٹھیرا اور پیچھے پھر کر دیکھنے لگا۔ دیکھتا تھا کہ سر تن سے جدا ہو گیا مگر عبدالرحمٰن نے ذرا بھی پروا نہ کی اور نہ ٹھیرا بلکہ اپنے نوعمر بیٹے اور ایک غلام مسمّٰی بدر کے دیوانہ وار تیرتا چلا گیا۔ آخر ساحلِ مقصود پر پہنچ کر یہاں سے شبانہ روز منزلیں طے کرتا ہُوا افریقہ پہنچا۔ جہاں کہ اُسے اپنے قبیلے کے باقیماندہ لوگ بھی مل گئے اور اب خاندان بنی اُمیہ کے اس تنہا ممبر کو فرصت ملی کہ اطمینان سے بیٹھ کر اپنی پیشانی کی پیش آئیوں پر غور کرے۔

عبدالرحمٰن کی عمر اُس وقت پوری بیس برس کی تھی اور اُس کا دل جوانی کی اُمنگوں سے لبریز تھا۔ گویا قدرت نے اس کو عمر کے اُس دلکش حصہ میں داخل کر دیا تھا۔ جہاں پہنچکر انسان کو اپنی اُمید و آرزو کا نخل ہر وقت سرسبز اور باردار دکھائی دیتا ہے۔ دنیا بھر کی کامیابیاں کہربائی کشش سے اپنی طرف کھینچتی نظر آتی ہیں اور اُس کے نوخیز حوصلے عنقائے نظر سے بھی کچھ بڑھ کر بلند پروازی کیا کرتے ہیں لیکن عبدالرحمٰن کو قدرت نے سیرت اور صورت دونو میں خصوصیت کے ساتھ حصہ بھی دیا تھا۔ اُس کے اعلیٰ درجہ کے قوائے ذہنی اور عقلی اور اُس کا بلند اور موزوں قد۔ اُس کے قوائے جسمانی اور دلیرانہ شکل و شباہت یہ سب اس دعوے کو ثابت کرتی ہیں لیکن عربی مؤرخ اس بارہ میں کچھ اور ناگوار اضافہ کرتے ہیں اور اس کو یک چشم اور قوت شامہ سے معذور لکھتے ہیں۔ عبدالرحمٰن کے ابتدائی طور طریقوں کو دیکھ کر معبّران وقت نے اُس کی آیندہ ناموری اور اقبالمندی کی بابت بہت کچھ پیشین گوئی کی تھی۔ چنانچہ ہر چند کہ موجودہ آفتوں نے اُس کے خاندان کا نام و نشان تک مٹانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی

Marfat.com

مگر اس کی بلند حوصلگی اور عالی ہمتی میں ہنوز سرمو فرق نہ آیا تھا فرصت یہاں پہنچکر سب سے پہلے اس کا خیال شمالی افریقہ کی جانب متوجہ ہوا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ خاندان عباسیہ کی بنیاد نے موروثی نظام میں اس کی سرسبزی کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ لیکن پانچ برس تک سواحل بربر پر خراب خستہ پھرنے کے بعد اس کو ثابت ہو گیا کہ عربی گورنر افریقہ کا استیصال کچھ بھی سہل نہیں علاوہ ازیں اہل بربر بھی اپنی نئی حاصل کی ہوئی خود سر حکومت کو ایسی خفیف اور بیرنگ خوشی پر کیوں بطیب خاطر نثار کر دیتے۔ جو اس صورت میں ان کو ایک شخص من قبیلہ بنی امیہ کے زیر حکومت رہنے سے حاصل ہونی ممکن تھی غرض جب عبدالرحمن کی کوششیں اس طرف ناکامی پر ختم ہوئیں تو اب اس کو اندلس سوجھا۔ یہاں البتہ اچھے سامان دکھائی دیتے کیونکہ یہاں کی خانہ جنگیوں اور باہمی مخالفت کے سبب زور زور کے جھگڑوں سے اس قدر گنجائش باقی تھی کہ اگر کوئی زیرک دعویدار سلطنت اور بالخصوص عبدالرحمن کے ایسے موروثی استحقاق کا جائز ناجائز دعوے کر بیٹھے تو ناکام نہ رہے۔ چنانچہ عبدالرحمن نے اپنے غمخوار غلام بدر کو سرداران ذریت شام کی خدمت میں اندلس بھیجا۔ چونکہ ان سرداروں میں اکثر امیہ نسل کے آزاد خیال لوگ بھی تھے جو جب اپنے قومی معاہدہ کے اپنی نسل کے ہمراہ دشمن کی دستبرد سے بچ بچا کے بدر کو یہاں پہنچکر کسی زحمت کا سامنا نہیں ہوا۔ تمام سرداران درخواست کے موافق اور شہزادہ کے لینے پر خوشی آمادہ ہو گئے۔ اسی طرح مخالف گروہوں میں خفیف سی بحث کے بعد فریقین یمن نے بھی ہر طرح امداد و اعانت کا وعدہ کر لیا اور بدر تمام ہمت و بزرگی کے کامیابی کے ساتھ واپس افریقہ پہنچا ۔

اس وقت عبدالرحمن سمندر کے کنارے نماز میں مصروف تھا جو دور سے دو جہاز دکھائی دیے جن میں بدر نوید کامیابی لئے آ رہا تھا جب لشکر کا سب سے پہلا ایلچی شہزادے کے سامنے آیا تو جیسا کہ مشرقی دنیا کا دستور ہے کہ بعض بے اصل اور خفیف اتفاقات کو ہمیشہ سے نیک شگون لے لیا کرتے ہیں۔ عبدالرحمن نے بھی اس کے نام ابو غالب التمام (غلبہ یوں کا باپ) سے اپنی آئندہ اقبالمندی اور خوش طالعی کا ثبوت لیا۔ اور جوش مسرت میں چلا اٹھا "ہم ضرور کامیاب ہوں گے اور فتح پائیں گے" غرضکہ عبدالرحمن نے مع اپنے معدودے چند جان نثاروں کے بلا توقف جہاز میں سوار ہو کر بماہ ستمبر ۷۵۵ء میں اسپین کا رخ کیا۔ اسپین میں ایک ایسے شخص کی آمد آمد کی خبر جو عالی نسبوں کی تہذیب بلکہ عبید القیاس واقعات سے کچھ کم وقعت نہ رکھتی تھی جو خاندان بنی امیہ کے مردہ شوکت و اقبال کو زندہ کر دینے والا اور جس نے حقیقت میں بھی کر دیا اس ملک تو کیا تمام باعث تھا جس کی بدولت کم لوز ابرس بعد اسکا طلیطلہ کی

Marfat.com

تاریخ میں ملتی ہے جبکہ ۷۵۶ء میں ہنگبری نندٹر وہاں وارد ہوا چنانچہ خبر مذکور دفعتاً آگ کی طرح تمام ملک میں پھیل گئی خاندان بنی امیہ کے قدیم ہوا خواہ نذرانے لیکر دوڑے۔ جو اس خاندان میں تھے وہ فوراً آملے۔ حتٰے کہ یمانی قبیلے جنسے اقبالمند شہزادے کے ساتھ کسی قسم کی خاص دلسوزی یا دلی ہمدردی ظاہر ہونے کی امید نہ تھی مگر انہیں ہوا خواہوں کی دیکھا دیکھی حسب قرارداد سابق وہ بھی مدد دینے پر آمادہ ہو گئے اب تو امیر اندلس کے ہاتھ کے طوطے اُڑے جب بہت سا لشکر بھی ٹوٹ ٹوٹ کر دشمن سے جا ملا۔ تو ناچار اُسے بھی فوج کا انتظار کرنا پڑا۔ اسی اثناء میں موسم سرما کے بے موقع عشووں یعنی طوفان خیز بارشوں نے عرصۂ جنگ اس پر اور بھی تنگ کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن کو اپنی فوجی طاقت بڑھانے اور مضبوط کرنے کا خاطر خواہ موقع دیا۔ سال آئندہ کے موسم بہار میں لڑائی کا رنگ جما شروع ہوا۔ عبدالرحمٰن اول سیویل اور نہر کی ڈونا آیا جہاں کے باشندوں نے بڑی دھوم دھام سے اس کا استقبال کیا یہاں سے خوب طرح مسلح اور تیار ہو کر بخط مستقیم قرطبہ کیجانب بڑھا۔ اُدھر سے یوسف گورنر قرطبہ بھی اُس کے مقابلے کے لئے نکلا۔ مگر وادی الکبیر کی مستانہ موج زنی نے طرفین کے جوش ڈھیلے کر دیئے اور دونو فوجیں دونو کناروں پر ایکدوسرے کے مقابل بیتابی سے اس بات کا انتظار کرنے لگیں کہ دیکھیے پہلے کون قرطبہ پر قبضہ کرتا ہے۔ بالآخر عبدالرحمٰن نے یوسف کو صلح کا چکما دیکر مطمئن کر دیا۔ اور اس فریب آمیز تدبیر جو ہرگز شایان اولوالعزمی نہ تھی[1] خود مع فوج دریا عبور کر کے بے خبر قرطبیوں پر دفعۃً جا پڑا ایسے موقع پر لڑائی کے موافق فیصلہ میں کیا شک ہو سکتا ہے چنانچہ عبدالرحمٰن مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا۔ فوج کی لوٹ مار سے روک کر اہل شہر کو امان دی اور یوسف کے حرم سرائے کو ہر طرح عفت و عصمت کے ساتھ محفوظ کیا۔ الغرض سال تمام سے پہلے پہلے تمام اسلامی اسپین پر مسلط ہو کر اس خاندان بنی امیہ کی بنیاد ڈالدی جس کو قریباً تین برس تک قرطبہ میں حکمراں رہنا تھا۔

اگرچہ عبدالرحمٰن ملک پر قابض ہو گیا۔ مگر بدون بہت سی ایسی لڑائیوں کے مستحکم نہ ہو سکا۔ یہ سچ ہے کہ اس کو تخت حکومت خاص سرداران قرطبہ ہی کی بدولت ملا تھا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے۔ ایسے سرداروں کا گروہ اُن بیشمار فریقوں سے نسبتاً بہت کم تھا۔ جو اُس وقت سلطنت کے اجزا بنے ہوئے تھے۔ تاہم اولوالعزم شاہزادے نے ان مفسد اور جنگجو جتھوں میں بڑی دلیری سے قدم جمائے رکھا۔ عبدالرحمٰن ہمارے ملک میں ایک خاص قسم کی آمادگی اور مستعدی ظاہر کرتا تھا۔ ہر طرح [illegible] پاک تھا۔ مرام ملی قطعی فیصلہ

---

[1] الحرب خدعة۔ جنگ میں فریب جائز ہے۔ اور کوئی اولوالعزم بادشاہ اس سے بری نہیں۔ کیا برہما کا الحاق اور شاہ تھیبا کی گرفتاری نظیر نہیں؟

پسند کرتا تھا مگر نہ سختی اور درشتی پسند تھا کبھی نہایت درشت بلکہ جابرانہ طریقے کبھی خود طلبی کے حکیمانہ اصول اختیار کر لیتا تھا غرضیکہ عام یا خصوصی لحاظ سے حسب ضرورت وقت و موقع جائز ناجائز طریقے اختیار کرنے والا۔ یا زیادہ صحیح لفظوں میں ابن الوقت اور مطلب پرست تھا۔

اسی دوران میں آتے ہوئے عبدالرحمن کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ابن مغیث جنگی جہازوں کا ایک پورا بیڑا لیکر افریقہ سے روانہ ہوا تاکہ اندلس کے ساحلی مقامات پر داخل کرے اور یہاں پہنچ کر حصہ چھیا سے کچھ ... دونوں طرف ... کی کچھ ... تھی۔ کیونکہ بہت سی جدت پسند لیبی ... تھے کہ وہ عبدالرحمن کی حکومت سے ناخوش تھے بلکہ اس لئے کہ ان کو نئے معاملات میں حصہ لینے کا شوق تھا جو ... کی ... ۔ انجام یہ ہوا کہ عبدالرحمن کارمونا میں محصور ہو گیا یہ وقت اس کے لئے نہایت نازک اور مخدوش تھا۔ کیونکہ ہر ایک دن جو گذرتا تھا محاصرین کو فوجی طاقت بڑھانے اور رسد بہم پہنچانے کا ایک نیا موقع دے جاتا تھا۔ دو ماہ کامل سخت محاصرہ رہا۔ مگر عبدالرحمن جو شدید سے شدید نقصان پر بھی تدبیر اور حکمت عملی کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا برقت موقع کی تاک میں رہا۔ چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ محاصرین بزعم غلبہ غفلت اور سہل انگاری سے کام لے رہے ہیں۔ تو فوراً سات سو جانباز دلاوروں کی ایک جمعیت دوستوں میں سے منتخب کی۔ آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے سب نے اپنی تلواروں کے میان اس میں جھونک دئے جس سے یہ مراد تھی کہ جب تک موت یا نصرت سے اپنی آزادی کا پورا فیصلہ نہ کر لیں گے ہرگز شمشیر بنیام نہ ہونگے اور پھر اپنے سر بکف سردار کے پیچھے آن واحد میں قلعہ سے نکل کر بے خبر عباسیوں پر دفعۃً بجلی کی طرح جا پڑے اور ان کے تمام مجمع کو فنا کے میں لا دئے۔ اس موقع پر بھی عبدالرحمن اپنے اس وحشیانہ ظلم سے باز نہ آیا جو اس کے اخلاقی چہرے پر ہمیشہ کبھی نمایاں داغ پیدا کر دیتا تھا یعنی اس نے جمیع سرداران فوج عباسیہ کے سروں کو تن سے جدا کر کے ہر ایک کا نام ایک پرزہ کاغذ پر لکھ کر اس کے کان میں ٹھونس دیا۔ پھر ان سب سروں کو ایک بیگ میں بند کر کے ایک حاجی کے سپرد کیا جو مکہ معظمہ جاتا تھا۔ بر رسول اللہ بلاغ باشند وہیں۔ اس نے حسب ہدایت یہ قابل قدر اور قیمتی تحفہ بے تکلف منصور خلیفہ بغداد کے ہاتھ میں جا دیا۔

جب منصور نے بیگ کھولا تو نہایت غضبناک ہوا اور طیش میں آ کر بولا الحمد للہ و شکراً کہ میرے اس شخص کے درمیان میں سمندر حائل ہے اور اگرچہ کبھی عبدالرحمن قرطبہ کو اس موقع پر اس نے ذلت اور حقارت سے یاد کیا لیکن ساتھ ہی اس کی کاردانی اور بہادری پر عش عش کرتا رہا چنانچہ منصور اکثر اس کو "نسل قریش کا باز" کے نام سے یاد کرتا اور کہتا۔ کہ سچ

Marfat.com

تو یہ ہے کہ عبدالرحمٰن کی جرأت۔ دانشمندی اور حُسنِ تدبیر سے مجھے سخت حیرت ہے۔
خطرناک راستے میں پڑنا۔ اپنے تئیں دور دراز اور دشوار گذار سرزمین میں پھینکدینا۔ وہاں کے
مخالف گروہوں کی باہمی حسد و عداوت سے مُستفید ہونے کے موقعے نکالنا۔ ان کو آپس میں تیغ و
سپر کرکے خود پہلو بچا جانا۔ اور ان سب سے زیادہ یہ کہ تمام رعایا کو رضامندی سے مطیع کر لینا۔ اور
بالآخر تمام دقتیں رفع کرکے دروبست جزیرہ نما پر خود سر حکومت کرنا یہ سب کس قدر حیرت انگیز واقعات
ہیں! سچ یہ ہے کہ یہ اُسی کا حصہ تھا نہ کسی نے کیا اور نہ کریگا ؞

عباسیوں کی شکست فاش نے عبدالرحمٰن کیلئے کامیابیوں کے نئے راستے کھول دیئے
اہل طلیطلہ (ٹولیڈو) اگرچہ عرصہ دراز تک مقابلہ پر اڑے رہے۔ مگر آخر اُس نے اپنی حکمت عملی
سے اُن کو بھی صلح پر راضی کر لیا۔ اور یہ شرط ٹھیری کہ وہ اپنے تمام سرغنوں کو اُس کے حوالہ کردیں
عبدالرحمٰن نے ان سب کو لے کر اوّل بڑی ذلت سے قید رکھا اور پھر طرح طرح کی اذیت سے مار ڈالا۔
اسی طرح فریق یمن سے بھی خوفناک آثار دیکھ کر اُس نے یہی سلوک کیا یعنی اُن کے سب سے بڑے سرغنہ سے
طریق ملاطفت جاری کرکے اوّل اسے حرم سرا میں بے روک ٹوک آنے کی اجازت دی۔ اور جب اس
طرح اُس کا ڈر نکل گیا تو ایک روز موقع پا کر بذاتِ خود پیش قبض سے پیش آیا۔ یمنی سردار بھی کچھ کم جوشیلا
اور تیز مزاج شخص نہ تھا۔ دنداں شکن جواب دینے پر فوراً تیار ہو گیا۔ مگر عبدالرحمٰن نے اپنے چند خواص کی
مدد سے اُسے خواب زندگی سے بیدار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد فوراً ہی بربریوں نے حسب عادت حدود
شمالیہ میں علم فساد بلند کیا اور عبدالرحمٰن کو دس برس کی سخت لڑائیوں کے بعد اُن کو مطیع کرنا پڑا۔ اسی
اثنا میں فریق یمن اپنے مقتول سردار کا بدلا لینے پر آمادہ ہو گئے اور جب عبدالرحمٰن حدود شمالیہ میں بربریوں
کی سرکوبی کر رہا تھا۔ تو موقع پا کر انہوں نے انہیں اطراف میں شورش مچائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
شاید ان کمبختوں کو سلطان عبدالرحمٰن کی چالاکی اور عیاری کا کبھی تجربہ نہ ہوا تھا جو اس طرح خوشی
خوشی بگڑ بیٹھے۔ وہ ایسی دھمکیوں میں بھلا کب آتا تھا۔ فوراً ایک ایسی عجیب چال چلا کہ سب دیکھتے رہ گئے
یعنی اول تو اُس نے اپنی حکمت عملی سے بربریوں کی باہمی خفیف عداوتوں کو اس قدر برانگیختہ کیا کہ وہ سب
کمزور ہو کر مطیع ہو گئے۔ اس کے بعد فریق یمن کی طرف متوجہ ہوا۔ چونکہ افواج یمن میں بیشتر بربری تھے
پس اول اُس نے انہیں سے سازش کرنے کی کوشش کی اور اس میں یہاں تک کامیاب ہوا کہ تمام
بربری جوانوں نے عین وقت پر بیچ میدان اہل یمنیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ سلطان کا لشکر مور و ملخ یہ
حالت دیکھ کر مصیبت زدہ یمنیوں پر آفت ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑا۔ اور تیس ہزار جوانوں کو تہ تیغ کیا

Marfat.com

جن کا عظیم الشان سقف مدت دراز تک عبرت بین اور متجسس نظروں کا منظر بنا رہیگا۔ اس واقعہ کے بعد تین عشرہ تک اور شارلیمین کے درمیان وہ خوفناک سازشیں ہوئیں اور وہ منصوبے بندھے جنہوں نے سلطان عبدالرحمٰن کی جانفشانی سے بلند کی ہوئی عمارت کو مسمار کرنے میں ذرا بھی کسر نہ چھوڑی تھی۔ مگر نوشتۂ تقدیر! کہ جس شخص کے استیصال اور قتل کے لئے وہ متفق ہو کر سازشیں کریں وہ تو انگلی تک نہ اُٹھائے اور رضا داگ نیرا کا عبرت خیز میدان اور ران سس ویلیز نے جیتے نام رہے نزار دا قعی ہیں کا فرضی قصاص لیں ⁂

ران سس ویلیز کے معرکے نے جس طرح شارلیمین کی امیدوں کا خون کر دیا تھا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن کے مصائب آلام کو بھی ہمیشہ کے لئے زمین میں مدفون کر دیا تھا کیونکہ اس واقعہ کے بعد مطلقاً پھر کوئی مزاحمت باقی نہ رہی اور اب ہمارے شیر دل سلطان کو فرصت ملی کہ اپنی عرق ریزی سے حاصل کئے ہوئے فتوحات سے دل کھول کر ہاتھ رنگے۔ یہ وہ وقت تھا کہ تمام مخالف گروہ اُس کی حیا ہ مرضی کے تابع تھے۔ عربی سردار جن کی معزز تلواریں اُس کی تخت نشینی شام کے ہمیشہ ہونے کا دم بھرتی تھیں اب کے سامنے جبہ سائی کرتی تھیں۔ تمام مفسد سرداروں کے مارے جانے یا قتل ہونے سے میدان بالکل صاف تھا۔ اور عبدالرحمٰن گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اب کوئی میری ہمسری کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ لیکن ناظرین کو یاد رہے کہ عبدالرحمٰن کے ایسا ظلم آفرین تشدد اور فریب آمیز تشدد اپنی پاداش آپ ہی لیتا ہے زبردست اگر زیردستوں کو مغلوب کر سکتے ہیں تو کیا اُن کے دلوں پر بھی فتح پا سکتے ہیں؟ زور شمشیر سے حاصل کیا ہوا تخت سلطنت اگر چھن سکتا ہے تو نوک شمشیر ہی چھین سکتا ہے۔ راستباز اور صاف باطن لوگ عبدالرحمٰن کے بے رحم افعال سے متنفر ہو رہے تھے جو اس سرگرمی کے ساتھ بلانے اور اس مہدی کے تمام مشن تبلیغ سے مدت قبض کرے۔ چنانچہ ایسے قدیم ہوا خواہوں نے جنہوں نے اس کو افریقہ سے بلایا تھا اور اس کے مبارک قدموں کو اپنی آنکھوں پر لیا تھا جب کہ وہ لوگ خانہ ابادی میں لگتے اس نے شمشیر برہنہ پایا تو سب پہلے وہی تھا۔ دانش ہوئے اتفاق رفتہ رفتہ اس کے ... عزیز رشتہ دار جنہوں نے عباسیوں کے مظالم سے تنگ ہو کر اُس کے دامن میں پناہ لی تھی اُس کی بدگمانیاں نہ سہہ سکے اور اس کے الطاف چھینے کے لئے سازشیں پہاں شیں لب بیابان دینے کے سوا کچھ نتیجہ نہ ملا ⁂

افسوس! عبدالرحمٰن کی تنہائی اور بیکسی دیکھ کر رحم آتا ہے اُس کے تمام پرانے دوست اُس کا ساتھ چھوڑ بیٹھے اُس کے دوست دشمن اگرچہ نہیں ہو سکتے تو زندگیوں سے بدنامیں ہی بیٹھے ہیں

ختم ہو گئی کچھ تو یہ کہ عمر دراز تک سلطنت کے مفسدوں اور باغیوں سے لڑتے لڑتے اُس کے دل سے صفات انسانیت بالکل زائل ہو گئی ہیں اور اُن کی بجائے جنگجوئی اور خونخواری کی خو اُس کی طبیعت میں پیدا ہو گئی ہے اور کچھ یہ بھی ہے کہ بے رحمی اور سفاکی اُس کی سرشت میں ہرگز نہیں۔ عبدالرحمن اب وہ شہرِ لعزیز سلطان عبدالرحمن نہیں رہا کہ قرطبہ کے خوبصورت اور شاندار بازاروں میں پہلے کی طرح تمام مجمعوں کے ساتھ ایک آزاد زندگی کا لطف اٹھائے۔ بلکہ اب اُس کا چور اور تنگی دل نفرت جاںگزا خیالات سے لبریز اور اپنے مظالم کے سوہان روح یاد میں غرق رہتا ہے اُس کی گھبرائی ہوئی نظر گردش کرتی ہوئی جس چہرے پر پڑتی ہے اُسی کو اپنا نورِ زندگی تیرہ کر دینے والا پاتی ہے۔ اس حالت کے ساتھ جب کبھی بازار میں نکلتا ہے تو شمشیر برہنہ محافظین کا پورا دستہ اُس کے گرد حلقہ باندھے ہوتا ہے۔ چالیس ہزار افریقی جوان جو بوجہ اپنی جاں نثاری اور وفاداری کے اس قدر مقبول سلطان ہیں جس قدر کہ بوجہ اپنی نفرت و سختی کے مردود انام اُس کا باڈی گارڈ بنتے ہیں جس کی آڑ میں وہ زیردست رعایا کا شکار کرتا ہے اپنی تباہ اور برباد حالت میں عبدالرحمن نے ایک خرما کے درخت پر جو اُس کا ہم وطن تھا ایک نظم لکھی (کیونکہ بہت سے اُندلس کے عربوں کی طرح وہ بھی شاعری میں قدم رکھتا تھا) جس میں درخت مذکور کو مخاطب کر کے اُس کی جلاوطنی پر تاسف ظاہر کیا ہے اس نظم کے ایک دو شعر کا ترجمہ بطور نمونہ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں:-

وھو ھذا

”میری طرح تو بھی اپنے عزیزوں سے جدا کیا گیا ہے۔ تو ولایت غیر میں پیدا ہوا تھا مگر اب اپنے وطن سے کس قدر دور و دراز فاصلے پر کھڑا ہے۔“

جن مقاصد کی طرف عبدالرحمن کو اُس کے نوخیز حوصلوں نے گُدگُدا کر بڑھایا تھا اور جن کو پورا کرنے کے لئے خود اُس نے غریب الوطنی کی حالت میں تن تنہا غیر ملک کی فتح کا احرام باندھا تھا اُن کی تکمیل میں اگرچہ اب کچھ شک نہ رہا تھا کیونکہ عرب اور بربر دونوں ملک اُس کے سامنے دست بستہ تھے۔ تمام ملک میں امن و امان کا دور دورہ تھا۔ اور مخالفت کا بظاہر کہیں نشان نہ تھا۔ تاہم یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب کچھ محض رعایا کی ناجائز دل آزاری کی بدولت تھا۔ مگر آہ! متلوّن مزاج زمانہ کا ورق اُس کے انقلاب کے نقش و نگار سے کس درجہ آراستہ ہے! ایک وہ زمانہ تھا کہ عبدالرحمن کو اُٹھتی جوانی کا جوش۔ حوصلوں کی بلند پروازی۔ وجاہت کی امید کی کامروی۔ ایک نامور اور صف شکن بہادر ہونے کا دعوٰی۔ بکر عربوں کے دل اور زبانوں پر فتح پانے لائی تھی۔ یا اب وہ زمانہ ہے کہ وہی عبدالرحمن صرف تیس برس کے بعد اپنے ناتراشیدہ مظالم کی یاد میں شرمسار کشت و خون سے حاصل

Marfat.com

کئے ہوئے تخت حکومت کو اُن مستاجر سپاہیوں کی پناہ میں لئے ہوئے جن کی وفاداری اور جانفروشی صرف رعایا کے مال و دولت کا بدل تھی ہمیشہ کے لئے آغوش لحد میں سونے جاتا ہے! چونکہ مورثِ اعلٰی نے سلطنت کا مرکز نوکِ شمشیر قرار دیا تھا۔ لہٰذا اُس کے جانشینوں کو بھی اُس کا اتباع کرنا پڑا۔ جیسا کہ مسلمانوں کا مشہور مؤرخ لکھتا ہے۔ بے شبہ ایسا طریقہ ڈھونڈ کر دریافت کر لینا کچھ آسان نہ تھا جس سے عرب اور بربر جیسی فتنہ پرداز قومیں جن کی سرشت میں فساد موجود تھا۔ سرکوبی کا سخت طریقہ اختیار کئے بدون بدعملی سے باز اور خاموش رہ سکتیں کیونکہ دونوں میں سے ایک بھی محکوم ہونے کی تکالیف کو برداشت کرنے کی عادی نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ اس طرح کی ہر ایک خودسر اور مطلق العنان گورنمنٹ قطع نظر اُن تمام زیب و زینت اور کامیابیوں کے جو اس کے قدرتی بدنما چہرے کو برائے نام آراستہ کرو یا کرتی ہیں۔ ایک خوفناک نقشہ پیش نظر کرتی ہے۔

ایک قدیم عربی مؤرخ ابن حیان سلطان عبدالرحمٰن کی عادات اور خصائل کا اس طرح فوٹو کھینچتا ہے... عبدالرحمٰن بڑا رحمدل اور شائستہ مزاج شخص تھا۔ اُس کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ اُس کی قوت مدرکہ نہایت تیز اور نکتہ رس تھی معاملات پر گو رائے دیر میں قائم کرتا تھا۔ مگر قائم کر لینے پر پورے استقلال اور قائم مزاجی سے اُس کی تعمیل و تکمیل کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ عموماً چست و چالاک اور زندہ دل عیش و عشرت سے سخت درجہ متنفر تھا اور جس طرح امور مملکت کو دوسروں پر منحصر رکھنے کی بجائے خود سرانجام دیتا تھا۔ اسی طرح اہم معاملات در پیش ہونے کی صورت میں سلطنت کے تجربہ کار مدبروں سے مشورہ کرنے میں بھی دریغ نہ کرتا تھا جانباز اور دلاور صف شکن تھا اور میدان جنگ میں سب سے پہلا حملہ آور ہوتا تھا۔ اُس کا غصہ نہایت خوفناک اُس کی مخالفت سخت دشوار۔ اس کا چہرہ دوست و دشمن دونوں کے لئے یکساں ہیبت اور جلال ظاہر کرتا تھا۔ تابوت یا جنازوں کے ساتھ جانا معیوب سمجھتا۔ جمعہ کے دن مسجد جامع میں اکثر خطبہ پڑھتا۔ بیماروں کی عیادت کو جاتا۔ اور عام خوشی کے جلسوں میں شوق سے شریک ہوتا تھا۔ مؤرخ صاحب جو کچھ لکھتے ہیں ہم کو اس میں ذرا بھی تامل نہیں مگر افسوس یہ ہے کہ اُس زمانہ کے حالات میں جبکہ عبدالرحمٰن عمر کا ابتدائی حصہ طے کر رہا تھا۔ اُس کی رعایا کی بغاوت اور سازشوں نے اُسے بار بار ہر شخص سے بدظن کر دیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ قوت جس طریقے سے قومی ہنجوں کو اُن کے مظالم کے مکافات دیتی ہے وہ نہایت خوفناک ہے۔

ایک مطلق العنان بادشاہ کے انتقال پر سب سے پہلا سوال ہر ایک دل میں عموماً یہی پیدا ہوتا ہے کہ "اب کون جانشین ہوگا" جس کا معمولی جواب یہی ہے کہ "انقلاب اور طوائف الملوکی" ہو جاتی

Marfat.com

حکومت کی تلوار کی دھار پر تعمیر ہوا ہو وہ باپ سے بیٹے پر آسانی سے منتقل نہیں ہو سکتا تا۔ عبدالرحمٰن نے اسپین میں جس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی وہ اس کے سامنے ہی منہدم نہیں ہوا اور اگرچہ توقع یہی تھی کہ وہ فسادگر وہ جن سے گویا ملک لبریز تھا اور جن کو اس نے بڑی تن دہی سے زیر کیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد میدان صاف پا کر یک بہ یک خواب خرگوش سے چونک اٹھیں گے، مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ اس نے اپنی زندگی ہی میں ان کے حوصلے پست کر کے ان میں دوبارہ سر اٹھانے کی طاقت نہ چھوڑی تھی اور بالفرض اگر تھی بھی تو اس کے جانشین کے عادات پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ نے جو اس سے ہر طرح برعکس تھا ان کو اس قسم کی جرأت سے باز رکھا غرض امن و امان کا سلسلہ کچھ عرصے کے لئے اور غیر منقطع رہا۔

ھاشم ۷۸۸ء میں باپ کا جانشین ہوا۔ قدرت نے اُسے ان صفات حسنہ سے محروم نہیں کیا تھا جو عزت و محبت سے لبریز دلوں کو اپنی طرف کھینچنے میں کہربائی کشش کا کام دیتے ہیں۔ بلکہ اس کو خیر و خوبی کا گویا ایک پتلا بنا دیا تھا۔ غرض کہ ھاشم نے مختصر عہد حیات میں اپنی ان صفات کو رعایا کے مقابلے میں سرگرمی سے استعمال کیا۔ ایک نجومی نے پیشین گوئی کی کہ اس کی زندگی کے صرف آٹھ برس اور باقی ہیں۔ چنانچہ ھاشم نے اس قلیل عرصے کو سخاوت کے نتیجہ میں صرف کیا عالم شباب میں سرکار دربار عالموں، صوفیوں اور شاعروں کا گویا مخزن تھا جن کی سرپرستی کے باعث اس نے اس خرد سالی میں بزرگی حاصل کی تھی۔ وہ نہایت کریم النفس، رحم دل، عاجزوں اور مسکینوں کا پشت و پناہ تھا۔ سلطنت کے دور دراز حصوں میں ایماندار امین اور عام تکلیفوں کی تفتیش اور انسداد نیز ترقی رفاہ خلائق کے لئے جاسوس مقرر کرتا۔ اکثر خود بھیس بدل کر شہر کے گلی کوچوں میں شب گردی کرتا تاکہ ان کے آرام میں خلل ڈالنے والے اسباب کو بند کرے۔ جو روپیہ دولتمندوں اور شہروں سے اس طریق پر بطور جرمانہ لیتا تھا وہ ان پاکباز غریبوں میں تقسیم کرتا جن کی رات کی باجماعت نمازیں سماوی آفتوں کے نذر ہو جاتی تھیں۔ بیماروں کی عیادت کو بذات خود جاتا تھا۔ اور برسات کی طوفان خیز راتوں کو بعض مجبور اور چلنے پھرنے سے معذور و تنگ دست لوگوں کے لئے آپ کھانا لے جاتا۔ اور صبح تک ان کے سرہانے شب بیداری کرتا۔ باوجود اس کے رفیق القلب، کریم الطبع ہونے کے [illegible] کے مقابلہ پر [illegible] اس نے خود فوج کی سپہ سالاری کی ہو جس سے معلوم [illegible] لوگ اس کو [illegible] تھے۔ مگر اس کی

متانت اور قائم مزاجی کا پورا ثبوت اس وقت ملتا ہے جبکہ اس کا مختصر عہد حکومت اس کے چچاؤں کی غلط پالیسیوں [illegible] سے محل خطر میں تھا۔ بادشاہ کی تعداد پشت بہ پشت کم ہو گئی تھی اور ملک [illegible] کے لئے حکم تھا کہ دریا کے دونوں کناروں پر ہر وقت مسلح [illegible] نگہبانی کریں۔ [illegible] مگر ساتھ ہی اس وجہ سے [illegible] کہ جب اس [illegible] اس کی زندہ یادگار نئے سرے سے بنایا اور سنا کہ لوگ اس عظیم الشان عمارت کو [illegible] علم کے اس [illegible] آسانی سے [illegible] بنایا [illegible] قسم کھائی کہ [illegible] اس کی وجہ [illegible] ابھی [illegible] گئی کہ [illegible] بالکل ختم [illegible] کہ سلطان ہاشم سے جو تمام سلاطین [illegible] اپنی قوت بازو سے [illegible] جاودانی میں آرام کیا۔ ناظرین خود غور کر سکتے ہیں کہ ایسے [illegible] کے بعد [illegible] کی کوئی [illegible] طبیعت [illegible] بادشاہی [illegible] مزاج کا استعمال یہیں کہاں تک [illegible] ہے۔

یہ تاریخ [illegible] اسلامی [illegible] اگرچہ لفظ [illegible] سمجھ سکتے ہیں اپنے اصلی مفہوم کے لحاظ سے [illegible] دین رب [illegible] کی طرح [illegible] وجود ہونے کے خاص [illegible] نہیں۔ اگر [illegible] کرنے کے لئے علماء کی [illegible] اور [illegible] میں حسب ضرورت وقتاً [illegible] ہیں [illegible] میں کچھ [illegible] نہیں [illegible] میں [illegible] اسلامی ممالک میں [illegible] لوگ موجود ہیں جن کی زندگی [illegible] مشرب یا [illegible] کے [illegible] میں [illegible] مذہبی علوم [illegible] [illegible] کے [illegible] ان [illegible] [illegible] انہیں کے [illegible] اور [illegible] [illegible] کے [illegible]

جس کا ظہور اندلس میں عنقریب ہونیوالا ہے ◆

عبدالرحمٰن اول کے انتقال کے بعد سب سے پہلا علم بغاوت اُن اطراف میں بلند ہوا جہاں سے اب تک
تک اٹھنے کی توقع نہ تھی۔ نہ مسیحیوں نے فساد کیا۔ نہ عرب یا بربر کے خاص ملکی فرقوں نے طغیانی کی
اگر کی تو کس نے؟ قرطبہ کے فقہانے! جن کو خالص فرزندان اسلام کہلانے کا فخر حاصل تھا۔ اصل میں یہ
لوگ بیشتر یا تو خود نومسلم تھے یا نومسلمانوں کی اولاد تھے۔ ہم بیان کرچکے ہیں کہ اہل اسپین نے دعوت
اسلام بطیب خاطر قبول کی اور جیسا کہ نومذہبیوں کا قاعدہ ہے عام مذہبی پابندیوں میں اصل مسلمانوں پر
بھی سبقت لے گئے۔ عبدالرحمٰن تو ایسا کم تجربہ کار اور کم انجام بین نہ تھا کہ ان مذہبی پیشہ لوگوں کو بالخصوص
جن کی رگیں ابھی مسیحی خون سے خالی نہیں ہوئی تھیں سلطنت میں کوئی غالب حصہ دیتا۔ مگر صلح کل اور
نیک مزاج ہاشم اس آفت سے بالکل بے خبر تھا۔ اور بالفرض اگر خبردار بھی ہوتا تو ہم کو کسی طرح امید نہیں کہ
وہ اس آفت کو اصلی آفت جانتا۔ جبکہ بہ نسبت عام لوگوں کے اس فرقہ پر اس کو زیادہ اعتماد تھا۔ اُن
کے چال چلن کو شریعت کے عین موافق اور اُن کی ذات کو اُن عام پسند دنیوی فضولیوں سے بالکل
معرا جانتا تھا جو ناجائز ولولوں اور نئے نئے حوصلوں کی دلکش صورتوں میں دنیوی جاہ وجلال کی محبت
دل میں پیدا کردیا کرتے ہیں غرضکہ ہاشم نے اُن کا غلبہ کچھ ناموزوں نہ سمجھا۔ ادھر حسن اتفاق سے
اُن دنوں اُن کا سرگروہ ایک نہایت چست وچالاک اور باکمال شخص مقدس شہر مدینے کے ایک مشہور عالم
کا شاگرد رشید تھا۔ نامی گرامی شخص جس کا خمیر دینی جوش اور دنیوی ولولوں کے مساوی الوزن اجزا
سے امتزاج پایا تھا۔ علامہ یحییٰ تھا جسکو ہم آیندہ ڈاکٹر یحییٰ لکھینگے۔ ڈاکٹر یحییٰ نے ہاشم
کی دینداری اور رحمدلی کی آڑ میں قرطبہ کے مذہبی گروہ کے ملکی اقتدار کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ جب
تک یہ گروہ اپنی قدیم وضع پر چلتا رہا تب تک ملک بھی فتنہ وفساد سے پاک رہا۔ مگر جب ۷۹۶ء میں
ذی نفس ہاشم نے گلزار ارم کو ہمیشہ کے لئے اپنا مسکن بنالیا تو ملکی سٹیج کا تمام سین دفعۃً بدل گیا۔ نیا
سلطان حکم لامذہب یا کم از کم رند مشرب تھا البتہ اس کے مسرور اوقات اور صحبت دوست ہونے
میں شبہ نہیں وہ مادر فطرت کے بے بہا عطیہ یعنی زندگی کو زہد وتقوے کے نقش ونگار سے آراستہ نہ کرتا
تھا۔ بلکہ جس سادی وضع سے اُس پر مبذول ہوئے تھے بسر کرتا تھا۔ ایسا طریقہ متعصب مولویوں کو
ہمیشہ اعتراض کا موقع دیتا ہے چنانچہ اُنہوں نے سلطان کو شرعی دھمکیاں دیں عام مذہبی جلسوں یا
پنجگانہ نماز کے بعد اس کی ہدایت کے لئے خواہی نخواہی دعائیں مانگیں۔ اور جب اس پر بھی صبر
نہ آیا تو برروے نفرین وملامت کی۔ آخر تنگ ہوکر اس کے معزول کرنے اور ایک اور شہزادے کو

Marfat.com

تخت نشین کرنے کا منصوبہ باندھا جو بالآخر ناکامی پر ختم ہوا۔ اور بہت سے غنیز مع چند متعصب مولویوں کے مصلوب ہوئے۔ مگر قاعدہ ہے کہ جب تک مسلسل نامرادیوں کے ساتھ کوئی ناقابل برداشت اذیت نہیں پہنچتی تب تک ہر نامرادی نئی ہیجان میں تازہ روح پھونکنے سے باز نہیں آتی۔ متعصب ملاؤں کو اپنی کوششوں کے ایسے مہلک نتائج پر بھی تسکین نہ ہوئی اور ۱۰۶ء میں لوگوں کو برانگیختہ اور آمادہ فساد کرکے پہلے کی طرح سینکڑوں خون ناحق کرا دیے۔ بہت سے سرداران طلیطلہ جو پہلے سے سرشورش تھے اس فتنت دھوکے سے ولیعہد کے پھندے میں پھنس کر ناحق قتل ہو گئے۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ ان کی قسمت کے ایسے خوفناک فیصلے بھی نو آبل قرطبہ کو برخلاف توقع تازہ زک کھانے سے باز نہ رکھا۔

یوم الخندق یعنی طلیطلہ کے قتل کے لرزانے والی یاد نے قرطبہ کے متعصب ملاؤں کو کامل سات سال تک سر نہ اٹھانے دیا۔ مگر جوں جوں یہ یاد دل سے محو ہوتی گئی ان سے بغاوت کے علامات ظاہر ہونے لگے۔ عوام الناس نہ صرف سلطان ہی سے بدظن تھے کیونکہ وہ جمعیت درالحکم نہ ملتا تھا۔ گدڑی پہنتا تھا۔ اپنے آپ کو صاحب زہد و تقوےٰ نہ جتاتا تھا۔ بلکہ اس کے محافظین سے بھی سخت متنفر تھے۔ جو حبشی یا غیر از عرب ہونے اور عربی زبان بول اور سمجھ نہ سکنے سے عجمی دگونگے کہلاتے تھے۔

عجمی بازاروں میں جوق جوق نکلتے تھے۔ اگر ایک دو نکلتے تو لوگ فوراً حملہ کرکے مار ڈالتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عجمی سے بیہودی ہر کسی شخص کے ہاتھ الگ گیا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام شہر گرد اٹھا تھا جو جنوبی جانب شہر پر بستے تھے اور ایسے موقعوں پر ہمیشہ غالب ہمت لیتے رہتے تھے فوراً امدو لوا پہنچے یہ سب ملکر یہاں سے بن واحد پیلے در ہجوم سرائے سلطان پر اس بلا کی تیزی اور استحکام سے ٹوٹ پڑے گویا معلوم ہوتا تھا کہ فصیلیں باوجود بلند ہونے کے ان کے بدکو نہ روک سکیں گی۔ سلطان حکم نے قلعہ کی بلندی سے اس طوفان بے تمیزی کی طرف نظر کی اور دیکھا کہ ادھر جاہ آدمیں ایک اٹھے ہوئے جوش مذہبی سے اس کے قواعد دان اور شائستہ عجمیوں کو پسپا کئے دیتے ہیں لیکن اپنے نازک اور مخدوش وقت میں بھی وہ اپنی استقامت مزاجی اور اطمینان سے باز نہ آیا جو الوالعزم اور عالی ہمت ہونے کو یا خاصہ ہوتا ہے کہ سے بیٹا اپنے آپ کے قدم ... [illegible] ... تیل کو پوسے اطمینان اور ... سے ... [illegible] میں جب یہ مفصل تہ ... کے ... [illegible] اور کہا کہ سب ... حکم ... [illegible] بولا خبیث ہوا احمق! اگر آج ہی ... [illegible]

میں سے میرا سر کیسے پہچان سکینگے ؟ اس کے بعد فوجی سرداروں کو بلا کر چارہ کار میں مشورہ کیا سچ یہ ہے کہ جو چال اُس کو سوجھی وہ اگرچہ بالکل سیدھی سادی تھی مگر کام کر گئی۔ سواروں کی ایک مختصر جمعیت اپنے چچازاد بھائی کے ماتحت۔ دوسرے راستہ سے بالا بالا جنوبی حاشیہ شہر پر جو فقہا کا مسکن تھا روانہ کی۔ اُنہوں نے وہاں پہنچتے ہی آگ لگا دی۔ باغیوں نے جب یہ تازہ آفت دیکھی تو محاصرہ چھوڑ کر اُفتاں و خیزاں اہل و عیال کو بچانے بھاگے اُن کا پشت دینا تھا کہ حکم نے مع باقیماندہ محصورین اُن کو پیچھے سے لیا۔ اور اس طرح دونو طرف سے دبکر تمام مفسد سرمہ کی طرح پس گئے۔ کریہہ المنظر عجمی مصیبت زدوں کو ٹاپوں سے روندتے فریادیوں کی فریاد اگر سمجھ سکتے تو ان کو نظرانداز کرتے۔ شہر کے اس سرے سے اُس سرے تک نکل گئے۔ خلاصہ یہ کہ حکم کی حکمت عملی نے اگرچہ بغاوت کو قتل عام تو بنا دیا مگر ساتھ ہی حرم اور اہل حرم کو بھی تباہی سے بچا لیا۔

عین نصرت کے وقت سلطان حکم نے اپنا ہاتھ روک کر فوج کو زیادہ جد و جہد سے منع کر دیا اور اس کامیابی کو یہیں تک چھوڑ کر باغیوں کی طرف خانماں بربادی اور جلاوطنی پر اکتفا کیا۔ چنانچہ ان میں سے علاوہ عورتوں اور بچوں کے قریب پندرہ ہزار تو بھاگ کر سکندریہ میں پناہ گزین ہوئے جہاں سے وقتاً فوقتاً جزیرہ کریٹ (قریطیہ یا قریطش) میں نقل مکان کرتے رہے اور باقی آٹھ ہزار فیض میں جا افریقہ کا مشہور نخلستان ہے جا کر آباد ہو گئے۔ ان مفرورین میں اکثر ایسے کے وہ نومسلم تھے جو ہمیشہ ایسے موقع کے بخوشی منتظر رہتے تھے کہ کس طرح اُس ازلی نفرت کا ثبوت دیں جو عربی حکومت سے طبعاً اُن کے دلوں میں جاگزین تھے۔ اس فتنہ کے بانی مبانی فقہائے قرطبہ ان سزاؤں سے بالکل بری رہے بے شک کچھ تو اس لئے کہ وہ عربی نژاد تھے اور کچھ اس لئے کہ مذہبی پیشہ تھے۔ چنانچہ انہیں دنوں میں جب ایک فقیہہ سردار بجرم بغاوت میں ماخوذ ہو کر سلطان کے حضور میں پیش ہؤا تو عند الاستفسار اُس نے وفور جوش میں جواب دیدیا کہ سلطان سے نفرت کرنا عین اطاعت خدا ہے۔ اس پر حکم نے ایک دلچسپ اور فقرہ کہا:۔

"جو تجھے مجھ سے نفرت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہی مجھے تجھ سے چشم پوشی کرنے کا حکم دیتا ہے جا اور خدا کی ظل حمایت میں زندگی بسر کر"۔ فقط

Marfat.com

پانچواں باب

عبدالرحمٰن ثانی اور مسیحی شہداء

سلطان حکم نے ۲۶ برس کی حکومت کے بعد انتقال کیا اور اپنے بیٹے عبدالرحمٰن ثانی کو جانشین چھوڑا۔ اس وقت ملک میں ہر طرح امن و اطمینان تھا۔ قرطبہ کے نومسلم تباہ ہو کر جلاوطن ہو چکے تھے متعصبین جنہوں نے جائز ناجائز جوش مذہبی کی آڑ میں ملک کو فتنہ و فساد کا آماجگاہ بنا لیا تھا کچھ کم مؤثر سبق نہ سیکھے تھے۔ غرضیکہ بجز سرحدی مسیحیوں کی پیوستہ سرکشیوں اور ان کی وقتاً فوقتاً سرکوبیوں کے اور کوئی آشفتگی باقی نہ تھی۔ عبدالرحمٰن کو سلطنت کے ساتھ ایک مسرور الوقت اور خوشحال گذران زندگی کا مذاق بھی باپ سے ورثہ میں ملا تھا مگر باپ کی طرح اس میں وہ سنجیدگی اور فرزانگی نہ تھی جو تن آسانی اور نفس پروری کو کمزوری کی حد تک پہنچنے سے بچاتی ہے۔ سلطان عبدالرحمٰن ثانی نے جس طرح قرطبہ کو شان و شوکت میں رشک بغداد بنایا اسی طرح خود بھی ہارون الرشید (جو دنیاوی زندگی کی بیہودہ تفریح گاہوں سے ابھی کنارہ کش ہوا تھا اور ذہن کو ایک برتر زندگی کی سمت پہ لگا رکھا تھا) کی بوالفضولیوں کی تقلید کی۔ اس نے شاندار محل بنائے خوشنما باغ لگائے اور عالیشان مساجد و عمارات اور خوبصورت پلوں سے قرطبہ کو زیب و زینت بخشی۔ تمام تعلیم یافتہ اور مہذب مسلمان بادشاہوں کی طرح اس کو شعر و سخن سے پوری دلچسپی تھی۔ اور خود بھی کچھ کم درجہ کی شاعری نہ کرتا تھا گو اس کی تصانیف غیر لوگوں کے نتائج طبع ہوتی تھیں جن کو وہ اچھے معاوضے دیتا تھا۔ بلکہ فی الجملہ اس کا مذاق نہایت شائستہ طبیعت نہایت سلیم لیکن کسی قدر مغلوب و [illegible] میں آجانے والی تھی۔ مدت العمر جمیع معاملات سلطنت چار شخصوں کی رائے پر منحصر رکھے۔ ایک زریاب فن موسیقی کا ایک مشہور استاد زمانہ۔ دوسرا یحییٰ ایک مشہور فقیہ۔ طروب سلطان کی دلربا ملکہ۔ نصر ایک حبشی غلام۔ ان میں سے دوسرا یحییٰ وہی شخص تھا جس نے پچھلے عہد میں فقہا کو برخلاف سلطان برانگیختہ کر دیا تھا۔ مگر اب سلطان کا اس قدر عزیز الوجود مشیر کار بن گیا تھا کہ باعتبار اثر سلطنت اگر ہم اس کو اندلس کا نفس ناطقہ کہیں تو زیبا ہے۔ نصر اور ملکہ طروب بھی قریب قریب اسی قدر

Marfat.com

معتمد الیہ اور منشائے الیہ تھے لیکن فاریاب نے اپنے حوصلوں کو عام تکلفات اور جسمانی آرائشات تک محدود رکھا۔ ملک داری کے ذلیل نفسیتوں میں الجھنا پسند نہیں کیا۔ اصل میں وہ ایران کا باشندہ اور بغداد کے مشہور کلاونت مسمیٰ اسحٰق کا شاگرد رشید تھا۔ ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں بدقسمتی سے اپنے استاد پر سبقت لے گیا لیکن شک صرف "تلمیذ الرحمٰن" ہی کے آئینہ کا جوہر نہیں۔ حاسد استاد نے آخرکار موقع پاکر بوساطت سلطان اس کو موت یا جلاوطنی پر مجبور کیا۔ فاریاب نے صورت آخر سے پسندگی اور صبح وطن کو خیرباد کہہ کر اسپین کا رخ کیا۔ یہاں زندہ دل سلطان عبدالرحمٰن اُمیہ سے زیادہ قدر و منزلت کے ساتھ پیش آیا۔ اور فوراً ایک مناسب تنخواہ بطور پنشن علاوہ جملہ لوازمات اعلیٰ درجہ سامان سکونت مع دیگر حقوق وجوب ضروریہ مقرر کردی جس سے خوش نصیب فاریاب کو ایک معقول آمدنی ہوگئی ٭

عبدالرحمٰن فاریاب کی لیاقت و دانائی سے اس قدر محظوظ تھا کہ اکثر ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا اور گھنٹوں بڑے ذوق شوق سے گانا سنتا۔ فاریاب بھی صرف گویا ہی نہ تھا بلکہ بسا اوقات بادشاہ کو گذشتہ زمانہ کے عجیب و غریب فسانے دلچسپ حکایات حکمت آمیز کلمات سنا کر خوش کرتا۔ کیونکہ بوجہ کثرت مطالعہ اس کے معلومات نہایت وسیع تھے۔ ہزار سے زیادہ راگ راگنیاں اُس کو حفظ یاد تھیں جن میں سے ہر ایک نرالے سروں اور نئی سرتیوں سے ادا کرتا تھا۔ اور جن کی بابت اُس کا بیان تھا کہ مجھے جنات سے حاصل ہوئی ہیں۔ تنبورے پر پانچواں تار اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ اُس کے الاپ بھرنے اور گانے کا طریقہ سب سے الگ اور کچھ ایسا محو از خود رفتہ کر دینے والا تھا کہ جس نے ایک مرتبہ سن لیا پھر دوسرے کا گانا کبھی خاطر میں نہیں لایا۔ اُس کا طرز تعلیم بھی تمام استادوں سے نرالا ہی تھا یعنی شاگرد کو اپنے پاس بٹھا کر اول اونچے سے اونچے سر میں گانے کی کوشش کراتا آواز کمزور ہونے کی صورت میں اُس کی کمر میں ایک پٹکا باندھ کر گواتا۔ اگر زبان میں لکنت یا آواز میں لرزہ یا کسی قسم کی خرابی ہوتی تو لکڑی کا اس قدر بڑا ٹکڑا منہ میں کھواتا جس سے دونوں جبڑے زیادہ سے زیادہ فراخ ہو جائیں۔ ان سب تدابیر کے بعد اگر اُس کی آواز بلند سُر یعنی ٹیپ میں نقطہ آ۔ بخوبی ادا کر سکتے تو اس کو اپنی شاگردی میں لیتا ورنہ رخصت کر دیتا تھا۔ فاریاب تہذیب و شائستگی ذکاوت اور بالخصوص صحبت کا زیب ہونے میں بے نظیر شخص تھا۔ اسی واسطے بہت جلد ہردلعزیز اور مثل ٹیرونس یا بیو برمل طرز معاشرت کے ہر امر میں مجسم فیشن مانا جاتا تھا۔ اُس نے بال رکھنے کا عام طریقہ بدل کر اپنا طریقہ ایجاد کیا۔ اُندلس میں گول کباب اور ہر قسم کی ترکاری کا استعمال

Marfat.com

جس کو ایس - پی - ری - گس (ناک ردن) کہتے ہیں اسی سے شروع ہیں۔ ایک قسم کی کابی مدتوں اس کے نام پر قاب الفاریاب مشہور رہی بجائے دھات کے کانچ کے کوزے۔ چرمی بستر۔ چرمی دسترخوان اور اور بہت سے اسباب معاشرت کا استعمال اسی نے شروع کیا۔ موسمی لباس تبدیل کرنے کا طریقہ جو اس نے ایجاد کیا وہ سب سے زیادہ دلچسپ تھا یعنی بجائے دفعۃً تبدیل کرنے کے موسم کے ساتھ ساتھ بتدریج لباس بھی بدلتا جاتا تھا غرضکہ یہ شخص جس کے اصول قدیم حکمائے یونان کے فرقہ اپی کیوریٖن (متنفر الرنج) کے اصول سے مشابہ تھے خواہ کسی وضع پر چلتا۔ تمام فیشن ایبل جنٹلمین اس کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو عوام الناس کی نظروں میں پسندیدہ اور ضروری ہو۔

لیکن جس وقت دربار قرطبہ پر تکلف دسترخوانوں پر طعام نو ایجاد کی لذتوں میں محو اور بالوں کے فیشن ایبل تراش میں موشگافیاں کر رہا تھا۔ تو خاص سلطانی ظل حمایت میں دارالخلافت ہی کے اندر ایسے پرجوش لوگ بھی تھے جو زیادہ گہرے خیالات میں مستغرق اور اسلامی سلطنت کے درپے امن و امان تھے۔ مگر ناظرین کو ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ امن خلائق کو اس طرح منغص کرنے والا کسی طاقتور غنیم کا حوصلہ تھا یا کم از کم کوئی بیرونی آفت تھی۔ نہ یہ وجہ تھی کہ سلطان الوقت یعنی عبدالرحمن بزدل تھا۔ کیونکہ اُس کے شیردل اور رزمی نیکنامیوں کا مشتاق ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ اُس کے ملکی حریف یعنی وہ مسیحی جو شمالی صوبوں میں آباد تھے لوی دی ڈیبا نیلو کی مدد سے گو سرحدی شہروں کو تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے مگر عبدالرحمن بھی ہمیشہ اُن پر فوجکشی کر کے کامیابی حاصل کرتا رہتا تھا پس ایسے بے حقیقت اور معمولی واقعات ملک میں ہرگز رخنہ انداز نہیں ہو سکتے۔ یہ شورش زنی تو نہ صرف کسی مار آستین کی تھی کیونکہ مسلمانوں کے ابتدائی زمانہ حکومت میں ہمیشہ خویش و یگانہ ہی باعث ویرانہ ہوئے ہیں چنانچہ موجودہ آفت بھی خاص قرطبہ کے چند دلیر اور جوشیلے مسیحیوں کی لائی ہوئی تھی جن کے حوصلے اب ذرا حد سے بڑھ گئے تھے مسیحیوں کی حالت اس قدر متنزل اور تبدیل تو ہرگز نہ تھی کہ وہ اپنے مذہب کے استحکام و محافظت ضروری خیال کرتے۔ کیونکہ مسلمان اُن کے ساتھ بڑی مہر و محبت سے پیش آتے تھے مذہبی فرائض ادا کرنے میں اُن کو کامل آزادی دی تھی کوئی امتحان نہ تھا اور وہ بھی [illegible] مسلمانوں کی طرح عزت و مراعات سے بے تکلف [illegible] تھے [illegible] اسباب فراہم کرتے تھے پس جب اُن کو دارین کے فوائد سب خاطر خواہ حاصل تھے تو [illegible] اپنی قدیم [illegible] سلطنت کے اور کسی چیز کی آرزو باقی نہ تھی اور چونکہ اس زمانہ [illegible] ناممکن تھا [illegible] کہ شورش کنندگان [illegible] اور [illegible] کی [illegible] سے [illegible] پہنچے۔

یوں تو اندلس بھر میں تقریباً ہر جگہ ایسے پرجوش لوگ موجود تھے۔ مگر بالخصوص قرطبہ میں بعض حضرات اس قدر زیادہ غالی خیال یا زیادہ صریح لفظ میں یوں کہو کہ متعصب تھے کہ اُن کو سرے سے اہل اسلام کی حکومت ہی ناگوار تھی۔ وہ ابھی تک اپنے کلیساؤں کی گذشتہ عظمت و دولتمندی کو بھولے نہ تھے خصوصاً کلرجی میں ایسے شہنشاہ دین مسیح کے ساتھ نفرت کرنے سے باز نہیں رہ سکتے تھے جنہوں نے اُن کی موروثی عزت و عظمت کو خاک میں ملا کر اُن کے ملک میں ایک دین (باطل) شائع کر دیا تھا۔ ہمارے نزدیک گورنمنٹ اسلام کی آزاد پالیسی نے یہ تمام گل کھلائے (مورخ صاحب نے یہ فقرہ طنزاً لکھ کر درحقیقت اُس ناحق شناس گروہ کی گوشمالی کی ہے جو اشاعت اسلام کو زور شمشیر کی جانب منسوب کرتا ہے) یہی وجہ تھی کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں نے قدیم زمانہ کے تارک الدنیا پارساؤں کی طرح نابرداشتنی اذیتوں کو بخوشی برداشت کیا۔ اور جام شہادت کی تمنا کی۔ یہ مسلمانوں سے سخت بیزار تھے۔ کیونکہ وہ اُن کو ام خون کے لئے اذیت جھیلکر آسمانی حکومت کا موقع نہ دیتے تھے۔ بالخصوص مسلمانوں کی شگفتہ طبعی پسندیدہ طرز معاشرت تو وہ کسی طرح دیکھ ہی نہ سکتے تھے۔ تمام لطف و لذات زندگی۔ اُن کے دلکش مزامیر و لوازمات و سرود حتےٰ کہ اُن کے علوم و فنون ان تارک الدنیا اور جفا پسند لوگوں کی نظروں میں گویا نار تھے خوش عقیدہ تو اُن کے نزدیک وہی شخص تھا جس نے تمام عمر ریاضت و تقوے میں گذاری۔ روزے رکھنا اپنے گناہوں کا منفعلانہ اعتراف کرنا اور بذریعہ عقوبات جسمانی اُن کا کفارہ دینا مجاہدوں سے تزکیہ نفس کرنا جسم کو تکلیف دیکر روح کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کرنا منشائے پیدائش سمجھا جاتا تھا ان تمام عقیدتمندیوں سے دین مسیح کے ایک نئے فرقہ یعنی اہل تصوف کا محض ایجاد و اظہار مقصود تھا لیکن دفعتاً اُن کی تمام یہ حالتیں بھی منقلب ہوگئیں۔ لاپروائی اور بےغرضی جو اس وقت تک خصوصیت کے ساتھ اُن کا شعار رہا تھا ایک غیر معمولی جوش و جذب سے مبتدل ہوگئیں اور تمام مسیحی اسپین میں یک بہ یک جام شہادت کا دور چلنے لگا ❖

ملک کی حالت اس وقت نہایت خوفناک تھی اچھے معقول آدمیوں کو اپنی اور ساتھ میں دوسروں کی جانیں محض ایک خام خیال کے لئے تلف کرتے دیکھنا افسوس اور رحم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا جس طرح قدیم زمانہ میں (لاطینی) بال کے خودکش پریسٹس نے اپنی مبارک جانوں پر آپ حملے کئے تھے۔ جس طرح ہندوستان کے صحرانشین جوگی لمبے لمبے ناخن بڑھا کر ترک لذات نفسانی کا ثبوت دیتے ہیں اسی طرح ان کمبختوں نے کیا۔ حالانکہ عقلاً اور مذہباً ان نفس کشیوں کی کچھ بھی وقعت نہ تھی جس جوش جنون سے تنگ ہو کر شہدائے اسپین نے اس درجہ بےتکلفی سے مذہب پر جانیں قربان کیں۔ مانا کہ وہ کسی جائز

یہی خیال کا نتیجہ تھا تو یہ اُن کے مجنون اور خارج از عقل ہونے کی قوی دلیل ہے کیونکہ دین مسیحی اپنے عقیدتمندوں کو ہرگز ایسی تعلیم نہیں دیتا کہ موت اور زحمت کو بلاوجہ کفارۂ گناہ سمجھ کر باعث مسرت جاوید قرار دیں اور اس بے نیاز مسرت پر محض از راہ انسانیت اپنی عزیز جانیں نثار کریں علاوہ ازیں حالت اس لئے بھی نہ تھی کہ یہودیوں کی طرح اُن کو سخت اذیات پہنچی تھیں۔ یا رسوم مذہبی ادا کرنے میں کوئی امر حارج تھا۔ نہ اس لئے تھی کہ مسلمان دین مسیحی سے ناواقف اور محتاج تلقین تھے۔ کیونکہ عام مسیحیوں سے تو اُن کو انجیل کا علم زیادہ تھا۔ وہ حضرت عیسٰے کا نام مبارک بدون علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ لیتے تھے اسلام حضرت یسوع مسیح کی ملہم و مبعوث ذات کو خوب پہچانتا ہے اور اُن کو دلی عزت و حرمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ غرضکہ مسلمان دین مسیحی سے تو ناواقف نہ تھے مگر اپنے دین کو اور ادیان کے ساتھ اس پر ترجیح دیتے تھے لیکن جب وہ مسیحیوں سے "لکم دینکم ولی دین" سے پیش آتے تھے تو پھر حضرات آخرالذکر کے لئے ناقابل برداشتنی اذیات جھیل کر اپنے آپ کو راسخ العقیدت ثابت کرنے کا کون موقع تھا یہ سراسر انہیں کا قصور تھا جہاد سے درجہ شہادت حاصل کرنے کا اُن کو سرست کوئی شرعی حیلہ نہ ملتا تھا جب کہ رسوم و فرائض مذہبی ادا کرنے کی اُن کو پوری آزادی تھی۔ انجیل کا وعظ اور درس و تدریس بے روک ٹوک کر سکتے تھے ایسی حالت میں یہی بنا پر خفیات چھپانے کا کوئی معقول طریقہ نہ تھا۔ مگر یہ کہ شرع مسیحی سے انحراف کریں اور اپنے شارع متین کی اس حدیث متبرک کو بھلا دیں کہ "اپنے دشمنوں سے محبت اور نفرت کرنے والوں سے نیک سلوک کرو۔ اور خفیہ جلنے اور تکلیف دینے والوں کے حق میں دعائے خیر کرو" حالانکہ ان کے ساتھ کسی طرح کا ذلیل ناشائستہ برتاؤ نہ تھا۔ بلکہ برعکس عام مسیحی ہر طرح مطمئن اور آسودہ حال تھے اور اگرچہ ان کے برلیسٹ کبھی کبھی بازاری آدمیوں اور آوارہ گردوں کا مشغلہ بنجاتے تھے۔ مگر شریف و معزز مسلمان ایسے نامہذب مجمعوں میں کبھی شریک ہوتے تھے۔ پھر بھی مسیحی اپنے برگزیدہ نبی کی حدیث کی یہاں تک پابندی کرتے تھے کہ قطع نظر اپنے [illegible] دشمنوں سے محبت کرنے کے چپکے چپکے عمداً الجھتے ہو کر ان کو اور ان کے مذہب کو خواہی نخواہی میں [illegible] [illegible] تھے اور اگر [illegible] دریافت کیجئے تو وجہ شہادت "تمام اسلامی ممالک میں [illegible] [illegible] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اُن کے مذہب کو برا کہے یا بے ادبی کرے [illegible] کیا یہ نہایت سخت و [illegible] قانون ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ ایسے ہوں قانون کی تعمیل [illegible] میں ہوئی۔ یا سمتھ فیلڈ اور آکسفورڈ کے میدانوں میں لکڑیوں کے مشتعل انباروں پر[1] +

[1] [illegible]

عمداً مذہبی فتنے چھیڑنا یا توہین مذہب سے دوسروں کے دل دکھانا مسیحیوں کے افعال شائستہ نہیں ہو سکتے
جس قانون کی خلاف ورزی صریحاً سزائے موت کا مستوجب کرے اُس سے دیدہ و دانستہ تجاوز کرنا
خودکشی ہے نہ کہ شہادت۔ قرطبہ کے شہیدوں کی ایسی ردّی حالت پر ہم کو اس طرح بے اختیار رحم آتا ہے
کہ گویا وہ بجائے شوق شہادت کے کسی ایسی بیماری کے ہدف تھے جو انسان کو مختل الحواس کر دیتی
ہے اور بے شبہ اُن کا شوق بیماری ہی کے درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ پس اگر وہ سچی شہادت کے ارکان
بھی پورے کرتے تو اس سے زیادہ قابل رحم نہ ہوتے۔

اس جانفروش فرقہ کا سرغنہ یولوجیس نامی ایک پریسٹ (قسیس) تھا۔ اصل میں یہ شخص
قرطبہ کے ایک ایسی قدیم اور بزرگ نسل سے تھا جس کی مذہبی حمیت کے سبب شہر مذکور ہمیشہ سے مرکز نصرانیت
چلا آتا تھا۔ چنانچہ یولوجیس نے بھی اپنی تمام عمر عبادت۔ فاقہ کشی۔ ریاضت اور نفس کشی میں گذار کر
اپنے آپ کو اس درجہ تک فروتن بنا لیا تھا جو مردانہ وار مگر بے قاعدہ زہد و تقویٰ کی رہنمائی کرتا ہے
اُس کا دل انسانی ولولوں نفسانی خواہشوں بلکہ تمام دنیاوی آلائشوں سے بالکل پاک ہو گیا تھا۔
مسلمانوں کے دین کی توہین کرنا۔ اپنے مسیحی بھائیوں کے تن بیجان میں مذہبی حمیت کی روح پھونکنا
اُس کے مقاصد زندگی تھے۔ الویرو قرطبہ کا ایک نوجوان دولتمند چند پرجوش راہبوں اور
قسیسوں کی ایک مختصر سی جمعیت مع چند بازاری دکانداروں کے اُس کی کوششوں کے نتائج یا
اُس کے ہمدرد رفیق یا مددگار تھے۔ خاص خاص عقیدتمندوں میں فلورا نامی ایک مخلوط النسل پری
جمال دوشیزہ بھی تھی۔ اُس کی ماں نے جو مسیحی مذہب رکھتی تھی اُس کو اس قدر پوشیدہ طور سے اپنے
مذہب پر تعلیم و تربیت دی تھی کہ سالہا سال فلورا کو کسی نے مسیحی نہ جانا۔ مگر آخر کار جس جوش نے
یولوجیس کو جان نثار اور حامی مذہب بنایا وہ نوعمر لڑکی کے دل میں بھی نشو و نما پانے لگا
چنانچہ انجیل مقدس کی بعض آیات (مثلاً جو شخص لوگوں کے سامنے میرا منکر ہوگا فردائے قیامت میں
اپنے آسمانی باپ کے حضور میں اُس کا منکر ہونگا) سے متاثر ہو کر ایک روز اپنے بھائی کے گھر سے
بے خبر نکل بھاگی اور مسیحیوں میں جا چھپی (کیونکہ اس کا باپ مر گیا تھا اور بھائی کے یہاں رہا کرتی تھی)۔
بھائی نے ہر چند جستجو کی مگر کہیں سراغ نہ لگا۔ آخر جب بہت سے قسیس بھگا لیجانے کے جرم میں ماخوذ ہو کر
محبس میں بھیجے گئے اور فلورا کو اپنے قصور کی پاداش میں دوسروں کی اذیت پسند نہ آئی تو خود
بخود گھر آ گئی اور بر ملا مسیحی کلمہ پڑھنے لگی۔ اب تو اُس کے بھائی کے ہوش گئے اور اُس نے ہر چند زجر و توبیخ
کے ساتھ اُس کو ایسے بیان سے باز رکھنا چاہا۔ مگر اُس کی ہٹ سے تنگ ہو کر قاضی شہر کے

Marfat.com

باپ یا یہاں فلورا یا ارتداد مذہب کا جرم ثابت ہوا کیونکہ مسلمان کا بچہ خواہ مسیحی ماں کے بطن سے ہو شرع محمدی میں مسلمان سمجھا جاتا ہے اور ارتداد کی شرعی سزا موت ہے (اس قانون کا اب تک بھی ترکی میں بخوبی عملدرآمد ہے حالانکہ گذشتہ ۵۰ سال تک اس کی آئندہ منسوخی کے لئے پوشیدہ طور سے کامل غور ہوتی رہی جب اس نفرت حالت ہے تو اب سے ہزار برس پہلے نو مسلموں کی طرف بھی کمتر توجہ ہونی چاہیئے) مگر بایں ہمہ جب فلورا ملزموں کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئی۔ تو مجسٹریٹ نے اس کی بدنصیبی پر سخت افسوس ظاہر کیا اور ہر چند کہ وہ فتوائے موت دینے پر قانوناً مجبور تھا لیکن قید تک کا حکم نہ دیا۔ بلکہ صرف شدید جسمانی عقوبت دینے کے بعد بھائی کے سپرد کردیا تاکہ گھر لیجا کر دین اسلام کی تلقین کرے مگر ثابت قدم لڑکی نے یہاں آکر پھر وہی مصدر گردانا شروع کردیا اور پھر ایک روز پوشیدہ بھاگ کر اپنے ہم مذہب نیقوں میں جا چھپی یہاں وہ اول مرتبہ یولوجیس کی زیارت سے مشرف ہوئی جس نے بڑی جمال عفیفہ کو دل سے محبت و ملکوتی تقدس کی نظر سے دیکھا فلورا کی روحانی بزرگی جو عام نظروں سے پوشیدہ تھی اس کا زہد و تقویٰ جو دلی ذوق و شوق اور خلوصیت کے زیور سے آراستہ تھا۔ اس کی بغاوت ہونے والی جسارت جو اس موقع پر اس سے ظاہر ہوئی۔ ان سب نے ملکر یولوجیس کی نظروں میں اسے ایک ولی ثابت کیا۔ اس سے پہلی ملاقات کی مفصل کیفیت جو شاید کبھی اس کے دل سے فراموش نہ ہوئی ہوگی چھ برس بعد خط لکھتے ہوئے اس طرح یاد دلاتا ہے :-

"پاکباز بہن! تمہاری عین برادر نوازی تھی کہ تم نے مجھے اپنی نازک گردن جو تازیانوں کے صدمہ سے لہولہان اور ان لمبی لمبی سیاہ زلفوں سے خالی تھی جو کبھی اس کے دونوں طرف لٹکتی ہوتی ہونگی۔ کھولکر دکھادی۔ یہ بے تکلفی تمہارے اس حسن ظن کا ثبوت تھا کہ تم مجھے اپنا روحانی باپ او تم اپنے پاکدامن سمجھتی تھیں اور میں نے بھی پدرانہ دست شفقت سے زخموں کو چھوا کاش مجھے ان زخمات ہوتی! میری آرزو تھی کہ اپنے پاک لبوں سے بوس کر انکے اندمال کی کوشش کروں جب میں [illegible] ہو کر چلا تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں عالم خواب میں ہوں اور مسدود سرد آہیں بھرتا تھا"

یہاں سے فلورا اور اس کی [illegible] جو اس کی [illegible] [illegible] کی [illegible] میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] موقع [illegible] [illegible] [illegible] پرفکٹس نامی ایک پادری [illegible] اسلام کی [illegible]

Marfat.com

سزا میں عین عید الفطر کے دن جبکہ تمام مسلمان رمضان المبارک کی تممت بالخیر پر خوشیاں منا رہے تھے قتل ہُوا جمیع مسلمان قرطبہ بلا قید اناث و ذکور آج کے دن نہایت شادمان اور مسرور الوقت تھے اور بالخصوص مجرم پرفیکٹ کے قتل نے اُن بشاش چہروں پر ایک تازہ جوش پیدا کر دیا تھا جو نہایت بے تکلفی سے شہر کے کوچہ و بازار سے جوق جوق گذر کر اور مرحوم ہاشم کی زندہ یادگار پُل قرطبہ سے عبور کر کے عیدگاہ کے وسیع الفضا میدان میں جمع ہوتے جاتے تھے۔ القصہ بدنصیب پرفیکٹ بیرحم اور استہزا کرنے والے مسلمانوں کے حلقہ میں رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم اور مذہب اسلام کی توہین کرتے کرتے جاں بحق ہُوا۔ قرطبہ کے مجتہد نے قسیسوں اور پکے مسیحیوں کے مجمع سمیت لاش لیجا کر سینٹ اسکلس کی تعظیم و تکریم سے اُس کی تجہیز و تکفین کی اور چونکہ مرحوم ڈائی گلیشن کے گرجا سے متعلق تھا لہذا شہید "ڈائی گلیشن" کا خطاب دیکر فوراً شاہ ولایت بنا دیا۔ اسی شام کو دو مسلمان دریا میں ڈوب گئے جس سے مسیحیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ عادل حقیقی نے پرفیکٹ کے خون ناحق کا قصاص لیا ہے۔ اسی سال حبشی غلام نصر نے بھی انتقال کیا۔ اور چونکہ بانی قتل میں خصوصیت کے ساتھ شریک تھا پس ہمارے ضعیف الاعتقاد مسیحیوں نے فوراً مشہور کر دیا پرفیکٹ نے پہلے ہی اُس کی موت کی پیشین گوئی کی تھی۔ "اُسی عادل حقیقی کا شاید یہ دوسرا فیصلہ ہے"۔

واقع مذکور الصدر کے بعد ہی ایک راہب مسمّی اسحٰق اسلام کی تلقین کے بہانہ قاضی شہر کے پاس آیا۔ قاضی نے جو ایک متبحر عالم تھا مذہب کے اصول ہنوز پوری طرح بیان بھی نہ کیے تھے کہ مشہوت راہب یا تو ارادتمند بن کر ایمان لانے آیا تھا یا نفرت سے مُنہ پھیر کر درشت الفاظ میں مذہب کی توہین کرنے لگا۔ قاضی نے طیش میں آکر اُسکے ایک دھول لگا کر کہا "کمبخت! تو نہیں جانتا کہ ہماری شریعت میں ایسی بدزبانی کرنے والے کی سزا موت ہے"۔ اسحٰق نے جواب دیا میں خوب جانتا ہوں بے شک تو میری موت کا فتوے دے میری بھی یہی خواہش ہے کیونکہ ہمارے پیشوا نے فرمایا ہے "مبارک ہیں وے لوگ جو امر حق کے لیئے جان دیتے ہیں۔ آسمانی بادشاہت اُنہیں کے لیئے ہے"۔

قاضی نے اس شخص کی بدنصیبی پر افسوس کیا اور سلطان سے چشم پوشی کی درخواست کی مگر قبول نہ ہوئی آخر اسحٰق مارا گیا۔ اور حسب معمول شاہ ولایت بنایا گیا اور مسیحیوں نے ہر طرح ثابت کر دیا کہ نہ صرف بچپن سے بلکہ پیدائش سے بھی پہلے سے اُس سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ انہیں دنوں میں سلطان کے باڈی گارڈ کے ایک سپاہی مسمّی سانکو نے جو یولوجیس کا مرید تھا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور قتل ہُوا۔ اگلے اتوار کو چھ اور راہبوں نے قاضی

کے سامنے آکر اور دیوانہ وار چلا کر کہا "ہم بھی اپنے دینی بھائی سانکو اور اسحق کے ہم زبان ہیں" اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے اور کہنے لگے "اگر تجھ میں طاقت ہے تو اپنے پیشوا کی توہین کرنے والوں سے بدلا لے اور جس قدر وحشیانہ ظلم سے چاہے سزا دے" غرضکہ یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئے اسی طرح اور تین راہبوں کے سر پر جنون سوار ہوا اور یہ بھی گویا خود جلاد کے سامنے گردن جھکا کر جا کھڑے ہوئے خلاصہ یہ کہ ۸۵۱ء کے موسم گرما میں دو مہینے کے کم عرصے کے اندر اندر گیارہ شخصوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ بالجملہ ع

ہلال عید قرباں جانتے ہیں تیغ عریاں کو ؎

مسیحیوں کی بزرگ تر جماعتیں اپنے بھائیوں کے اس بیہودہ جوش و جذبے سے سخت کبیدہ خاطر تھیں مگر ہم کو بھولنا نہ چاہئے کہ اہل اسپین مذہبی حمیت اور پاسداری میں کچھ ایسے مشہور نہ تھے چنانچہ برکات مذہب سے نہایت کم متاثر ہونے کے سبب ان میں سے اس کثرت کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے کہ صرف سو برس سے کچھ زائد عرصے میں دونوں فریقین تمام مذہبی تکلفات بالائے طاق رکھ کر باہم شیر و شکر ہو گئی تھیں ؎

مسیحی اپنی قدیم زبان لاطینی اور لٹریچر (علم ادب) سے نفرت کرنے لگے تھے جو عربی زبان پڑھتے تھے اور اس میں جلد ترقی کر کے عربوں جیسی لیاقت پیدا کر لیتے تھے چنانچہ اس القانیہ خود یوں بھی افسوس کرتا ہے اور لکھتا ہے "پادریوں کی تصانیف اور کتب مقدس انجیل کی جگہ جو گویا ان آسمانی صحیفے ہیں مسیحی عربی نظموں اور فسانوں کو بڑے ذوق شوق سے پڑھتے ہیں۔ قوم کے نوخیز عربی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ عربی کتابیں بڑی خوشی سے پڑھتے ہیں انہیں سے اپنے کتب خانے معمور اور آراستہ کرتے ہیں انہیں کو دلچسپ اور پسندیدہ سمجھتے ہیں۔ اپنی زبان کی کتابوں کی طرف غلط انداز نظر سے بھی کبھی نہیں دیکھتے افسوس! مسیحی اپنی قدیم زبان اس قدر بھول گئے ہیں اور بھولتے جاتے ہیں کہ ہرگز میں امید نہیں کر سکتا کہ ہزار میں سے ایک شخص بھی لاطینی زبان میں دو سطر کا خط لکھ سکے حالانکہ عربی میں شعر بھی پسندیدہ کہتے ہیں"۔ یولوجیس درست کہتا ہے کہ مسیحی عربی فسانوں اور نظموں کو پادریوں کی تصانیف سے زیادہ دلچسپ سمجھتے تھے اور جس طرح روز بروز عربی تہذیب و شائستگی اور عام طرز معاشرت میں ترقی کرتے جاتے تھے اسی طرح مذہبی ذوق میں تنزل۔ وہ اہل عرب ہی کے مشکور رہتے تھے جو ان سے اس درجہ محبت کرتے تھے اپنے مسیحی بھائیوں سے ایسے سخت غدر اور بیوفائی کے آثار دیکھ کر انہیں سخت حیرت اور کوفت ہوتی تھی۔ چنانچہ

Marfat.com

اس خطرناک طوفان کو دُور کرنے کی غرض سے اُنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کو اُن کی کمینہ چال چلن سے متنبہ کیا۔ اُن سے بحث مباحثہ کیئے مسیحیوں کے مقابلہ میں **گورنمنٹ اسلام** کی آزاد پالیسی انجیل کا بے تکلف درس تدریس۔ اور مسیحی اعظم کا یہ قول یاد دلایا کہ " مفتری کبھی نہ بخشا جائیگا۔" اُنہوں نے یہ بھی جتلایا کہ مسلمان اِن خودکشیوں سے جس کو تم اپنے زعم میں شہادت سمجھے بیٹھے ہو ذرا بھی آزردہ نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہارا مذہب سچا ہوتا تو خدا اپنے شہیدوں کا قصاص ضرور لیتا۔ غرضکہ اِن لائق اور معمولی درجہ کے لوگوں نے جو ہمسایوں کی خدمات اور سادی وضع پر ارکان نماز ادا کرنا ہی جانتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ روحانی عظمت حق ناحق موقعوں پر کیا اثر پیدا کرتی ہے اپنی سی بہت کی۔ آخر جب دیکھا کہ اُن کی مشفقانہ نصیحتیں اس مبہوت جماعت کی سمجھ میں نہیں آئیں تو اُنہوں نے جان لیا کہ مذہبی توہین اور اُس کی پاداش میں سزائے معجل کا یہ سلسلہ رفتہ رفتہ فاتحوں کی اصلی تہدید اور تشدد پر ختم ہوگا۔ بلکہ خود یولوجیس بھی ہر چند اس وقت جانفروش فرقہ کی طرف سے گویا امام فن مناظرہ تھا اور ہمیشہ کتب متعلقہ انجیل اور اولیائے کرام کی سوانح عمریوں کے حوالے سے فریق مخالف کے اعتراضات کا جواب دیتا تھا۔ مگر اس نتیجہ میں اُن کا ہم خیال تھا۔ لیکن باایں ہمہ پُرجوش دلوں میں اس کے سوا کچھ آرزو نہ تھی کہ جس طرح ہو ملک میں تشدد کی آگ بھڑک اُٹھے۔ آخرکار مذہبی سرداروں نے صلح اندیش فریق کی تقریروں اور تحریروں سے متاثر ہوکر اور نیز **گورنمنٹ اسلام** کا اشارہ پاکر آئندہ اس قسم کے فساد کا قرار واقعی انسداد اور مفسدین کی گوشمالی کرنی قرین مصلحت سمجھی۔ چنانچہ تمام **مجتہدین** کی ایک کونسل جس کا صدر نشین سیوائل کا مجتہد اعظم تھا منعقد ہوئی۔ اور اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس وقت جس قدر لوگ شہید ہوچکے ہیں چونکہ تمام کلیسائیوں نے بالاتفاق ان کو شاہ ولایت تسلیم کرلیا ہے لہذا وہ ہر قسم کے جرم و سزا سے بری کیئے جاویں مگر آئندہ جو شخص اُن کا اتباع کریگا وہ مجرم اور خارج از مذہب سمجھا جاویگا۔ اور اس فیصلہ کے عملدرآمد اور استحکام کے لئے تمام مفسد سرداروں کو قید کردیا۔ اِن سرداروں کے ساتھ یولوجیس اور فلورا کو بھی محبس کی سیر کرنی پڑی اور یہاں وہ دونو پھر ایک دوسرے کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ایک دن جبکہ فلورا گرجا میں نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ تسبیح و تہلیل میں مشغول تھی تو اُس نے اپنے برابر ایک دہنجیال عفیفہ کو دیکھا جو اسی اسحٰق کی بہن تھی جو شروع میں شہید ہوا تھا میری یا مریم جو اس لڑکی کا نام تھا اس وقت بڑی تضرع اور زاری سے ہاتھ اُٹھائے اپنے

جنت مکانی بھائی کے جلیس ہونے کی دعا مانگ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر فلورا نے بجلی سی کڑک کر بڑھنا چاہا۔ اور وہ وہاں سے اُٹھ کر سیدھی قاضی صاحب کے مکان پر پہنچیں (نہیں بلکہ قاضی صاحب کی قبر پر پہنچیں) اور حسب معمول جہاں تک ہو سکا اسلام و بانیٔ اسلام کی توہین کرنے لگیں جس سے صرف یہ مقصود تھا کہ تنک مزاج **قاضی** برانگیختہ ہو کر موت کا فتویٰ دیدے۔ مرادوں پر آئی ہوئیں بڑی چال کی لڑکیاں اس وقت عجیب بیساختہ پن سے قاضی کے سامنے کھڑی تھیں اور چند نہایت بےباکی سے اپنے مذہب کا ایسے لفظوں میں "دنیا کے لئے امن اور اہل دنیا کے لئے حسن ظن" اظہار کرتی جاتی تھیں۔ اسی قدر نفرت سے مذہب اسلام کو "عمل الشیطان" کہکر اس کا انکار کرتی جاتی تھیں۔ مگر سلیم الطبع شریف ایسا تنک ظرف نہ تھا کہ بچوں کا کیا گدلا ہو جاتا۔ اس قسم کے الٹی چھوٹی سنتے سنتے اور بیہودہ حرکات دیکھتے دیکھتے اس کا جی اُکتا گیا تھا۔ اور اکثر ایسے موقعوں پر جبکہ نا داندیش لوگ خود موت کے منہ میں چلے آتے تھے وہ بہرا بن جاتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی بجائے برانگیختہ ہونے کے ان لڑکیوں کی اٹھتی جوانی پر رحم آگیا۔ اس نے ہر چند کوشش کی کہ وہ ان ہزلیات سے باز آئیں اور جو کچھ کہا ہے اس کو واپس لے لیں یا کم از کم یہی خیال کریں کہ اس نے سنا ہی نہیں۔ مگر افسوس! کو تنک لڑکیاں سفر آخرت کا احرام باندھ کر آئی تھیں کیسے باز رہتیں اور کیونکر اپنے دلی ارادے کو فسخ کرتیں۔ آخر تنگ ہو کر قاضی نے ان کو قید خانہ میں بھیج دیا +

قید کے دراز اور انتظار ختم نہ ہونے والے زمانے نے جام شہادت کی تشنہ لڑکیوں کے حوصلے آزمائش کرلیے اور وہ اسی طرح شش و پنج میں تھیں کہ اپنے دلی ارادے کو کس طرح فسخ کریں جو ان کے تذبذب کو استحکام سے بدلنے اور ان کی باتیں لینے کے لئے کہیں سے یولوجیس آ وارد ہوا۔ یولوجیس کو بعض محققین اتفاق ہے کہ اس شخص کا دل اس کے کلام کی مانند نہایت سخت تھا۔ ایک عورت کو جس پردہ نہاں خانے سے نکل کر خرافات ادا کرنے پر راضی کرنا اور با وصف اپنی انسانی ہمدردی اور طبعی دلسوزی کے مشتعل بن کر دو منزل آتش جوش کو شوق شہادت کے شعلوں تک بلند کرنا ؎

این کار از تو آید و مردان چنیں کنند !

آج کل جو موجود فائدہ ہماری فلورا کو ملک الموت کے حوالے کرنا کو جنت کا ایک مکان مل گیا تھا اسکی جوش شہیدانہ کلام میں ہر کہیں ست نہ ہو جس کو وہ اپنے اعتقاد کے بموجب امن سمجھتا تھا تاہم نامہ فلورا ہی کی خدمت کے لئے اس نے اخیر پر ایک پورا رسالہ بھی لکھا۔ اور ان امور شہادت کی تفصیلیں بڑی شرح اور بسط سے درج کیں اکو فلورا کو اپنی تہائی کی بابت ضرورت تھی وہ دیا

تمام وقت لکھنے پڑھنے میں گزارتا تھا۔ تاکہ یہ جمال فلورا کی محبت اور اُس کی تربیت پہنچی ہوئی باعث تاکہ ریکارڈ بکھرا اثرِ اشتعال اس کو مذبذب الارادہ نہ کرے، مگر نہیں اُس کا ارادہ روز بروز عزم بالجزم ہوتا جاتا تھا۔ اور بالآخر جب قاضی صاحب کی بیٹیاں بازگوشتیں ان لڑکیوں کا نوشتۂ تقدیر بتا سکیں تو ناچار تنولے موت سُنا دیا اور ۲۴ نومبر ۸۵۱ء کو فلورا دگل اندام، اور اُس کی ہمدم و دمساز مریم دنیا کے ہنگامۂ پریشان سے بچ کر اطمینان کے ساتھ باورِ ناصر بان کی آغوش میں جا سوئیں۔

یولوجیس نے اس واقعہ کی یادگار میں جس کو وہ اپنے زعم میں "مذہبی کامیابی" سمجھتا تھا ایک نہایت شگفتہ نظم لکھ کر اظہارِ مسرت کیا ہے اور اپنے موقع پر اس مذہبی کامیابی کے سر تریں وہ پری جمال عفیفہ کی آخری ملاقات کو اس طرح بیان کرتا ہے:۔

"وہ مجھے گویا اُس وقت ایک روحانی دکھائی دیتی تھی اُس کا روشن اور معصوم چہرہ بشاشت کے خوشنما رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ نور کی شعاعیں آسمان سے نازل ہو کر اُس کے گرد گویا ایک ہالہ بناتی تھیں اور وہ خود پیش از وقت اپنے مکانِ لامکان سے سفرالوقت معلوم ہوتی تھی جب میں نے اُس کی معجز بیان زبان سے وہ شیریں الفاظ سُنے جن کو شاید میں تمام العمر نہ بھولوں گا۔ تو اُس کو زیادہ صادق الارادت اور ثابت قدم کرنے کی غرض سے میں نے وہ نورانی حلہ اور مرصع تاج یاد دلائے جو بہشت میں اُس کا انتظار کر رہے تھے میں اس قدسی نفس عفیفہ کے سامنے وہیں سربسجود ہوا۔ اور نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ اپنے خاص خاص اوقات میں مجھے بھول نہ جانا۔ اور جب اس کی تقریر سے خوب مطمئن ہو کر میں اپنے مکان کو واپس آیا تو خلافِ توقع مجھے کچھ زیادہ حزن و ملال نہ تھا" +

اس واقعہ کے بعد جلد یولوجیس اور اوقیس بھی قید سے رہا ہو گئے اگلے برس عبدالرحمٰن نے بھی قیدِ حیات سے مخلصی پائی اور محمد اپنے فرزند کو جانشین چھوڑا۔ یہ بادشاہ نہایت بے رحم ناتراشیدہ خو بنا اور اس قدر تنگ چشم تھا کہ اراکین دربار کی تنخواہ[1] سے بچا کر جمع کرتا تھا۔ اُس کی تنگ حوصلگی اور نالائقی نے تمام رعایا کو اُس سے متنفر کر دیا تھا۔ اگر اس سے خوش تھے تو صرف فقہا تھے اور وہ بھی اس لئے کہ اس نے اسلام اور بانئِ اسلام کی توہین کرنے والوں سے دل کھول کر بدلے لئے تھے۔ تمام کلیسا مسمار کر ڈالے تھے اور ایسے شدید اور جابرانہ قانون جاری کئے تھے کہ اگرچہ بموجب فیصلہ کونسل مجتہدین "شہادت" کی مذہبا ممانعت ہونے پر لوگ بکثرت مسلمان ہو گئے تھے مگر ان سختیوں سے تنگ ہو کر اور بھی زیادہ ہو چکے تھے لیکن نفس الامر میں یولوجیس اور اُس کے رفیق الوبرو کے ساتھ ہی ان خودکشیوں سے تائب ہو گئے تھے۔ کیونکہ اب رحمدل عبدالرحمٰن اور اُس کے اراکین کا دور دورانہ تھا جو اُن کی مجنونانہ حرکات

[1] اہل کاروں کی تنخواہ سے بچا کر جمع کرنا تو عین اس کی فراخ حوصلگی تھی +

Marfat.com

اور بدزبانیوں سے جو اُسے توجہ ہو جاتے تھے اب ایک ایسا شخص مخاطب تھا جس کی پالیسی ظلم و تشدد پر مبنی تھی پس ایسی حالت میں مسیحیوں کا ترکِ مذہب کرنا کچھ تعجب نہیں۔

گو مسیحیوں کی موجودہ حالت دینی و دنیوی اس قدر ابتر ہو گئی تھی مگر پرجوش دل ہنوز امید شدہ و مدبر تھے بلکہ اُن کے دلی جذبات رفتہ رفتہ حدود قرطبہ سے بھی باہر نکل کر دور دراز مقامات تک پہنچ چکے تھے چنانچہ باشندگان طلیطلہ کا یولوجیس کو اپنا مجتہد بنانے کی خواہش کرنا اور پھر گورنمنٹ کی نارضامندی دیکھ کر عہدہ مذکور کو مدت دراز تک اس انتظار میں خالی رکھنا کہ گورنمنٹ بطیب خاطر یولوجیس کو منتخب کر لیگی اس امر کا ثبوت کرتا ہے۔ انہیں دنوں [illegible] فرانس کے دو راہب حضرت شہدا کے تبرکات لینے کو آئے تھے اور ان کی ہڈیاں ایک خوبصورت [illegible] میں جمع کر لے گئے [illegible] جب [illegible] سپین پہنچ کر وہ بندوں کو وہ ان کی زیارت کراتے تھے تو یہاں مسیحیوں [illegible] اور زیادہ قابل زیارت [illegible] کے سامان جمع ہو رہے تھے جس سے پرجوش مسیحیوں کو ایک تحریک [illegible] ڈالا تھا۔

یولوجیس کی [illegible] کا [illegible] تھا کہ [illegible] ترقی تھی کا [illegible] تھی۔ ایک پاکدامن [illegible] لڑکی [illegible] جوانی [illegible] طرح تمام کر چکا تھا کہ دوسری [illegible] کو ایک دوشیزہ اپنے والدین کو چھوڑ کر حضرت یولوجیس کے حلقہ [illegible] میں داخل ہوئی اور [illegible] میں [illegible] قاضی صاحب کی عدالت میں مع اپنے [illegible] کے پیش کیے گئے۔ یولوجیس پر جرم [illegible] کا جرم تھا اور موجب [illegible] ہوئی۔ [illegible] پر لیٹ جناب [illegible] سخت [illegible] اور [illegible] کر کے [illegible] رہتا کہ ان [illegible] متحمل ہوتا۔ اور اگر اپنے پیارے مذہب کے لیے متحمل بھی ہوتا تو کیا ان کے ہاتھ سے [illegible] کو اپنے [illegible] کا فرما بیدین سمجھتا تھا۔ چنانچہ قاضی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر بولا "اے مجسٹریٹ! تو قتل ہی کا حکم کیوں نہیں دیتا تاکہ میری روح ایک ہی دفعہ بدن سے نکل کر [illegible] فوت ہو جائے۔ [illegible] ہو گا کہ میں اپنے بدن کو دروں سے پاش پاش کرانا گوارا کروں"۔ [illegible] اور بانی اسلام کی شان میں نے خلاف بدزبانیاں شروع کیں لیکن چونکہ ایسے [illegible] شخص [illegible] موت [illegible] صاحب کے حد اختیار سے باہر تھا لہذا مقدمہ کی بالا [illegible] اور [illegible] کو اسلام کے اجلاس میں پیش ہونے پر جب ایک [illegible] مجرم سے سوالات کر رہا تھا تو ان سے یہ بھی پوچھا "کیا وجہ کہ تم جیسا عقلمند اور تعلیم یافتہ شخص [illegible] میں [illegible] مجنون اور بدحواس شخص اگر ایسا کریں تو تعجب نہیں۔ مگر تم [illegible] ہو [illegible] سے کہتا ہوں [illegible] اگر

ایک دفعہ درخواست سے موافقت کر لو گے ہیں تم سے صرف اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ تم نے قاضی صاحب کے سامنے بیان کیا ہے اُس سے انکار کر دو ابھی بری کیے جاؤ گے۔ مگر افسوس خام خیالات کے ہجوم نے یولوجیس کے دل میں ایسی نصیحتوں کی گنجائش باقی نہ چھوڑی تھی اور اگرچہ حقیقت میں وہ محض شہید گر ہونے کو خود شہید ہونے پر زیادہ ترجیح دیتا تھا۔ لیکن سخن پروری اور نفسانیت نے اُسے مصلحت وقت سے منحرف کر کے آخر کار موت کا روزِ سیاہ دکھلایا۔ چنانچہ اقبال جرم کرنے پر فتویٰ سنا دیا گیا اور اندلس کی نویں صدی کا شہید گر ۱۱ مارچ ۸۵۹ء کو قتل ہو کر اپنے حواریین سے جا ملا۔ مرتے وقت بھی اُس کی جرأت اور دلیری اور جوشِ مذہبی میں سر مو فرق نہ آیا تھا۔ مرنے کے واسطے جانے سے مقصود اُن کا جیتا گویا اُن پہچان گیا۔ اور شکر ہے کہ پھر اس کے بعد تمام تاریخ میں ہم کو کہیں اس جنون کی حد کو پہنچے ہوئے جوشِ مذہبی کا اثر نہیں دکھائی دیتا۔

Marfat.com

چھٹا باب

خلیفۂ اعظم

عبدالرحمٰن ثالث الناصر لدین اللہ

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا [illegible] مشغول ہو گئے ہوں گے [illegible]
خلاف توقع ایسی داستانیں اور واقعات جو تاریخ [illegible] اور قرطبہ کے [illegible]
اور بڑے شخص وہاں کے [illegible] تذکروں [illegible] بادشاہوں کی شخصیتوں [illegible]
کی طرف زیادہ مائل رہے ہیں چنانچہ [illegible] تاریخ ہم نے اپنے [illegible]
ہے کہ ہے جن میں **ابوالعزم طارق** اور اس کے [illegible] الثانی تک
[illegible] کے واقعات [illegible] زمانے میں [1] [illegible] صدی کی تاریخ [illegible]
[illegible] میں [illegible] فرانسیسیوں [illegible] لڑائی [illegible]
[illegible] ہے کہ [illegible]
[illegible] نہایت [illegible] بعد میں [illegible]
[illegible] **رالنس یلر** [illegible] جواب [illegible]
[illegible] **رولنڈ** کو [illegible] اپنے دامن شفقت میں چھپانے [illegible]
متعلق [illegible] واقعات بعید القیاس ہیں [illegible] انداز [illegible]
اور [illegible] **ابولوجیس** [illegible] مذہب پر [illegible]
[illegible] پیدا کر دیا ہے [illegible]
اور مذہبی فرقوں کے باہمی [illegible] صدی کے واقعات [illegible]
کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ایسے واقعات [illegible]

[1] دیکھو [illegible] رسالہ "انیسویں صدی" اور "تاریخ نویسی"۔

Marfat.com

سمجھے جاتے ہیں۔ مشہیر حضرات شعرا کی جو دستِ طبع ہوتے ہیں جن کی مبالغہ پسند طبیعتیں حقیقی واقعات کو مجازی
صفات رزمیہ کا زیور پہنا کر معمول سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ دکھلاتے ہیں حالانکہ مذہبوں اور قوموں
کے باہمی نفاق اور زور آزمائیاں یہی روز روز کی باتیں ہیں جن کو دنیا ہمیشہ سے بلکہ ابتدائے آفرینش
سے اسی طرح دیکھتی چلی آئی ہے اور چلی جاویگی لیکن ہم کو بھول کر بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جن
واقعات سے عموماً یہ پانچ باب لبریز ہیں اُن میں چونکہ وہ آب و تاب نہیں جو کسی شخص واحد کی ناموارانہ
بہادری اور کارنمایاں میں پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس واسطے وہ ناظرین کو مسرور الوقت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نہتّے
اور ناتراشیدہ سپاہیوں سے عرصۂ کارزار میں جو خونریزیاں ہوتی ہیں وہ حقیقی بہادری نہیں بلکہ حقیقی
بہادری وہ تھی جو قرطبہ کے وحشت انگیز دورِ شہادت میں ہزاروں بے خبر اور سادہ دل مرد و عورتوں نے
سچی مذہبی حمیت کے پیرایہ میں ظاہر کی۔ از خود رفتہ کر دینے والے غصے کی حد تک مشتعل ہو کر بہادری کے جوہر
دکھلانا بہت آسان ہے لیکن اخیر دم تک قید کی ناقابل برداشت تکلیفیں برداشت کرنا۔ نگاہ واپسیں تک موت
کی ساعتِ بد کا مردانہ جسارت سے انتظار کرنا۔ اور اس تمام نازک حالت میں نہایت صادق الارادت
اور ثابت القدم رہنا آسان نہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں یہ مسیحی شہدا راہِ راست سے گم گشتہ تھے بیشک
انہوں نے اپنی عزیز جانوں کو مفت ضائع بھی کیا۔ انہوں نے جو کچھ کیا فی الجملہ برا کیا لیکن قطع نظر اس کے
کیا اُن کی دلاوری اس قدر قابل تعریف نہیں ہو سکتی جس قدر کہ انکی عقل قابل رحم تھی؟ فلوسیا اگر کسی جائز
مقصد پر بھی اپنی جان قربان کرتی تو کیا اس سے زیادہ ناموری کی مستحق ہوتی اسی طرح ایولوجیس
گو محض جہل مرکب اور خام خیال سے مبہوت تھا۔ مگر کیا اُسکے حقیقی اور نامور **هیرو** ہونے میں کچھ شبہ
ہے غرضکہ ان مذہبی اور قومی تعصبوں میں جرات و استقلال۔ حمیت و سرگرمی ظاہر کرنے والے بہت سے
ایسے واقعات موجود ہیں جو گو تاریخ بین نظروں کی توجہ سے رہ جائیں۔ مگر فی الحقیقت نامور بہادروں کے
ہمیشہ زندہ رہنے والے کارناموں کی مانند صفحۂ یاد کے چمکیلے حروف ہیں انسان نے اپنے نہایت دشوار
اور سخت فرائض منصبی اکثر بہادری کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں پورے کئے ہیں۔ حالانکہ بڑی بڑی
قوموں کی باہمی ستیزہ آرائیوں میں ایسے فرائض بکثرت مل سکتے ہیں +

ایک پوری قوم یا کم از کم شہر کے عموماً تمام باشندوں میں رزمیہ صفات پیدا کرنا اس قدر آسان
نہیں جس قدر کہ کسی شخص واحد میں۔ اور اب ہم سلسلۂ تاریخ میں ایک ایسے شخص کے زمانے تک پہنچ گئے ہیں
جس کی شاہانہ عظمت و اقبالمندی کی بہت کم نظیر ہیں۔ جیسا کہ قانون قدرت ہے عظیم الشان بادشاہ
ہمیشہ عظیم الشان ضرورت کا رافع ہوتا ہے جب کسی قوم کا جہاز بدنصیبی سے گرداب بلا میں پھنستا ہے

Marfat.com

ہر طرف سے موجوں کے سخت تھپیڑے کھا کر ڈگمگاتا ہے جب ہر لحظہ جو گرتا ہے خوفناک بربادی کی پیشین گوئی کرتا ہے اور تباہی سر پر کھڑی چلاتی ہے۔ تب عظیم الشان بادشاہ خضر بخت پیدا ہو کر اپنی قوم کو اس طوفان سے نجات دینے آتا ہے۔ ملک میں پھیلا ہوا انتظام کرتا ہے اور اپنی کوششوں سے سلطنت کو صاحب بخت و اقبال کر کے پھر ایک مرتبہ جمعیت کی حالت پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے آغاز میں اسپین کو ایک ایسے ہی فرمانروا کی اشد ضرورت ہوئی۔ قرطبہ کے مسیحیوں کا شور و شر [illegible] کرنے والا جوش اگر کسی قدر فرو ہو گیا تھا تو مخالف [illegible] کی آگ بھڑک اٹھی بادشاہ [illegible] ہوئے کیونکہ سلطان منذر جو سلطان محمد کا فرزند اور جانشین تھا اگر ایک مرد اور [illegible] تھا تو

اے روشنیٔ طبع تو بر من بلا شدی

کا مصداق ہوا۔ امیر عبداللہ [illegible] خود اس قدر لائق نہ تھا کہ اگر عنان حکومت اس کے ہاتھ میں [illegible] تو [illegible] کے خلاف [illegible] کرتا۔ جس نے تمام ملک میں جا بجا شورش برپا کر دی تھی [illegible] اور زمانہ سازی دونوں باتیں تھیں اور چونکہ ہر امر میں [illegible] اور نرم و نوط [illegible] کے بعد اختیار کرتا اس لئے ہمیشہ ناکام رہتا تھا۔ علاوہ ازیں اس کی عادتیں بھی [illegible] اور [illegible] تھیں کہ ایک مرتبہ تو تمام فریق بالاتفاق اس سے سخت متنفر اور اس کو معزول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

تخت پر بیٹھے ابھی پورے تین برس ہوئے تھے کہ اندلس کا بیشتر حصہ [illegible] ہو گیا اور تمام ملکی گروہوں کا ایک مرتبہ جو عرب [illegible] ہو کر حکومت کی قوت [illegible] سے مغلوب کر [illegible] نے تمام [illegible] عربی [illegible] کا [illegible] تھا۔ جب سلطان الوقت کو نالائق اور کمزور سلطنت کو [illegible] سے لبریز پایا تو [illegible] حصہ ملک [illegible] کر کے [illegible] حکومت سے جدا ہونے لگا [illegible] کے دلوں میں ہوئے تھے اور زمانہ ان کو [illegible] ساتھ تھے جن [illegible] ختم ہو گئی تھی۔ ہر چند کہ [illegible] قوموں کے بہت کم تھے اور اس کی [illegible] کو دوبارہ [illegible] سے خوف نہ ہو گئے کہ [illegible] بھی تو اپنی [illegible] سیوائل کو اپنی خود مختار حکومت کا مرکز بنا کر قرطبہ کا رقیب بنا دیا [illegible] تھے اس قدر مضبوط ہو گئے تھے کہ سلطان نے [illegible] کر کے [illegible] اسے نام [illegible] تھے [illegible] لوگ کا اور [illegible] بالکل خود مختار [illegible] سلطان [illegible]

اور اُس کے احکام کی یہ وقعت رہگئی تھی کہ مُستاجر محافظین صرف قرطبہ کی حدود میں لوگوں کو شاہی فرمان پر چاہے جس طرح مجبور کرسکتے تھے۔ حدود سے باہر جہاں وہ سپاہی نہ پُہنچ سکتے تھے ایک عرب بھی نہ سُنتا تھا بربری جو اگرچہ تعداد میں عربیوں سے زیادہ مگر گورنمنٹ سے بدظن ہونے میں اُن کے برابر تھے پہلے ہی سلطان سے برگشتہ ہوکر اپنی پُرانی وضع پر آگئے تھے اور ملک کے مغربی صوبوں مثل استری- مجوریا نیز اُن صوبجات واقع جنوب پرتگال میں پھیلکر مختلف قبیلوں کی شکل میں خود مختار حکومتیں کرتے تھے علاوہ ازیں خاص آندلس کے بعض مشہور اور کارآمد مقامات مثل جیّن وغیرہ بھی اُن کے قبضے میں تھے۔ یہ خرابیاں تھیں سو تھیں۔ آخر کو آرام و اطمینان بھی نہ رہا۔ بربر کے دھون نامی ایک قزاق قبیلہ (موسیٰ ایک نہایت بدذات کمینہ اور مردود خلائق لٹیرا۔ اور اُس کے تین بیٹے جن میں سے ہر ایک تن و توش اور سفاکی میں باپ کی طرح عدیم المثال تھا) تمام ملک میں بلائے عالمگیر بنکر پھیلگیا اور جسطرف جاتا تھا شہروں کو جلا دیتا اور اہل شہر کو لوٹ کر قتل کر ڈالتا تھا۔

اسپین کے نومسلم جن پر مذہب اسلام کے ساتھ اسلامی تہذیب کا پرتو بھی کچھ کچھ پڑنے لگا تھا اگرچہ بربریوں کی طرح تو ناتراشیدہ نہ تھے مگر سلطان کے پُورے مخالف تھے چنانچہ در دولت صوبہ الجرو کے علاوہ صوبہ اُندلس کے بیشمار خودسر شہر و اضلاع پر قابض تھے۔ خلاصہ یہ کہ تمام مشہور شہر ضلع اور تمام صوبجات در پردہ یا بالمشافہ سلطان الوقت سے منحرف تھے۔ اور کیا عربی کیا گورنر کیا بربری سردار کیا نومسلم سب یکدل یکزبان ہوکر اُسکے کمزور کرنے پر آمادہ تھے۔ ان سب میں زیادہ طاقتور ابن حفصون نامی ایک مسیحی تھا جس نے صوبہ آلویرا کے باشندوں کو برانگیختہ کرکے اُن کو اپنی سرداری میں لے لیا تھا اور ایک پہاڑی قلعہ بوبسترو کو مرکز حکومت گردان کر تمام اردگرد کے قصبوں اور شہروں میں اپنے قوانین نافذ کردیئے تھے۔ سلطان نے اس پر پے در پے حملے کیے اور ہر دفعہ شکست فاش کھائی آخر ہی کی ذلیل تدبیروں پر اتر آیا۔ مگر ابن حفصون کی عیاریوں اور چالاکیوں کے سامنے اُسکی ایک پیش نہ گئی۔ اسی طرح صوبہ مرسیا میں بھی ایک نومسلم شہزادہ مختار اور بوجہ اپنی مدبّرانہ اور منصفانہ حکومت کے نہایت عزیز الوجود تھا۔ یہ شاہزادہ اگرچہ شعر و سخن کا از حد شائق مگر اس میں اس درجہ مستغرق نہ تھا کہ کسی انتظام سے روز بروز غافل رہے۔ چنانچہ پانچہزار سواروں کی ایک جری اور شائستہ فوج ہر وقت طیار رکھتا تھا۔ حضرات طلیطلہ بھی اسی طرح بغاوت پر مجسم رہے تھے اور یہ صرف شمالی اسپین کے خود سر مسیحی شہزادوں کے باہمی تنازعات اور خانہ جنگیاں تھیں جو اُن کو اپنی مدّت کی گم شدہ حکومت تک نہ پہنچنے دیتی تھیں۔ رہا اب اندلس میں باقی ہی کیا تھا اُس کی طاقت بیشمار

Marfat.com

چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر منقسم ہوگئی تھی۔ یہ ریاستیں بھی عظیم الشان سلطنت کے صوبوں کی طرح کچھ اسکے ماتحت نہ تھیں بلکہ انگلستان کے اُن بیرنوں کی ریاستیں معلوم ہوتی تھیں جو خاص شرائط کی پابند ہوتی تھیں ایسی حالت میں اگر کوئی اولوالعزم شخص حملہ کرتا تو اندلس کسی طرح اُس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکتا۔

مگر بدعملی کی اس گہری سیاہی میں جو ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک پھیلی ہوئی تھی کہیں کہیں سفید نقطے بھی چمکتے تھے چنانچہ صوبہ مرسیہ اور اس کے روشن دماغ کریم النفس گورنر کا حال ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ قرمونا کا گورنر ابراہیم بھی ارباب شعر و سخن اور علماء کاملین کی قدر شناسی کی وجہ سے اچھی قدر مشہور تھا۔ اُس کا محل سرائے سنگ مرمر کے ستونوں پر معلق تھا جس کی دیواروں پر اسی پتھر اور نیز سونے سے گلکاری کی گئی تھی محل سرائے کیا تھا عشرت کدہ تھا جس میں ہر قسم کے لوازمات عیش و عشرت اور تمام مذاق زندگی موجود تھے۔ **ابن حجاج** صوبہ سیول کے عربی گورنر (بلکہ اگر بادشاہ کہیں تو زیبا ہے) نے حالانکہ سلطان تک کو اپنی رضا جوئی اور دوستانہ ارتباط پر مجبور کر لیا تھا۔ مگر خود ابراہیم کا تابعدار تھا۔ اس کے پسندیدہ دستور العمل۔ دادرس حکومت اور شائستہ قوانین نے قرمونا اور اس کے مقامات کو بہت مشہور کر لیا تھا۔ اُس کی شاہی عبا زربفت کی تھی جس کے دامن پر اُس کا نام اور لقب کڑھا ہوا تھا۔ ممالک غیر کے بادشاہ ہمیشہ اُس کو تحائف بھیجتے تھے چنانچہ مصر سے قسم قسم کے خوشنما ریشمی کپڑے۔ مدینہ منورہ سے شمس العلماء بغداد سے مشہور گانے والے آتے تھے ایک حور وش نازنین "القمر" اسم بامسمّیٰ جو اپنی شیریں آواز۔ دلکش تقریر اور عمدہ مذاق شعر و سخن کی وجہ سے زینت محفل تھی اس طرح اُس کی تعریف کرتی ہے "میں تمام مغربی دنیا میں پھری مگر ابراہیم جیسا شریف النفس شخص نہیں پایا۔ جو شخص ایک دفعہ اس کی صحبت سے مستفیض ہو گیا دوسری سرزمین میں رہنا اُس کے لئے کم از مصیبت نہیں"۔ خاص قرطبہ کے شاعر بھی اس کے پر رونق دربار میں حاضر رہتے تھے اور حقیقت اُن کی مدارات بھی بیان خاطر خواہ ہوتی تھی۔ **ابراہیم** ابن حجاج مدت العمر میں صرف ایک شاعر کے ساتھ سرد مہری سے پیش آیا وہ بھی اس لئے کہ شاعر مذکور نے اس کو ارکین دربار قرطبہ کی ہجو سنا کر خوش کرنا چاہا تھا۔ مگر یہ بات اُس کو سخت ناگوار گزری چنانچہ اختتام نظم پر اس نے شاعر سے کہا "اگر تم مجھ جیسے شخص کو ایسی ذلیل اور خلاف واقع باتیں سنا کر خوش کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری بڑی غلطی ہے"۔

تاہم ملوک الطوائف کی شہرت بد کی میں ان ضعیف لمعات کی اصل حقیقت چھپ جاتی ہے کیونکہ سلطان الوقت کے کمزور ہونے اور غاصب سرداروں کے شاہی ولولوں نے سلطنت میں جو بدنظمی

پیدا کر دی تھی۔ وہ مرشیا۔ قرمونا۔ شیوائل جیسے صوبوں کی حسن نظمیوں سے ہرگز رفع نہیں ہوسکتی تھی
ملک کی حالت روز بروز ردی ہونے میں کچھ کلام نہ تھا اور جس میں قرطبہ کی حالت تو نہایت ہی مخدوش تھی
کیونکہ ابن حفصون اور اُس کے کوہستانی دلیروں کی آرزو دست فتح سے ہردم محل خطر میں تھا اور
درحقیقت محصور ہونے سے پیشتر ہی ایک سخت محاصرہ کی تمام تکلیفیں سہ رہا تھا چنانچہ عربی مورخ اس موقعہ
پر لکھتا ہے "قرطبہ کی حالت ایک سرحدی شہر کی حالت سے کم نازک نہیں جو غنیم کے سب سے پہلے حملے کی
اٹھتی ہوئی موج کے تھپیڑے سہتا ہے۔ باشندگان شہر رات کو سوتے سوتے اکثر چونک پڑتے ہیں۔ کیونکہ
بوبی کے خونخوار سوار دریا کے اس طرف شبخون کرتے ہیں۔ بدنصیب کسانوں کی دردانگیز چیخیں جن کے
مظلوم حلقوں پر ظلم کی تلواریں چلتی ہیں۔ رات کی خاموشی میں صاف سنائی دیتی ہیں۔ اس زمانے
کا ایک اور وقائع نگار لکھتا ہے "ملک کی حالت مقام تباہی میں ہے مصیبتوں پر مصیبتیں مسلسل نازل
ہو رہی ہیں۔ قزاقی اور لوٹ کا بازار گرم ہے۔ حتٰے کہ ہماری بیوی بچے تک پکڑ کر غلام بنائے جاتے
ہیں" خلاصہ یہ کہ سلطان کے سفلہ مزاج ضعیف و محض لاشئے ہونے سے رعایا الگ نالاں تھی فوج
الگ شکایت مند تھی۔ کیونکہ مدت سے تنخواہیں نہ ملی تھیں۔ صوبہ داروں نے خراج دینا بند کر دیا۔
شاہی خزانے بالکل خالی ہو گئے۔ جو روپیہ بطور قرض لیا گیا وہ اُن چند عربی سرداروں کی نذر ہوا
جو ابھی تک امداد و معاونت کے سبز باغ دکھلائے جاتے تھے۔ قرطبہ کے خاموش اور سرد بازار حسرت سے
اپنی گذشتہ تجارت کی گرم بازاری یاد دلاتے تھے۔ ماکولات بیش بہا ہوتے ہوتے بے بہا ہو گئے
کسی فروشندہ کو ایک دم بھر کا بھروسا نہ تھا۔ ہر وقت سب کے دل یاس و ناامیدی سے لبریز رہتے تھے
متعصب و پندار یا یوں کہو کہ ملا نے جو خلق اللہ کی تباہی کو ایک عذاب الٰہی اور ابن حفصون کو
"مسوط اللہ الجبار" جلال الٰہی کا چابک) تصور کرتے تھے اپنی جانگزا پیشین گوئیوں سے لوگوں
کا رنگ لرزا رہے تھے اور کہتے تھے" افسوس اے کمبخت قرطبہ! اے دنیا بھر کی آلائشوں اور خرابیوں
کے منبع! اے مصائب و تکالیف کے مخرج! اے بے پشت و پناہ۔ بے یار و مددگار شہر! جب وہ کریہہ المنظر
دراز بینی کپتان (ابن حفصون) جس کا پیش اسلامیوں سے اور پشت مشرکوں سے محفوظ ہو گی تیرے
سہمے ہوئے شہر پناہ کے سامنے آئیگا۔ تب تیری افسوسناک قسمت کا بالکل فیصلہ ہو جائیگا۔

جب دارالخلافت کی ایسی نازک حالت تھی تو بدنصیب باشندوں کی تیرۂ ناامیدی پر جناب اللہ
ایک امید کی جھلک پڑی۔ اول تو عبداللہ ہی نے جو مایوسی میں اپنی رعایا کا شریک حال تھا یک بیک
مردانہ ٹھاٹھ بدلا اور چارہ کاریں کما حقہ تدبیریں کیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ اُس کے ساتھیوں کے

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۸۷

القصر واقعہ سوائیل میں "باب بنات النعش"

Marfat.com

Marfat.com

دل شکستہ ہونے کے علاوہ وہ خود بھی دشمنوں کی کثرت دیکھ کر دل شکستہ ہو گیا تھا اُس نے اپنی حکمتِ عملی سے کئی کامیابیاں حاصل کیں مگر ان سب سے بڑھ کر اپنی رعایا کے ساتھ اُس نے یہ سلوک کیا کہ وہ خود ۱۵ اکتوبر ۹۱۲ء میں ۶۸ برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اور ۲۴ برس کی بے لذت حکومت کے بعد اپنے آپ اور رعایا دونوں کو ہمیشہ کے لئے فتنہ سے آزاد کر گیا۔ اس وقت گویا اس کا گرانبار جنازہ ہی رعایا کی گردن پر گرانبار احسان تھا جس طرح اُس کی منحوس قسمت میں دولت اُمیہ کا ضعف اور بظاہر لاعلاج زوال دیکھنا لکھا تھا اسی طرح اُس کے جانشین کے ہمایوں طالع میں اُسی دولت کا تجدید قوت اور کمال عروج دیکھنا لکھا تھا۔ یہ جانشین سلطان عبدالرحمٰن ثالث المعروف بہ "خلیفہ اعظم" نامدیکانی عبداللہ کا پوتا تھا ۔

عبدالرحمٰن کی عمر اس وقت اکیس برس کی تھی اُس کے کئی چچا اور قریب رشتہ داروں سے کچھ اُمید تھی کہ ایسے نازک وقت اور فتنہ خیز زمانے میں ایک ناتجربہ کار نوجوان کے ہاتھ میں عنانِ حکومت دینا شاید قرینِ مصلحت نہ سمجھیں گے مگر شکر ہے کہ کسی سے مخالفت کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ بعکس اس کے جلوس ہر طرف مبارک سمجھا گیا۔ نوجوان شہزادہ ملک اور دربار کی خوشنودی حاصل کرنے میں پہلے ہی کامیاب کوشش کر چکا تھا۔ اصل یہ ہے کہ اس کے حسنِ وجاہت اور شاہانہ انداز نے اس کے عجیب الاطوار آداب التسلیم تواضع ذہنی کے ساتھ ملکر عطر مجموعہ کی طرح اس میں وہ نرالی اور سخت خوشبو پیدا کر دی تھی جس کو ہر دلعزیزی و مقبول انام ہونا کہتے ہیں۔ اور اب اہل قرطبہ جن کے سوائے مرحوم عبداللہ نے کام میں اور کسی امیر کہلانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ اور جن کے دل اس وقت تازہ امنگوں اور نئی امیدوں سے لبریز تھے سراپا گوش بنکر نوجوان سلطان کے پہلے حکم کا بیتابانہ انتظار کرنے لگے۔ ادھر عبدالرحمٰن نے بھی اپنے اصلی ارادوں کو زیادہ چھپایا وہ خوب جانتا تھا کہ مرحوم دادا کی بیہودہ پالیسی نے اس قدر نرمی کر کے کمزوری کی حد کو پہنچ جانے اور بیجا اس درجہ سختی کرنا کہ ظلم سے مبدل ہو جانے نے سلطنت کو کس قدر خوفناک گزند پہنچایا تھا۔ اسی واسطے اُس نے اس افراط تفریط کو یک لخت چھوڑ کر عام الناس کو خبردار کر دیا کہ آئندہ حکومت کی حد میں کوئی سرکش یا مطیع نہ رہ سکیگا اور تمام سرکشوں اور باغیوں کو خود بلا تکلف اپنے دائرہ اطاعت میں داخل کر لیا۔ اور دور و نزدیک منادی کرا دی۔ اگرچہ اندلس جیسے سرزمین بھی باغیوں سے بھری ہوئی تھی مگر سلطان کی دلیرانہ تجویزیں ان دہشت انگیز باغیوں کے حوصلے پست کر دینے کے لئے کافی تھیں۔ اگرچہ یہی گمان غالب تھا کہ تمام مفسد ہر طرف سے بلا دقت یک جان ہو کر شہزادہ سلطان کو دبا لینگے۔ لیکن عبدالرحمٰن اپنی رعایا کی خیرخواہی اور ملک کی حالت سے خوب

واقف تھا اسی واسطے اسکی دلیرانہ تجویزیں بے جا تھیں کیونکہ ابن حفصون اور اسکے ہم پیشہ باغیوں کو علم فساد بلند کئے قریباً ایک پشت گزر چکی تھی ؂

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

نہ وہ دل تھے نہ وہ حوصلے تھے نہ نئے جانشینوں کے ساتھ وہ نئے نئے جذبات تھے جنہوں نے مسلمانوں مسیحیوں اور اہل اسپین کو یکساں برانگیختہ کرکے اپنی آزادی لینے پر آمادہ کردیا تھا۔ قاعدہ ہے کہ ایسی بغاوتیں اس کو پوری کامیابی تک پہنچنے سے پہلے دو نہیں ہوا کرتیں جو باغیوں کے ابتدائی زمانہ کے ولولے آخرکار حاصل کرلیتے ہیں۔ سرغنوں کو عموماً موت یا بڑھاپے نے مجبور کردیا تھا ادھر رفتار زمانہ کے ساتھ اساتذہ کا سلسلہ بھی بدل گیا تھا پس اُن کی نسلوں پر ایک خاص قسم کی خاموشی طاری ہوگئی تھی۔ ہر شخص بغاوت کے مزے خوب چکھ چکا تھا اور اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ باغی خود ہی انفعال کے ساتھ اپنے آپ سے پوچھتے تھے " ہماری بغاوتوں نے کیا نیک نتائج پیدا کئے؟ اندلس کو کفار (مسلمان) سے چھڑانے کے بجائے برعکس اُن لوگوں کے پنجوں میں پھنسا دیا جو ننگ اسلام ہیں کون؟ لٹیروں کے سرگروہ ذلیل نا ذمہ دار متلاشی معاش تمام ملک اس سرے سے اُس سرے تک قزاقوں کا جولانگاہ ہوگیا ہے جو مزرعوں اور انگورستانوں کے حق میں مور و ملخ بنے ہوئے ہیں اور جس طرف نکل جاتے ہیں بربادی و ویرانی ہی چھوڑتے ہیں افسوس! یہ آفت تو تمام ارضی و سماوی آفات سے بڑھ کر ہے "۔ پس سلطان قرطبہ موجودہ حالت کو اس سے زیادہ اور کیا ردی کرتا چنانچہ ابتدا میں لوگوں کی توجہ عموماً اسی طرف تھی کہ دیکھئے اس نئے جلوس سے آفتیں بڑھتی ہیں کہ گھٹتی ہیں؟

آخر جب عبدالرحمٰن عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد باغی صوبوں پر یلغار کرنے لگا تو اُن کو اطاعت قبول کرنے پر قریب قریب رضامند پایا۔ نوجوان سلطان کو سپہ سالاری کی حیثیت سے اپنے آگے دیکھ کر تمام لشکر میں اُس وقت عجیب جوش پیدا ہوگیا۔ کیونکہ مرحوم عبداللہ کے زمانہ میں اُن کو برسوں ایسا دلچسپ نظارہ دیکھنا نصیب نہ ہُوا تھا۔ جوانمرد سپاہی اس وقت بڑے جوش و خروش سے اپنے میر عسکر کے جلو میں چلے۔ ادھر باغی صوبوں کے فساد کامل ہو کر فاسد ہونے کو پہنچ چکے تھے اور وہ آپ اُن سے اُکتا گئے تھے چنانچہ خفیف سے مقابلہ کے بعد مطیع ہوگئے اور سب نے شہر پناہ کھول دی۔ پھر تو تمام بڑے بڑے شہر طیب خاطر سلطان کی حلقہ بگوشی قبول کرنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے اندلس کے جنوبی اضلاع مطیع ہوئے پھر سیوائل۔ اس کے بعد مغربی اضلاع جن میں اہل بربر آباد تھے۔ یہاں سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن الجبرو کے مسیحیوں کی طرف متوجہ ہُوا جن کے کوہستانی قلعوں نے

Marfat.com

کامل نمبر من تمام ابن حفصون کی دلیر رعایا کو اپنے سنگین دامنوں میں چھپائے رکھا تھا اور جس کو فتح کرنے کے وقت دشواری کو خود عبدالرحمٰن ہی کا دل خوب جانتا تھا۔ مگر آہستگی اور ثابت قدمی نے رفتہ رفتہ یہ دامن بھی چاک کر دیئے اور سلطان جو ہمیشہ سپاہیوں کی تمام مہموں کی پوری پائداری سے پابندی کرتا اور مصائب جنگ میں بلا طفت شریک رہتا تھا۔ اس کی [illegible] مزاجی و [illegible] دیکھ کر خود بخود قلعہ پر قلعے کھلنے لگے۔ صرف ابن حفصون اپنے قلعہ بربشتر میں غیر مطیع رہا۔ مگر چونکہ عمر ہو چکا تھا جلدی ہی مر گیا اور اپنے [illegible] ایک معقول جماعت [illegible] بھی قلعہ ببیشتر [illegible] کامل فتح کے بعد جب عبدالرحمٰن نے قلعہ مذکور [illegible] پہنچے۔ جو کر اس [illegible] سے [illegible] اونچے [illegible] بغاوت [illegible] [illegible] میں [illegible] جو [illegible] قتل ہوا [illegible] [illegible] شہید [illegible] اور [illegible] کے [illegible] جمعیت میں آ گئے [illegible] اور ضعیف لاادہ سپاہیوں سے کام [illegible] تھا جن کو اس کی [illegible] نے ہمیشہ آفت [illegible] واپس کیا تھا۔ مگر عبدالرحمٰن ایسا نہ تھا بلکہ الوالعزم [illegible] تھا [illegible] سے [illegible] کو ضعیف اور بے ثبات [illegible] اس نے [illegible] کیا [illegible] لیا۔ اور یہاں [illegible] کے [illegible] کی [illegible] سلطان عبدالرحمٰن [illegible] میں [illegible] [illegible] کی بعث و [illegible] اپنے [illegible] عبدالرحمٰن [illegible] ملی تھی ؎

عبدالرحمٰن کو اپنے اسلاف کے نقصانوں کی تلافی میں [illegible] [illegible] [illegible] تمام سامانوں [illegible] کے [illegible] استقلال [illegible] اس کے بعد [illegible] کو اس نے [illegible] [illegible] [illegible] اپنے دل [illegible] لوگ [illegible] میں دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ سلطان تمام [illegible] بااقتدار اور [illegible] الفان

Marfat.com

سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس کا اقتدار کبھی انصاف اور رحمدلی سے تجاوز نہ کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس قدر دراز اور مسلسل بدعملیوں کے بعد تمام دنیا نے اک خود سر حکومت بخوشی قبول کرلی اور اسکو بخوشی برداشت کیا۔ اب نہ شہر آجڑ کے کھنڈر تھے نہ کھیت ویران ہوتے تھے نہ لوگ قتل کئے جاتے تھے۔ اگر ایک گورنمنٹ صرف خود مختار تھی بھی تو وہ اپنے اختیارات کو بیجا تشدد کا آلہ نہ بناتی تھی۔ عوام الناس کو پھر ہر طرح امن و امان میسر ہوا اور عرصہ دراز کے بعد از سر نو موقع ملا کہ آزادی سے مال و دولت حاصل کریں اور حسب دلخواہ عیش و عشرت کے سامان بہم پہنچائیں ۔

Marfat.com

ساتواں باب

جہاد

عبدالرحمن ثالث کا اصول سلطنت یہ تھا کہ شاہی اقتدار بالکل اپنے ہاتھ میں رکھے اور نظم ونسق اُن عہدہ داروں کے ذریعے کرے جن کے عروج کا باعث وہ خود رہا تھا۔ اُن عہدہ داروں کو کچھ بے اختیار رکھنے میں وہ حد درجہ کی احتیاط کرتا تھا۔ عربوں سے کچھ نہیں البتہ بیرونی نسل کے اشخاص اور بربر تقدس عالی مناصب پر اکثر کم تعداد اور نو دولتوں کو مقرر کرتا تا کہ یہ لوگ اپنے عروج پر بادشاہ کے شکر گزار رہیں اور اپنی [illegible] کی بنا پر قدیم عربی سرداروں کی [illegible] سے وابستہ نہ کر سکیں جو منصب پر پہنچے تھے۔ ایک باقاعدہ شائستہ فوج اور سلطانی باڈی گارڈ کے جو چیدہ اور خاص طور پر زرخرید غلاموں سے بنائی گئی تھی عبدالرحمن کی فوجی طاقت تھی جس پر سلطنت کا دارو مدار تھا۔ یہ زرخرید غلام خاص طور پر صقالبہ قوم سے ہوتے تھے مگر اس کے بعد رفتہ رفتہ ان میں فرینک، گلیشین، لومبرڈ اور اطالوی اور دیگر قوموں کے لوگ شامل ہو گئے تھے جن کو یونان اور وینس کے وحشی بردہ فروش بچپن سے پکڑ لاتے تھے اور سلطان قرطبہ کے ہاتھ بیچتے تھے اور یہاں وہ مسلمان بنائے جاتے تھے۔ ان زرخریدوں میں اکثر شائستہ اور مہذب اپنے آقا کے سچے وفادار بھی ہوتے تھے۔ لیکن بعض اوقات میں ان سے قوم سے شاہی جن کو صلاح الدین نے سلطان مصر کے [illegible] نے بطور بادشاہی کا [illegible] لیا تھا اور جیسا کہ [illegible] مملوک کہلائے سے نقیب لگنے لگتے ہیں [illegible] اور [illegible] میں [illegible] بھی [illegible] تھا۔ جنہوں نے سلاطین بغداد و شام کی خدمت [illegible] تھا۔ مملوک کی طرح سلوقی بھی اپنی خدمت [illegible] خود غلام رکھتے تھے۔ سلطان کی طرف سے عالی وار دیات [illegible] کے نام [illegible] کے پابند ملازم تھے چنانچہ عبدالرحمن اپنی [illegible] سے با [illegible] کی [illegible] کرتے تھے مملوکوں کی طرح مت [illegible] سے ہر [illegible] نے بھی [illegible] اقتدار حاصل کیا اور سلطان قرطبہ کی ذات تنزل دیکھ کر عبدالرحمن ثالث کے [illegible] کے بعد [illegible] میں کسی قسم کی غنیمت بنا اور بجائے خود [illegible] چنانچہ اسپین میں سلطنت اسلامیہ کے زوال پذیر ہونے کی ایک

Marfat.com

بڑھی جو یہی تھی ۔

ان زرخرید غلاموں کی مدد سے سلطان عبدالرحمٰن نے نہ صرف قزاقی اور بغاوت ہی کا قرار واقعی انسداد کیا۔ بلکہ اپنے ملکی حریف یعنی شمالی مسیحیوں پر بھی کامیابی کے ساتھ فوج کشی کی۔ اہل سپین اسلامی سلطنت کو اس وقت قطع نظر طوائف الملوکی اور دیگر اندرونی آفات کے ایک اور سخت خطرہ کا سامنا تھا۔ گویا اس کو دونوں طرف سے دو ایسے خوفناک اور خونخوار دشمنوں نے شکنجہ میں دبا رکھا تھا جن میں سے ہر ایک ذرا آنکھ جھپکنے کا منتظر تھا۔ یعنی جنوب میں تو شمالی افریقہ کا نو نہاد خاندان فاطمیہ ہیبتہ کا خطرہ تھا۔ کیونکہ یہ بڑے خود مختار بادشاہ یہ بات ابھی نہ بھولے تھے کہ ادھر نے اسپین کے میدانوں کو صرف نہیں کی آڑ میں کس طرح اپنا شکارگاہ بنا رکھا تھا اور اپنی اُس عجیب پالیسی کے ذریعہ سے جو اُن کے علوم سینوی کی طرح نسلاً بعد نسلٍ بٹتے چلے آتے تھے ہمیشہ اس بات پر تلے رہتے تھے کہ جس طرح ہو اندلس کے زرخیز صوبے تر سے حق ہو جائیں لیکن یہ سلطان عبدالرحمٰن ہی تھا کہ اپنی حکمت عملی سے اُن کی گروہی مخالفت کو خانہ جنگیوں اور باہمی بغاوتوں کی حد تک بڑھا جاتا کہ اُن میں تفرقہ انداز رہتا تھا۔ اور کبھی اُن کو سر تک اٹھانے کی فرصت نہ دیتا تھا۔ بلکہ اس تدبیر سے اس کو یہاں تک کامیابی ہوئی کہ ایک مرتبہ تو تقریباً تمام ساحل بربر کو خلافت امیہ کا مرید بنا کر سبتہ کے مشہور قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے علاوہ جنگی جہازوں کا ایک بہت بڑا بیڑا دولت کثیر صرف کر کے تیار کیا اور بحیرہ روم کی حکومت کے لئے فاطمیوں سے خوب لڑا۔

دوسری طرف [illegible] یعنی شمال میں دولت امیہ کو ایک اور ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ مہیب دشمن کا سامنا تھا۔ صوبہ آسٹریاز کے مسیحیوں کا مخرج اگرچہ طوفان نوح کی طرح [illegible] تھا۔ [illegible] ان کی جمعیت اور طاقت کو روز افزوں ترقی تھی۔ خاصکر یہ خیال اُن کی ترقی کو زیادہ تر سریع الرفتار کر رہا تھا کہ ہم خاص اپنے موروثی ملک کو غاصبوں کے [illegible] مسلمانوں کے ابتدائی حملوں نے تو اُن کی یہاں تک بیخ کنی کی تھی کہ [illegible] کی کچھ تو تعداد ہی نہ تھی اور وہ بھی نا امید ہو کر آسٹریاز کے کوہستانی مقامات میں جا چھپے تھے [illegible] مسلمانوں کو اُن کا تعاقب کرنے میں خود انہیں کے دشوار گزار مقام اور خفیف تعداد مانع رہی۔ [illegible] جس کو اسپین کی قدیم رزمی نظم میں پیلیو لکھا ہے جب بالکل [illegible] ہو کر [illegible] نسل کے خاتمہ پر [illegible] تو کل (۳۰) آدمی اور (۱۰) عورتیں اس کے ساتھ تھیں فتح مند عربوں نے ایسی خفیف سی جمعیت کے

دریئے ہونا خلافِ انسانیت سمجھا۔ غار کے تاریک اور پوشیدہ گوشوں میں جس کا راستہ ایک تنگ اور لمبی گھاٹی سے بذریعہ (۹۰) سیڑھیوں کی ایک مصنوعی نردبان کے تھا یہ لوگ عرصہ دراز تک چھپے رہے تعجب ہے کہ یہی حقیر جمعیت بڑھتے بڑھتے اب اس قابل ہو جائے کہ ایک جسیم فوج کو دھمکیاں دے عربی مورخ مسیحی سلطنت کی اصلیت حسبِ ذیل بیان کرتا ہے :-

انباسا کے عہدِ حکومت میں ایک نہایت ذلیل اور حقیر شخص مسمّی پیلیو سرزمین گلیشیا میں سربلند ہوا اور اپنے ہم وطنوں کو اس قدر ذلت سے محکوم رہنے اور بزدلی سے جلاوطن ہو جانے پر سخت نفرین و ملامت کی۔ اور اُن کو اپنی پچھلی اذیتوں کا بدلہ لینے اور غاصبوں کو اپنے موروثی ملک سے اکھاڑ پھینکنے پر آمادہ کر دیا چنانچہ اُسی وقت سے اندلس کے مسیحیوں نے اپنے مقبوضات میں مسلمانوں کے حملوں کا جواب دینا اور اپنے اہل و عیال کا بچانا شروع کر دیا یہی آغازِ بغاوت ہے۔ مگر انجام کار کوئی شہر یا گاؤں مسلمانوں کے دائرہ اطاعت سے خارج نہ رہا بجز ایک صعب الحصول چٹان کے جہاں یہ پیلیو ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ جا چھپا تھا۔ اس کے ساتھی رفتہ رفتہ گھٹتے گھٹتے (۳۰) رہ گئے کیونکہ بجز شہد کے جو یہ لوگ پہاڑ کی اُن غاروں میں سے جمع کر لیتے تھے جن میں وہ خود شہد کی مکھیوں کی طرح آباد تھے اُن کے پاس اور کوئی سامان خورد و نوش نہ تھا۔ رفتہ رفتہ انہیں کوہستانی غاروں اور دروں کو پیلیو نے ایک مستحکم قلعہ کا ہم پلہ بنا لیا۔ مسلمانوں کو جب اُن کے ارادہ کی خبر پہنچی تو اُن کی کمی کی وجہ سے کچھ التفات نہ کیا اور یہی سمجھا کہ (۳۰) ذلیل جانوروں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ جانوروں کی طرح ایک چٹان پر بیٹھے ہیں آج نہ مرے کل مرے اور اسی طرح اُن کو زیادہ مضبوط اور طاقتور ہونے کا موقع دیا۔ ایک دوسرا مسلمان مورخ اس موقع پر لکھتا ہے "کاش مسلمان اس چنگاری کو اُسی وقت بجھا دیتے جس نے آخر کار مسلمانوں کی سلطنت کو جلا کر خاکستر کر دیا"۔

غرضکہ ان پناہ گزینوں کی مختصر جمعیت وقتاً فوقتاً تازہ کمک پہنچنے سے بڑھتی رہی اور اس اکٹھا شدہ قوت کو معتبر پا کر غار سے میدانوں میں نکل آئے اور بالآخر ان بربریوں سے دوچار ہوئے جو سرحدی اضلاع میں آباد تھے۔ اب تو لاچار مسلمانوں کو ان شوخ چشم لٹیروں کی مزاحمت اور انسداد کرنا پڑا مگر انجام کار ناکامی ہوئی اور روز بروز پسپا ہوئے ۷۳۹ء میں الفنسو والیٔ لنبیڈیا اور پیلیو کی دختر کے عقد نکاح نے گویا مسیحیوں کی دو بڑی طاقتوں کا عقد اتحاد کرا دیا جس کے بعد تمام شمالی صوبے مسلمانوں کے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مغربی ہمسایوں یعنی اہل گلیشیا کو ساتھ لے کر مسلسل کامیابیاں حاصل کرنے لگے اور مخالفین کو رفتہ رفتہ جنوب کی طرف ہٹا دیا۔

(۱) اس میں بہت مسلمانوں کو بھی نقصان کثیر پہنچا ہوگا۔

Marfat.com

تو یہ نوبت پہنچی کہ براگا۔ پورٹو۔ آسٹورگا۔ لیون۔ زیمورا۔ لیڈسما۔ سالامانکا۔ سلڈانا
سیگوریا۔ اویلا۔ اوسما۔ میرنڈا۔ تمام شہر رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلکر اُن کے
سرحدی قلعہ کوامبرا۔ کوریا۔ تالاویرا۔ تولیڈو۔ گوڈالگزارا وادی القصر یا وادی الکبری
ٹورولا۔ پمپ مونا تک پیچھے ہٹ گئے۔ اُدھر مسیحی علاقہ سرحد اب کریٹ سیرا تک بڑھ گئی۔ لیکن
اصل میں یہ کوئی نئی فتوحات نہ تھیں۔ بلکہ وہی پہلا علاقہ یعنی قدیم کسٹائل لیون۔ آسٹریاز جو قبضے سے
نکل گیا تھا اب الفنسو کی بدولت پھر فتح ہو گیا۔ مگر چونکہ سردست اُن کے پاس روپیہ نہ تھا کہ قلعہ بنا کر اس
علاقہ کو مستحکم کرتے۔ نہ حلقہ بگوش مزارع تھے کہ ایسے رقبے میں اُن سے تردد کراتے۔ پس اُنہوں نے اسی
پر قناعت کرنا مصلحت سمجھا کہ علاقہ نو مفتوحہ کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان بطور حد اوسط یا شئے
متنازعہ فیہ چھوڑ کر جلیقیہ کے سرحدی اضلاع میں آزادی زندگی کے مزے لیں اور اطمینان سے بیٹھ کر اس وقت کا
انتظار کریں جبکہ اُن کی تعداد بڑھ کر اتنی وسیع تر رقبہ پر قبضہ کرنے کی قابلیت پیدا کر لے چنانچہ نویں صدی
میں وہ اس علاقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صوبہ لیادون میں پھیلکر زیمورا سان استیبون ڈی گورماز
اوسما اور سیما کاس میں قلعے تعمیر کرنے لگے تاکہ دشمنوں کو ہیبت ہو۔ آخر نوبت باینجا رسید کہ متنازعہ فیہ کے
لئے جو سرحد کے برابر مختلف میدانوں میں سرگرمی سے تیغ و سپر رہتے تھے سرزمین متنازعہ فیہ بہت ہی
نہایت تنگ اور ناکافی ہو گئی۔ دسویں صدی کے آغاز میں سرحدی مسلمانوں نے ہاتھ سے نکلے ہوئے اضلاع
کو لینے میں دلیرانہ کوششیں کیں لیکن مسیحیوں نے بامداد حضرات ٹولیڈو و طلیطلہ اور سانکو شاہ ناوار
جو شمالی اضلاع میں دین مسیحی کی حمایت میں تھا۔ اُن کو بے طرح شکست دیکر اُن کے سرحدی علاقہ میں تاخت و
تاراج شروع کر دی مسیحیوں کی یہ حرکت مسلمانوں کے لئے آسمانی آفت سے کسی طرح کم نہ تھی کیونکہ وہ عموماً ناتربیت
یافتہ اور جاہل مطلق تھے۔ پڑھنا بھی بہت کم لوگوں کو آتا تھا اسی طرح اُن کے اطوار بھی تعلیم کے ہم پلہ
تھے اُن کے سفاک طبیعتی اور مذہبی تعصب گویا اُن کی وحشت اور ناشائستگی کا لازمی اور متوقع نتیجہ تھا۔
چنانچہ لیادون کی سپاہ میں کسی مغلوب و درماندہ دشمن کو شاذ و نادر پناہ ملتی تھی ادھر اہل عرب جن کی
شائستہ طرز رزم اور آزادمنشی کی بناء میں مغلوب دشمنوں کو ہمیشہ امن ملتا تھا کسی مسیحی کی طرف بری نظر سے
دیکھنا بھی پسند کرتے تھے اہل کسٹائل کی یہ حالت تھی کہ تند اور وحشی لٹیروں کی طرح جو شہر یا قلعہ فتح کیا۔
محصورین اور ساکنین کو بے تکلف تہ تیغ کیا اگر نہ کیا تو غلام بنا لیا۔

عبدالرحمٰن ثالث کو عنانِ خلافت ہاتھ میں لئے پورے تین برس ہوئے تھے کہ اردڈونو ثانی شاہ
لیادون نے صوبہ مریڈا کو فصیل شہر تک لوٹ کر ویرانہ کر دیا۔ اہل یادا جو بقول شخصے کہ "ترکی جیسے

Marfat.com

اور عراقی کلمنیے" یہ حالت دیکھ کر سہم گئے اور اس مصیبت سے بچنے کے لئے بہت کچھ بطور خونبہا دیکر رضامند
کرنے دوڑے۔ چونکہ دونو شہر قرطبہ سے زیادہ دُور نہ تھے صرف کوہ سراموریناکی بلند اور
کشیدہ قامت چوٹیاں دارالخلافت بنی امیہ کو اوردونو کی سرکش اور نافرمان جماعتوں کی نظروں
سے چھپائے ہوئے تھیں اس واسطے موقع گویا خطروں سے معمور تھا۔ بیشک اگر نوجوان خلیفہ بزدل
یا کمزور ہوتا تو ایسی مخدوش حالت میں فوج کشی کرنے سے بایں عذر پہلوتہی کر سکتا تھا کہ جب مریڈا
نے سرے سے اطاعت ہی قبول نہیں کی تو مسیجو کی تاخت و تاراج کا انسداد بھی اُسکے ذمہ نہیں ہوسکتا
مگر نہیں یہ طریقہ اُس کے دستور العمل اور مزاج دونو کے بالکل خلاف تھا چنانچہ اپنی بکھری ہوئی فوجیں اکٹھا
کرکے فوراً جانب شمال روانہ کردیں اور جب انہوں نے سبھی حدود پر کامیاب حملہ کئے تو اگلے سال
یعنی ۸۳۶ء میں دوسری مرتبہ فوج کشی کی مگر اس مرتبہ اوردونو کے ہاتھ بالا رہا۔ اور فوج کو سان اسٹی
بان ڈی گورماز کی فصیل کے نیچے شکست فاش ہوئی اور نقصان عظیم اُٹھانا پڑا یعنی جنگ میں
جب [illegible] کے سپہ سالار نے میدان ہاتھ سے جاتا دیکھا تو شمشیر بکف دشمنوں کی صفوں میں گھس گیا اور
اس [illegible] کی [illegible] مگر افسوس [illegible] نے از راہ بزدلی اور سفاہت کے اُس جانباز
[illegible] کی [illegible] ناقدر شناسی کی کہ اُس کا سر ایک سور کے سر کے ساتھ قلعے کے دروازے میں
لٹکا دیا۔ [illegible] کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیجیوں کے دل بڑھ گئے۔ چنانچہ لیون اور ناوار کی متحدہ فوجوں
نے [illegible] علاقہ [illegible] تاخت روز بروز بڑھا دیا۔ لیکن سلطانی فوجوں سے دو متواتر شکستیں
کھا کر اُس کی پاداش بھی ان کو جلد ہی مل گئی۔ آخر کار خلیفہ کو مسیجیوں کی گوشمالی کے لئے ایک شدید تر
اور [illegible] کے لئے ایک فیصلہ کن شکست کا بندوبست کرنا پڑا۔ چنانچہ سنہ ۸۴۲ء میں خود
فوج کی کمان لیکر تیز قدم کوچ اور جنگ آزمایانہ حکمت عملیوں سے اوسما کو اپنا ملک بنا لیا۔ اور قلعہ کو
بنیاد تک منہدم کر دیا۔ قلعہ ساز سٹیون کے محصورین [illegible] کر بھاگ گئے خلیفہ نے اُس کی بھی یہی
گت بنائی اور پھر ناوار کی طرف متوجہ ہوا اور سانکو کو دو متواتر شکستیں دیں مگر بعد کو افواج
لیون کی کمک پہنچنے سے وہ پھر تازہ دم ہو کر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ [illegible]
اور [illegible] جنگ زیادہ [illegible] سمجھی گئی۔ اس واسطے خلیفہ نے والڈی جنکیورا (وادی [illegible]
یا [illegible]) کے میدان [illegible] کی اور ان کی متحدہ فوجوں کو شکست فاش دی۔ اہل سرحد کے
سرکشانہ مقابلے سے غالب [illegible] مسلمانوں نے خلاف عادت سختی اور تشدد سے کام لیا
اور اہل [illegible] کو قتل کر ڈالا۔ علاوہ ازیں خلاف معمول ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان لڑائیوں میں [illegible]

Marfat.com

اُنہوں نے بعض موقعوں پر اپنے مخالفین کے وحشیانہ ظلم کی تقلید بھی کی (شاید مورخ کو معلوم نہ تھا کہ مسلمانوں کا یہ اصول نہیں کہ تمہارے ایک رخسارے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا سامنے کر دو) ۔

سچ یہ ہے کہ ہزیمت خوردہ مسیحیوں کے مردانہ وار عزم آپ اپنی نظیر تھے۔ اُن کے وحشی اور جاہل ہونے میں شبہ نہیں۔ مگر ساتھ ہی دلاور بھی اس بلا کے تھے کہ شکستوں پر شکستیں کھائیں۔ ہزاروں نقصان اُٹھائے مگر ہر دفعہ ایک تازہ جوش کے ساتھ اپنی خستہ حالت سے اُٹھے۔ چنانچہ وادی القصب کے معرکے کے بعد اُسی سال اوردونو اپنی بھاری جماعتوں کو لیکر پھر سرحد پر جھپٹ پڑا۔ اور ۹۲۳ء میں سانکو والئے ناوار نے اس خیال سے کہ اپنے ہم چشم و ہمعصر اوردونو سے کسی طرح کم نہ رہے بعض مستحکم قلعے مسلمانوں سے چھین لئے۔ اس پر سلطان عبدالرحمن برانگیختہ ہو کر اور عزم بالجزم کر کے شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اور جو قلعہ اور شہر راستہ میں آیا بے تکلف لوٹ کر مسمار کر دیا یا جلا دیا۔ تمام علاقے میں اس قدر خوف پھیلا کہ جس طرف قدم رکھتا تھا لوگ خود بخود شہر چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے حتے کہ سانکو بھی اُس کی آمد کی خبر سُنکر سراسیمہ بھاگ نکلا۔ اقبال مند سلطان پمپلونا کی دارالامارات شہر ناوار میں مظفر و منصور داخل ہوا اور بہت سے عالیشان مکانات اور معبد نہایت بے رحمی سے مسمار کر کے شہر پر قابض ہو گیا۔ انہیں دنوں میں اوردونو بھی مر گیا اور اُن کا میدان صاف کر گیا اور اُسکے جانشین بیٹوں کی باہمی نزاع اور خانہ جنگیوں نے عبدالرحمن کو اور ضروری امور کی طرف متوجہ ہونے کا موقع دیا ۔

ایلغار سے کامیاب واپس آنے کے بعد عبدالرحمن نے ایک نیا لقب اختیار کیا۔ ابتک فرمانروایان اندلس "امیر" "سلطان" "ابن الخلفا" وغیرہ کے مختلف ناموں سے ملقب ہوتے تھے گو سلاطین قرطبہ بنی امیہ کی خلافت کے سچے وارث تھے اور خلافت عباسیہ جو ان کے استیصال کا باعث تھی تسلیم کرتے تھے۔ مگر تاہم اُنہوں نے اپنا موروثی مذہبی لقب ابھی اختیار نہ کیا تھا کیونکہ اُن کے ذہن میں لقب خلیفہ اُن لوگوں کا زینت نام نہ ہونا چاہیئے تھا جنکو خادم الحرمین (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ) ہونے کا فخر حاصل نہ ہو۔ چنانچہ اسی واسطے اُنہوں نے لقب موصوف بلا حجت خلفاء عباسیہ کے لئے چھوڑ دیا تھا مگر اب کہ اندلس تک یہ صحیح خبریں پہنچ گئی تھیں کہ مختلف مقامی گورنروں کی خود مختاری اور روز افزوں ترقی کے سبب نہ اُن کا ذاتی اقتدار بغداد کی چہار دیواری سے زیادہ رہا ہے اور نہ وہ خود قیدیوں سے زیادہ وقعت رکھتے ہیں تو عبدالرحمن نے بلا تکلف اپنا موروثی لقب اختیار کر لیا۔ اور "خلیفہ عبدالرحمن ثالث الناصرالدین اللہ" سے مخاطب ہوا۔ خلیفہ عبدالرحمن ثالث الناصرالدین اللہ نے نیا لقب اختیار کرنے کے بعد (۳۰) برس اور حکومت

Marfat.com

کی یہ مانہ اُس نے بالخصوص برانہ نظم ونسق اور شائستہ قوانین کے وضع اور نفوذ اور نیز اپنے ملکی مذہبی لہو پر دوامی بلکہ سالانہ فوجکشی کرنے میں گذارا جن کے مقابلے میں وہ فی الحقیقت اپنے دین کا "حسبا الناصر الدین اللہ تھا۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ صوبہ لیون کی قوت کو وہاں کی خانہ جنگیوں نے کچھ عرصے کے لیے مختل کر دیا تھا مگر [illegible] کے ایک لائق جانشین نے از سر نو زندہ کر ایا۔

رامیرو ثانی سنہ ۹۳۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی مشتاق رزم اور جنگجو طبیعت خلیفہ قرطبہ کی اولوالعزم فوجوں کے لیے ایک ثابت قدم مقابل نکلی۔ ادھر کچھ عرصے کے بعد شمالی علاقہ میں زراگوزا کے عربی گورنر اور مسیحیوں کے درمیان ایک سخت اور خوفناک سازش قائم ہو گئی۔ یہ ہنگامہ عبدالرحمن اس کا انسداد کرنے دوڑا۔ اور سنہ ۹۳۴ء میں صوبہ مذکور فتح کر کے نادار کی جانب بڑھا۔ اثنا راہ میں اس نے [illegible] [illegible] بیت جلال کا ایسا گہرا نقش جمایا کہ [illegible] مقام ملکہ طیوڈا نے [illegible] اطاعت [illegible] پیش کر کے اس [illegible] کا دست قبول کر لیا۔ مگر [illegible] اس کو مسیحیوں سے کچھ تعلق نہ تھا [illegible] جمع کرنے میں مصروف تھا۔ چنانچہ سنہ ۹۳۹ء میں "الخندق" پر اس نے مسلمانوں کو [illegible] شکست دی جس میں [illegible] ہزار مسلمان کھیت رہے۔ [illegible] [illegible] [illegible] بیان کیا جاتا ہے کہ مبارک یہ ملک الفاں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] وہاں سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بھی حسد و رشک نے جو گویا ان کو [illegible] [illegible] [illegible] دشمن کی مساعدت کی۔ چنانچہ جب تک یہ [illegible] نااتفاقی [illegible] باہمی [illegible] [illegible] تب تک خلیفہ نے پچھلے [illegible] کی [illegible] [illegible] اور [illegible] بھرتی کر دوسری لڑائی کا سامان تیار کر لیا۔ [illegible] ایسے موقع خانہ جنگیوں کی [illegible] کسٹائل۔ لیون کی [illegible] تھا۔ کسٹائل کا کونٹ (نواب) مشہور ومعروف فرنینڈو گونزالیز [illegible] کی [illegible] اُس وقت سے اب تک اکثر شاعروں اور بھاٹوں کی ہر زبان [illegible] [illegible] [illegible] کی [illegible] ایک صورت تھی۔ کونٹ کسٹائل جیسا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] لیا بھی ملی تھی چنانچہ اس عرصے میں دو مرتبہ اپنے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اور دو مرتبہ اس کی [illegible] [illegible] اپنی جان پر کھیل کر [illegible] [illegible] [illegible] اتفاق ہوا جبکہ وہ اپنے [illegible] باپ کا رشتہ [illegible] شاہ نادار کی [illegible] [illegible] کے [illegible]

Marfat.com

ہوا تھا کہ نکاح کی اجازت لے۔ اور ونا باز بادشاہ نے اپنی بہن ملکہ لیون کے لحاظ سے بجائے سچی مہمانی کے کو خیانہ مہمانی کی۔ مگر انفنٹا نے نگہبانوں کو رشوت دیکے اُس کو قید سے رہا کیا اور خود بھی اُس کے ساتھ کسٹائل چلی گئی۔ دوسری مرتبہ شادی کے بعد اتفاق ہوا۔ اس تبہ بھی اُس کی جان نثار بی بی نے ایسا ہی خوفناک اور مخدوش طریقہ برتا۔ یعنی سرِ شام محبس میں جا کر قریب صبح اس کو اپنے کپڑے پہنا کر نکال دیا اور خود نگہبانوں کے تشدد اور غیظ و غضب کا نشانہ بنی لیکن جو زمانہ کہ فی الحال ہم اپنے ناظرین کو دکھلا رہے ہیں اُس وقت یہ واقعات عوام الناس میں پرانے قصے تھے کیونکہ گونزالیز کی شادی اور اُس کے ارلنے کو سالہا سال گذر چکے تھے۔ کسٹائل بجائے لی اون کی ماتحتی کے ایک خود سر گورنمنٹ ہو چکا تھا چنانچہ اسی ارادہ کی بدولت وہ دوبارہ رامیرو کے ہاتھوں میں پڑ کر قید ہوا۔ لیکن بعد کو جب یہ معلوم ہوا کہ اہل کسٹائل بجز اپنے کسی دوسرے کی حکومت کو گوارا نہیں کرتے جتنے کہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ گونزالیز اگر نہ ہو تو اس کی موت ہی کے سامنے اظہار اطاعت کرینگے تو کونٹ مذکور ان دو شرائط پر رہا کر دیا گیا۔ اول یہ کہ وہ تاج لیون کا ہمیشہ فرمانبردار ہوا خواہ رہے۔ دوسرے اپنی بیٹی کی شادی رامیرو کے ولیعہد اورڈونو سے کر دے۔ اپنی ذلت اٹھانے کے بعد گونزالیز نے اہل لیون کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے میں پھر کبھی اس قدر شوق ظاہر نہیں کیا۔ اور خوب دل میں ٹھان لیا کہ لیون کو بھی ذلت کا مزہ چکھائے مگر رامیرو کے جیتے جی اس کو یہ بات میسر نہ ہوئی۔ کیونکہ ۹۵۰ء میں رامیرو نے تلاویرا کے میدان پر مسلمانوں کو دوسری ہزیمت دیکر اُسی جاہ و جلال کے ساتھ آئندہ سال دنیا سے کوچ کیا۔

اپنے کامیاب دشمن کے مرنے کے بعد گونزالیز نے پیشہ بادشاہ گری اختیار کر لیا۔ اور اُس کے جانشین اورڈونو ثالث کے برخلاف اُس کے بھائی سانکو کا طرفدار بن گیا۔ اور جب ۹۵۵ء میں سانکو اس کا جانشین ہوا۔ تو اُس کو تخت سے برطرف کر کے گونزالیز نے ایک شکستہ حال لنگڑے شہزادے کو اورڈونو پنجم ملقب بالخبیث کے نام کے ساتھ بادشاہ بنا دیا۔ سانکو نے تخت لیون سے معزول ہو کر ملکہ ناداد کے پاس جو اُس کی دادی تھی پناہ لی۔ ان دونوں نے ملکر خلیفہ قرطبہ سے استغاثہ اور استمداد کی۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے:۔

سانکو مرض فربہی سے اس قدر تنگ اور عاجز آگیا تھا کہ بلا سہارے چل بھی نہ سکتا تھا۔ پس اُس نے ارادہ کیا کہ اطباء قرطبہ سے جن کی حذاقت کی اس وقت یورپ بھر میں نظیر نہ تھی رجوع کرے۔ چنانچہ ملکہ تھیوڈا نے اس ضرورت کے لئے خلیفہ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا۔ ادھر سے خلیفہ نے اُس کے جواب میں ایک نہایت کامل اور حاذق یہودی طبیب کو جس کا نام ھسدائی تھا بھیجا تاکہ سانکو الفربہ

Marfat.com

کا علاج کرے۔ مگر طبیب نے بموجب ایماے خلیفہ چند شرائط پیش کیں منجملہ جن کے ایک یہ بھی شرط تھی کہ سانکو اپنے چند خاص قلعے خلیفہ کو سپرد کرے اور مع ملکہ نادار کے بذاتِ خود قرطبہ آکر معالجہ کرے۔ ہر چند ملکہ کے نزدیک ایسے لمبے سفر کی صعوبتیں جھیلنا اور وہاں پہنچکر خلیفہ کی عظمت تسلیم کرنے سے تماشاے خلائق بننا سخت مشکل تھا۔ مگر "اهل الغرض مجنون" چار ناچار اپنے بیٹے شاہ نادار اور پوتے (معزول شدہ) شاہ لیون کو لیکر روانہ ہوئی۔ عبدالرحمن نے بڑی عالیحوصلگی کو کام فرمایا اور پورے مراسم و آداب شاہانہ کے ساتھ اُن سے پیش آیا اور مناسب مہمانداری کی۔ خلاصہ یہ کہ سانکو نے خلیفہ کی بدولت نہ صرف اپنے مہلک مرض سے نجات پائی بلکہ ایک جرّی فوج کے ساتھ واپس آکر ۹۵۹ء میں لیون پر بھی قابض ہو گیا۔

اگلے برس خلیفہ عبدالرحمنؒ ثالث الناصر لدین اللہ نے ۷۰ برس کی عمر پا کر خلافت سے سبکدوش ہو کر خوش خوش ابدی آرام کیا۔

اس کے پچاس برس کے عہد حکومت کے اختتام پر اندلس کی حالت میں جو انقلاب پیدا کیا وہ ایک حیرت انگیز تماشا اور جس شخص نے [illegible] تباہی سے بھی نہیں آسکتا تاریخ کو یاد ہوگا کہ جب اکیس برس کی عمر میں اس نے تخت پر پہلا قدم رکھا تو سلطنت کی حالت کیسی ردی تھی۔ یعنی (جنوب میں) اہل بربر کا تو شاہ و ناخدا ابن حفصون [illegible] نے کو طیار تھا۔ دوسری طرف (شمال میں) عیسائی بادشاہ اپنا موروثی استحقاق جتا کر استیصال پر آمادہ تھے۔ ہزاروں نو مسلم بربر اور مقامی عرب [illegible] تیار بیٹھے تھے۔ [illegible] کے صوبے الگ خود مختار بنے جاتے تھے۔ ملک گرد [illegible] بدنظمی و [illegible] قتل و تاراج کا بازار گرم تھا۔ بادشاہ کی کوئی نہ سنتا تھا۔ [illegible] کی [illegible] حالت سے جلد [illegible] بربادی کی خبر دے رہی تھی۔ عبدالرحمن نے امن و انتظام کی تدبیریں نکالیں اور [illegible] حکومت ختم ہونے سے پہلے اندلس کو ایک شاندار [illegible] کو زینت سے زینت بخشی۔ اس نے تمام [illegible] کا زور گھٹا کر صرف سلطان قرطبہ کو تمام رعایا پر اقتدار کلی دیا۔ [illegible] نصف عہد میں اس نے بیرونی دشمنوں و حریفوں کی نظروں میں [illegible] اندلس کی [illegible] افریقی بادشاہوں کو ہر طرح کی جرأت سے باز رکھا۔ [illegible] سد راہ ہوا اور خود بحری اقتدار کے لئے مد مقابل ہو کر ان سے لڑا۔ ادھر شمال میں [illegible] لیون کیسٹائل اور نادار کی [illegible] کو مسدود کیا۔ اور ان کے دلوں پر [illegible] اسلام کی عظمت کا ایسا نقش بٹھا دیا کہ وہ اپنے باہمی تصفیے فیصل کرانے اور بازیافت حقوق کا استغاثہ کرنے اس کے

Marfat.com

دربار میں بذاتِ خود آتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اُس نے اُندلس کو نہ صرف اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے پنجے سے چھڑایا۔ نہ صرف تباہی اور بربادی کے طوفان سے اُس کو نجات دی بلکہ عظیم الشان اور آسودہ حال سلطنت بنا دیا۔ قرطبہ کو ایسی دولتمندی۔ ایسی اقبالمندی۔ ایسی امن و آسائش صرف اس مبارک عہد میں میسر ہوئی۔ اب اگر اُس میں سرسبز چراگاہیں شاداب کھیت جابجا لہلہا کر زراعت کی ترقی ثابت کر رہے تھے۔ اب اگر وہ فطرت کے اُن بیش بہا عطیوں سے لبریز تھا جن کو انسانی دستکاری اور صناعی نے ظاہری تجمل کے زیور سے آراستہ کر کے بے بہا کر دیا تھا۔ اب اگر اُس میں سوانتظامی اور بدعملی کے بجائے شائستہ اور عام پسند قوانین حکومت ہر طرف عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے تو یہ عبد الرحمٰن اور صرف عبد الرحمٰن کی طفیل تھا۔

قسطنطنیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ اطالیہ کے بادشاہ اظہار اخلاصمندی کے لئے سفیر بھیجتے تھے۔ اس کی سطوت و جبروت۔ اُس کی عقل و دانش۔ اُس کی دولت و عظمت کا شہرہ آخر براعظم یورپ اور افریقہ میں نہ سما سکا۔ اور ضرب المثل بنکر ایشیائی سلطنت اسلام کی نہایت حدود تک پہنچ گیا۔ یہ حیرت میں ڈالنے والا انقلاب صرف ایک شخص کا کرشمہ تھا۔ جس کی ابتدا میں تمام خدائی مخالف تھی۔ اور جسکے حسن تدبیر اور صائب رائے نے اندلس کو مایوسانہ نکبت کی پستی سے آخرکار شوکت و اقبال کی بلندی پر پہنچا دیا۔ یہ تنہا شخص کون تھا؟ خلیفہ اعظم عبد الرحمٰن ثالث الناصر الدین اللہ۔

مسلمان مورخ جو اس اولو العزم۔ ثابت قدم اور قوی دل اشخاص کو ایسی صفات سے متصف کرتے ہیں جن کو اس کی غیر مغلوب اور حاکمانہ پالیسی بمشکل قبول کر سکتی ہے تو شاید اس سے اُن کا مقصد اظہار فرمانبرداری اور ارادتمندی ہے۔ مثلاً عبد الرحمٰن کی مانند سلیم الطبع اور روشن دماغ دنیا میں کوئی فرمانروا نہیں ہوا۔ اُس کی حلیم المزاجی کریم النفسی۔ کامل عدل گستری زبان زد عوام الناس تھی۔ شیر رزم۔ زینت بزم اور حامی مذہب ہونے میں وہ اپنے اسلاف پر سبقت لے گیا تھا۔ علوم کا شوقین۔ عالموں کا سرپرست اور اُن سے بحث و مباحثہ کرنے کا ہمیشہ آرزومند تھا۔ اکثر روایتیں مشہور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پورا مُنصف کھرا اور بے لاگ شخص تھا۔

ایک مستند مسلمان مورخ[1] لکھتا ہے کہ وفات کے بعد کاغذات میں سے مرحوم کی ایک قلمی یادداشت نکلی جس میں اُس نے بڑی احتیاط سے وہ دن لکھے تھے جو اُسکی پچاس برس کی عہد حکومت میں تمام افکار سے خالی تھے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس قدر دراز اور مقبول زمانہ میں صرف (۱۴) دن ایسے تھے۔ اے دانشمند اور ذی شعور ناظرین! سوچیے اور تعجب کیجئے کہ یہ دنیا جو بظاہر اسباب و دلبستگی سے معمور ہے زیادہ سے زیادہ خوش نصیب لوگوں کو بھی سچی خوشی کا کس قدر کم بلکہ لایتجزیٰ حصہ دیتی ہے۔

[1] دیکھو تاریخ المقاری صفحہ ۱۴۶ و ۱۴۷ باب دوم۔

Marfat.com

آٹھواں باب

مدینۃ الخلفا یا قرطبہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدیدست صنادید عجم را

ایک عربی مورخ لکھتا ہے "قرطبہ بلاد اندلس میں بمنزلہ عروس کے ہے دنیا بھر کے مذاق چشم اور نظر فریب خوبصورتیاں اُس میں موجود ہیں۔ اس کے نامور سلاطین کا دور از سلسلہ گویا اُس کا زرین تاج ہے۔ وہ موتی جو اس کے نازک خیال شاعروں نے بحر معانی سے جمع کر کے سلک نظم میں منسلک کئے ہیں اس کا مالا ہار ہیں۔ اُس کی قیمتی پوشاک وہ زرّیں علوم ہیں جو اس کے متبحر عالموں کے سوز اہتمام کے نتائج ہیں اور جمیع ارباب صنعت اس کی پوشاک کے حاشئے اور سنجاف ہیں" مورخ نے اپنے عزیز الوجود شہر کو شرف کے مبالغہ پسند خیال کے موجب خواہ کیسی ہی مستعار اور مجازی صفات میں ملتفت کیا ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ خلفائے عرب کے مبارک عہد میں دار الخلافت قرطبہ مسلمانوں کا متعمدہ ناز تھا۔ اور اپنی نظیر آپ تھا۔ عمارتوں کی پرشکوہ شان و شوکت طرز معاشرت اور تمام علوم و فضائل کے [illegible] یہ شہر [illegible] شان و شوکت کے [illegible] عربی مورخ نے اس کی شان و شوکت کے [illegible] تاریخ کرتے [illegible] کی [illegible] علاقہ [illegible] ہمارے سامنے [illegible] انگلستان [illegible] دنیا [illegible] تھے جبکہ ہماری زبان [illegible] شمار [illegible] تہذیب [illegible] کو کسی قدر تسلیم کر [illegible] یورپ [illegible] تمام یورپ [illegible] ان مقامات کے [illegible] دنیا [illegible] [illegible] مدینۃ الخلفا کی [illegible] حالت [illegible] انداز

ہو سکتا ہے۔

"ایک اور مؤرخ لکھتا ہے کہ قرطبہ قلعہ بند اور عالیشان خلیج نما دیواروں سے محفوظ شہر ہے جس کے کوچہ و بازار نہایت خوشنما [illegible] قدیم زمانے سے یہ شہر [illegible] سلاطین کا مسکن چلا آتا ہے [illegible] آباد ان کے [illegible] [illegible] اس شہر میں ہر فن کے کاملین موجود ہیں۔ مشتمل [illegible] جمیع علوم سے [illegible] زبان زد خلائق ہیں [illegible] جنہوں نے سرزمین [illegible] نمایاں ترقی [illegible] جنگ آزما [illegible] ہر فن کے کامل موجود ہیں۔ دنیا کے دور دراز حصوں سے [illegible] الٰہیات۔ قانون، طبعیات ہر شاخ علم تحصیل کرنے بکثرت آتے ہیں۔ چنانچہ [illegible] مقام اتصال عالموں کا مخزن [illegible] کا سرچشمہ بن گیا ہے۔ اس کی [illegible] دنیا کے مشہور [illegible] سے ہر وقت معمور رہتا ہے۔ اس کے اصحاب علم و شمشیر ناموری حاصل کرنے کی غرض سے [illegible] ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کاملین فنون کی [illegible] ارباب [illegible] کی جولانگاہ سرداروں کی منزل۔ اصحاب جود و سخا کا معدن بنا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرطبہ کو اندلس سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے یا سینہ کو شیر سے ہے"۔

مشرقی تعریف اکثر مبالغے کی حد کو پہنچ جاتی ہے مگر قرطبہ کی تعریف جس قدر لکھی گئی ہے بجا ہے۔ شہر کی موجودہ حالت ہرگز اس قابل نہیں جس سے اس خوبصورتی اور شان کا اندازہ ہو سکے جو خلیفہ اعظم کے زمانہ میں اس کو حاصل تھی۔ چنانچہ موجودہ تنگ کوچہ و بازار جن کی دونوں طرف قلعی چونے کے پختہ مکانات سربفلک کشیدہ ہیں اس کی گذشتہ وسعت و خوبصورتی کا مشاہدہ نمونہ پیش نظر کرتے ہیں۔ وہ "القصر" جو کبھی اندلس کے عدل و انصاف کرنے والے سلاطین کا مسکن تھا آج تباہ و برباد ہو کر اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اسپین کے مجرم اس میں اپنی بدکرداریوں کی سزا بھگتتے ہیں۔ پُل قرطبہ ابھی تک وادی الکبیر کی خاموش اور سرد مہری سے اندر جانے والی لہروں سے مرحوم ہشام کی نوحہ خوانی کر رہا ہے۔ مسجد جامع نمازیوں کے انتظار میں ابھی تک ایستادہ ہے اور ہر شوقین سیاح سے جو اس کی شان و عظمت سے مسرور الوقت اور متعجب ہونے آتا ہے اپنے بانی عبدالرحمٰن اول کی بے توجہی کی شکایت کرتی ہے۔ شہر قرطبہ کی لمبائی میں مؤرخ اختلاف کرتے ہیں مگر غالب گمان ہے کہ دس میل سے کسی طرح کم نہ تھی (گویا اس زمانے کے لنڈن کی لمبائی تھی) خلیفہ اعظم کے مشہور زمانہ میں جبکہ ایک وزیر نے نیا حصہ بطور سواد شہر بسا کر قرطبہ کو زیادہ وسیع

Marfat.com

پُر رونق بنا دیا۔ اُس وقت اُس کی حالت عین شباب پر تھی وادی الکبیر کی دونو جانب سنگ مرمر کے خوشنما مکانات [illegible] باغات برابر پہلو بہ پہلو بنے ہوئے تھے باغات میں روئے زمین کے عجیب عجیب پھول اور درخت [illegible] لا کر لگائے گئے تھے امیر العرب نے اپنے وطن کی لالات آبپاشی کی تھی جس کا [illegible] کو آج تک بھی نصیب نہیں ہوا عبدالرحمن اول بانی خاندان بنی اُمیہ نے دمشق سے کھجور [illegible] منگوا کر [illegible] وادی [illegible] میں لگایا تھا اور جب [illegible] کے صحن میں یہ [illegible] نے [illegible] گزارا تھا تو [illegible] ایک باغ لگایا اور وطن مالوف کی یادگار میں [illegible] اُس نے نوحہ خوانی کی ہے [illegible] دنیا کے دور دراز حصوں میں [illegible] اس [illegible] طرح طرح کے پودے [illegible] اور درخت منگوائے [illegible] کی وجہ سے ان کے مزاج اسپین کی آب و ہوا کے مخالف تھے [illegible] تمام دنیا میں پھیل گئے [illegible] سے [illegible] ان باغات کی [illegible] ایک [illegible] شوقین آبپاشی و آب رسانی کے لوازمات وغیرہ [illegible] پانی [illegible] کے ذریعہ سے بے شمار [illegible] کے مختلف حصوں میں [illegible] جو گریشیا کے سنگ مرمر سے [illegible] کر بنائی گئی تھیں جمع [illegible] وہاں سے پھر باغوں میں پہنچایا جاتا تھا محلات کے متعلق مورخین بہت سی عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں جن کے [illegible] بڑے شاندار دروازوں کے لب دریا [illegible] میں کھلتے تھے [illegible] ان ماہ کے لئے اسی [illegible] سے بنایا گیا تھا جو اول سے آخر تک [illegible] اور [illegible] خوش [illegible] بہت سے مکانوں پر مشتمل تھا اور ہر [illegible] کا نام جدا [illegible] قصر الازهار [illegible] قصر العاشقین [illegible] قصر السرور [illegible] ان میں سے ایک [illegible] کے وطن اور پردمشق [illegible] ستونوں پر [illegible] اور شاندار تھا [illegible] دن [illegible] کے [illegible] باغات [illegible] روشنوں [illegible] روشنی کرتے ہیں اور [illegible] باغات میں [illegible] خوشنما [illegible] صاف اور شیریں چشمے [illegible] بہتے ہیں اور [illegible] اٹھانے [illegible]

Marfat.com

آفتاب کی نامہذب دست درازیوں سے بچانے کے لئے گویا ابرِ نوبہاری نے اپنے زرد امنوں کا صحنِ چمن پر شامیانہ تانا ہے جس سے معطر قطراتِ شبنم کثیف بخارات کی شکل میں گلعذاروں پر گلاب پاشی کرتے رہتے ہیں۔ اُس کی عالیشان عمارات۔ اُس کی قدرتی فضائیں عجیب دلفریب منظر پیش کرتی ہیں۔ اُسکی راتیں بھی اسی قدر پُر فزا اور مشامِ دماغ کو معطر کرنیوالی ہوتی ہیں۔ کیونکہ صبح اگر اپنے بھیکے بھیکے رنگ سے اس کے چہرے پر عنبرین نقاب ڈالتی ہے تو رات اُس کو اپنی مشک فام زُلفوں کا برقعہ پہناتی ہے۔" قرطبہ کے بعض باغوں کے نام عجیب دلچسپ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ گذرنے والوں کو پکار کر کہ رہے ہیں کہ آئیے دیکھئے کیسا دلفریب سین ہے۔ اور اس چشمہ کے کنارے پر جو اپنی آہستہ آہستہ رفتار سے ایک بیفکر او رفارغ البال زندگی کا سبق دے رہا ہے آرام فرمائیے اور ان خوشبودار پھولوں اور خوش ذائقہ میووں کے درختوں سے ذہن اور دماغ کو مسرور کیجئے۔" چنانچہ ایک باغ جس کا نام پنچکی (وامیرہ بیل) ہے۔ ہر سیر کرنیوالے کو زبانِ حال سے اس بات کی نصیحت کرتا ہے کہ آزاد اور بیفکر زندگی بسر کریں اور صرف اُس چرخی کے چلنے کی مسلسل گونج کو مشغلہ زندگی سمجھے جو پانی کو بذریعہ پمپ کے نیچے سے کھینچکر آبیاری کے لئے باغ کی ہم سطح زمین تک لاتی تھی۔ اُسی طرح "میڈی آو دی مرمرنگ واٹرز" کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ مقام باشندگان قرطبہ کا موسم گرما میں تفریح گاہ ہوگا۔ وادی الکبیر کا متانت اور آہستگی کے ساتھ بہنا تو ان کی ایک دائمی مسرت تھی کیونکہ مشرقی دنیا والوں کے نزدیک (موزز کو صرف اُن کی مسقط الراس کے خط نصف النہار نے مجبور کر دیا تھا ورنہ پورے مشرقی تھے) آہستہ آہستہ بہتے ہوئے چشمہ کو دیکھنے سے زیادہ کوئی پسندیدہ نظارہ نہیں۔ اس دریا پر سترہ خوشنما محرابوں کا ایک نہایت عالیشان پل بنایا تھا جو مسلمانوں کی انجنیئری ہنرمندی کی سراپا صداقت تھی۔ تمام شہر عظیم الشان مکانات سے معمور تھا جس میں سے پندرہ ہزار سے زیادہ تو صرف ملازمین گورنمنٹ اور ارکین سلطنت سے متعلق تھے اور ایک لاکھ سے زیادہ عام خانہ شماری تھی۔ علاوہ ازیں سات سو مسجد اور نو سو صرف حمام تھے جن میں ہر خاص و عام غسل کر سکتے تھے۔ حمام مسلمانوں نے ہر شہر و قصبہ میں ایک ضروری خط و خال سمجھ کر بنائے تھے کیونکہ ان کے نزدیک پاکیزگی اور صفائی اگرچہ دینداری سے دوسرے درجہ پر تو نہیں مگر زہد و عبادت کے ہر بات کا مقدمہ تھی۔ حالانکہ دورِ وسطیٰ زمانہ کے عیسائی غسل سے اس بنا پر ممانعت کرتے تھے کہ یہ بیدینوں کا طریقہ ہے چنانچہ راہبانات و ذکور اپنی غلاظت اور نجاست پر اس درجہ نازاں تھے کہ ایک متبرک بی بی فخریہ لکھتی ہیں کہ ساٹھ برس کی عمر تک میں نے کسی عضو جسم کو پانی نہیں لگایا بجز انگلیوں کے سروں کے جبکہ میں گرجا میں جاتی تھی"

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

Marfat.com

سے لالٹینوں کے لئے جن میں دس ہزار بتیاں روزانہ روشن ہوتی تھیں خوشبودار تیل بنائیں۔ گو زمانہ کی رگڑ نے اس عجیب مسجد کی شان و شوکت کو تیرہ کر دیا ہے مگر پھر بھی جو کچھ باقی ہے وہ سیاحوں کی نظروں کو خیرہ کرتا ہے ۔

اس بری حالت میں بھی جب کبھی کوئی سیاح اس کے ستونوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر کسی ہیبت ناک بن کے خودرو درختوں کی طرح ان کو چاروں طرف حد نظر تک پرے باندھے دیکھتا ہے تو حیرت و تعجب سے خود نقش دیوار ہو جاتا ہے۔ سنگ مرمر۔ زبرجد۔ سماق کے پھول جو دیواروں میں نصب کئے گئے تھے ابھی تک گلچینوں کے ہاتھوں سے محفوظ ہیں۔ چمکدار شیشوں کے پھول پتیاں رنگ برنگ کی خوشنما کیاریاں در و دیوار میں بے بہا ہیروں کی طرح چمک چمک کر حسرت سے وہ متبرک زمانہ یاد دلا رہی ہیں جو باہر [illegible] سے ان کو بنانے کے لئے آئے تھے خاص درجہ کی بدیع المثال صناعی اس کی خوبصورت اور گول محرابوں کی وضع اور بناوٹ اور پاکیزگی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے گویا ابھی تعمیر ختم ہوئی ہے۔ احاطہ بھی ابھی تک زمانہ کی نظر بد سے محفوظ ہے اور چاروں طرف نارنگی کے درختوں نے جو ستونوں کے ساتھ ساتھ چلے گئے ہیں ان کو اپنے قدرتی دامنوں میں چھپا لیا ہے۔ غرضکہ اس خانہ خدا کی دلفریب فضا عالیشان عمارت اور رفعت ہر شوقین سیاح سے بکثرت اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ چند قطرے آنسوؤں کے اس پر بہائے! کیا وہ مبارک زمانہ واپس آ سکتا ہے؟ کیا خلیفہ اعظم جس نے قرطبہ کو ترقی کا زیور پہنا کر عروس البلاد اندلس بنا دیا تھا پھر زندہ ہو سکتا ہے؟ مگر ؎

مسافرے نہ رسید از عدم کز و پرسم
کہ پیر چرخ کجا برد نوجوانم را

اس سے بھی زیادہ عجیب گو کم خوبصورت مدینۃ الزہرہ اور اس کے مشہور زیب و زینت قصر الزہرہ تھا جس کو خلیفہ اعظم نے بطور سواد شہر (قرطبہ) آباد کیا تھا۔ اصل میں اس کی دلربا بی بی زہرہ نے ایک مرتبہ اس سے فرمائش کی کہ اس کے نام سے ایک شہر آباد کیا جائے۔ خلیفہ نے اس کی اس درخواست کو خوشی سے منظور کیا اور فوراً جا بجا احکام جاری کر دیئے۔ چنانچہ جبل العروس کے دامن میں جو شہر قرطبہ کے محاذی چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ نیا شہر بننا شروع ہوا اور تا وفات خلیفہ اعظم یعنی ۲۵ برس سلطنت کی ایک تہائی آمدنی ہر سال یہ صرف ہوتی رہی۔ اس کے بعد پندرہ برس تک اس کے فرزند اور جانشین نے حسب قاعدہ خاندانی اس میں اضافہ کئے۔ دس ہزار معمار و نجار وغیرہ وغیرہ یومیہ کام کرتے تھے اور اینٹوں کے بجائے چھ ہزار سنگین سلیں روزانہ تیار ہوتی تھیں۔ تین ہزار جانوران بار برداری صرف مسالحات وغیرہ لیجانے کے لئے مقرر تھے۔ چار ہزار تو صرف ستون نصب کئے گئے تھے جن میں اکثر

Marfat.com

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۹۹

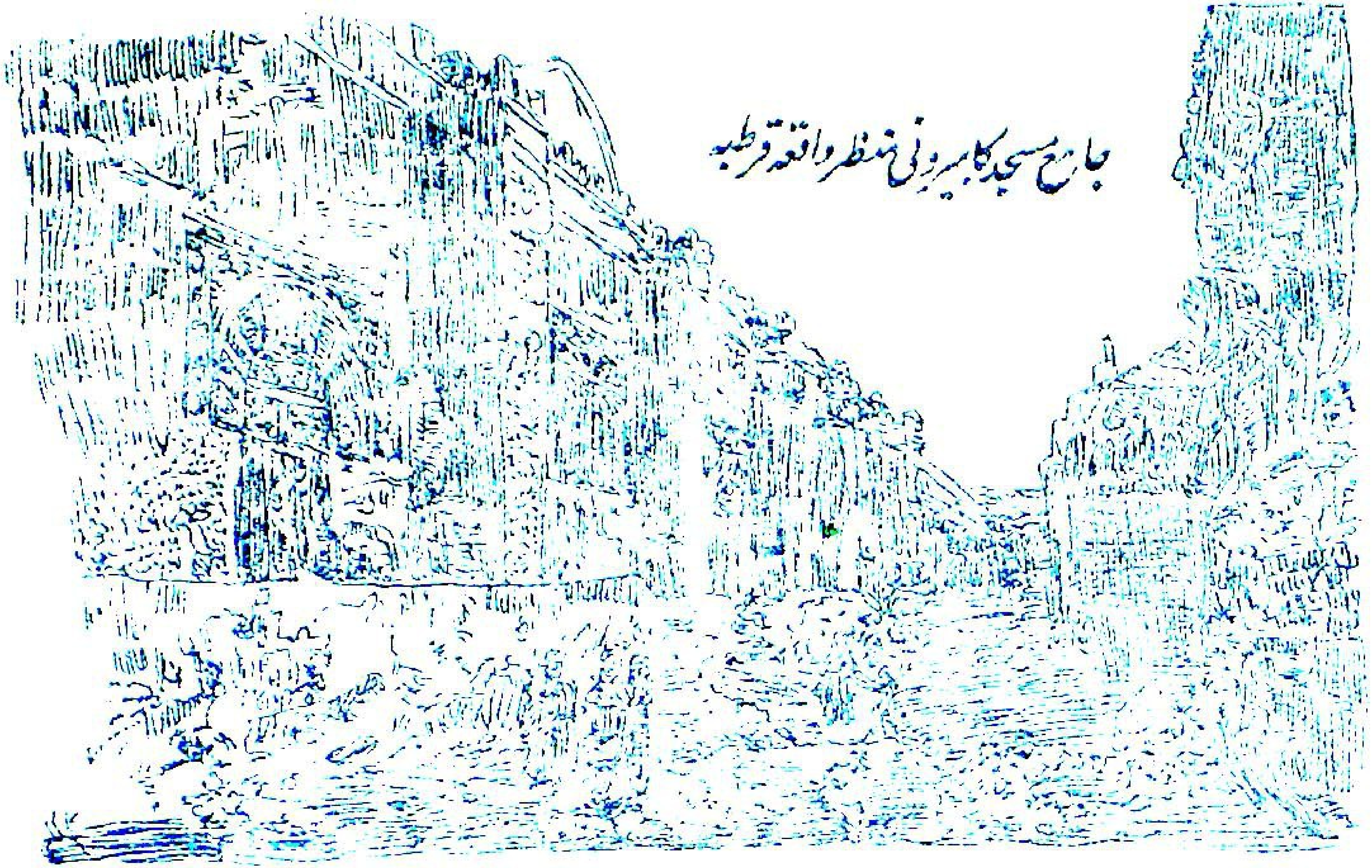

جامع مسجد کا بیرونی منظر واقعہ قرطبہ

Marfat.com

سلاطین قسطنطنیہ روما کا تحفہ تھے کچھ فرانس اور دیگر ممالک کے بادشاہوں نے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ باقی طرکونہ اور البیریا کی سنگ مرمر کی کانوں سے بنائے گئے تھے۔ پندرہ ہزار دروازے تھے جن پر عمدہ قسم کے لوہے یا پیتل کے پترے کا غلاف تھا۔ خاص سلطان کے کمرے کی چھت اور دیواریں بالکل طلائی تھیں اور اس میں ایک نہایت عجیب و غریب پیالہ نصب تھا جو سالم یشم سے تراش کر بنایا گیا تھا اور شاہ یونان نے بھیجا تھا۔ ایک عظیم الشان و قیمتی موتی یتیمہ بھی تھا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک چھوٹی سی حوض پارے سے لبریز بنائی گئی تھی اور ہر طرف آٹھ آٹھ دروازے تھے جن پر ہاتھی دانت اور آبنوس کی نہایت صنعت سے گلکاری کی گئی تھی۔ اور قسم قسم کے بیش بہا پتھروں سے جڑاؤ تھے۔ جب آفتاب کی شعاعیں ان دروازوں سے اندر داخل ہو کر اپنی تمازت سے پارے کو متحرک کرتی تھیں تو گویا ہر طرف برق کا جلوہ نظر آتا تھا اور اہل دربار کی نظریں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ عربی مورخوں نے اس نئے شہر کے عجائب و غرائب بڑی خوشی سے قلمبند کئے ہیں چنانچہ اس میں ایک لکھتا ہے کہ "اگر مدینۃ الزہرہ کے عجائبات اور خوبصورتیاں قدرتی اور صنعتی صرف شمار ہی کی جائیں تو بھی طوالت سے خالی نہ ہو گا۔ جا بجا لبریز پاکیزہ چشمے بہتے ہوئے دریا، سبز و شاداب باغات، شاندار مکانات جن میں شاگرد پیشہ رہتے تھے۔ ارکین دربار کے عظیم الشان محل موجود ہیں۔ مسلح سپاہیوں، نوجوان خادموں اور ہر قوم و ملت کے غلاموں کا ایک اژدہام رہتا ہے جو زربفت، کمخواب اور ریشم کی قبائیں اور جبے زیب بدن کئے ہوئے وسیع اور خوشنما کوچہ و بازار میں ہر وقت اس کثرت سے ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی۔ ججوں، ولیوں اور شاعروں کے ہجوم سامنے کی مسجد کے شاندار کمروں اور ایوان میں متانت اور استقلال سے بیٹھے رہتے ہیں۔ ملازمین محل سرائے میں صرف نوکروں کا اندازہ تیرہ ہزار سات سو پچاس کیا گیا ہے جن کے لئے علاوہ وظیفہ اور آبی جانوروں کے تیرہ ہزار پونڈ یا سوا سو من گوشت کی یومیہ ضرورت ہوتی ہے اور اناث کا شمار جو حرم خانہ میں خدمت یا مصاحبت پر مامور اور مختلف قبیلوں اور نسلوں سے ہیں چھ ہزار تین سو چودہ ہے۔ سلطانی نسل کے نو عمر غلام و خواجہ سرا تین ہزار تین سو پچاس ہیں جن کے لئے علاوہ گوشت، پرندہ اور مچھلی کے یومیہ آبی جانوروں کے بحساب پانچ سیر فی کس یا مچھلیاں گوشت روزانہ خرچ ہے۔ قصر زہرہ کا خوشنما تالاب جس میں ہر رنگ کی مچھلیاں تفریح کو پالی گئی ہیں۔ بارہ ہزار روٹیاں علاوہ ماش کے جو ان مچھلیوں کی خوراک اس تالاب میں ڈالی جاتی ہے یہ اور دیگر عجائب و غرائب آلات اور متعدد موجدین کی تصانیف و فصحا کی نعت کی بڑے شاندار نظموں میں تفصیل و تشریح مل سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جیسے ایک عالیشان شہر تھا اس سے

قصر الزہرہ کو دیکھ لیا ہے وہ خوب تصدیق کر سکتا ہے کہ آج عالم فانی میں اس کا نظیر نہیں۔ بعید الوطن سیاح اولو العزم شاہزادے سفیر تاجر حجاج فقہا شعرا ہر اعلیٰ و ادنیٰ درجہ کے پیشہ ور ہر مذہب کے لوگ اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ ہم نے تمام سیاحت میں کوئی ایسا عجیب و خوشنما شہر یا عمارت نہیں دیکھی جس کو مدینۃ الزہرہ اور قصر الزہرہ سے ذرہ برابر بھی مناسبت ہو سکے اس کے سر سبز باغات شفاف شفاف سنگ مرمر کے بالاخانے اُن میں وسیع اور ہوا دار کھلے کمرے قبہ دار اور مستند نشست گاہیں جن میں ہر قسم کی صناعیاں کمال کو پہنچائی گئی ہیں اس کی اعلیٰ درجہ کی ساخت اور تجویز مکانات کی مناسبت و ترتیب اس کے رنگ برنگ کے خوشنما سبزہ زار اس کی بیش بہا آرائشوں کی بنیاد اس کے طلائی نما ایوان اور سفید سنگ مرمر کے لوازمات آرائش و زیبائش اس کے بوقلمون ستون جو کہ متناسب وضع اور عمدگی دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا عمود ہوا پر اڑ رہے ہیں۔ نقاشی کی اعلیٰ درجہ کی کاریگریاں جنہوں نے تمام در و دیوار کو الوان رنگا رنگ سے ایک دلفریب فرحت منظر بنا دیا ہے اس کی پاکیزہ و حسین جو نہایت صنعت سے پورے پتھر سے تراش کر بنائی گئی۔ خوبصورت آبدان جو ہر وقت صاف و شفاف پانی سے لبریز رہتا ہے اور عجیب خوشنما حوض جس میں جا بجا نور دن کے زندہ معلوم ہونے والی مورتیں گویا سطح آب پر تیرتی پھرتی ہیں یہ سب اس قسم کے عجائب و غرائب ہیں کہ انسانی خیال و عقل میں بمشکل آ سکتے ہیں۔ الحمد للہ تعالیٰ و شکرا علی احسانہ و نعمائہ کہ اس نے اپنی کمترین مخلوقات کو ایسے نادر طلسم خانوں کی تجویز و تعمیر کا حوصلہ دیا اور ان میں آباد ہونے کی اجازت دی مگر اس نے اصل میں تو ان کے لئے دار الجزا بنا دیا تاکہ یہ خیال مومنین کو جنت صالحہ مستقیم پر ثابت قدم رکھتا ہے کہ موجودہ عیش و سرور ہر چند فرحت افزا ہیں مگر ان ہمیشہ قائم رہنے والی خوشیوں کی ذرہ برابر بھی مناسبت نہیں رکھتے جو جنت جاودانی میں سچے ایمان والوں کا انتظار کر رہی ہیں +

جب ملکہ ناوارا اور اس کا صغیر فرزند سانکو (معزول شدہ شاہ لیون) دربار قرطبہ میں پناہ لائے تو خلیفہ اعظم نے اپنے تمام اراکین دربار و صوبہ داران سلطنت کے ایک دربار عام کے ساتھ اسی قصر الزہرہ میں اس کی مہمانداری کی تھی اور جب سفیران شاہ یونان آئے تو ان سے بھی اسی ایوان میں ملاقات کی تھی جس کو ایک عربی مورخ اس طرح بیان کرتا ہے "سلطان نے کاغذات سفارت پیش کئے جانے اور سفیروں سے ملنے کے لئے تاریخ گیارہ ماہ ربیع الاول ۳۳۸ ہجری مطابق سنہ ۹۴۹ء یوم شنبہ اور مقام قصر الزہرہ کا وہی شاندار کمرہ مقرر کر کے نائب السلطنت اتابک العساکر سپہ سالار تمام اعلیٰ افسران ملکی و فوجی کے نام فرامین جاری کر دئے کہ وقت مقررہ پر مناسب لباس و سامان مہیا کریں۔ چنانچہ

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۰۰

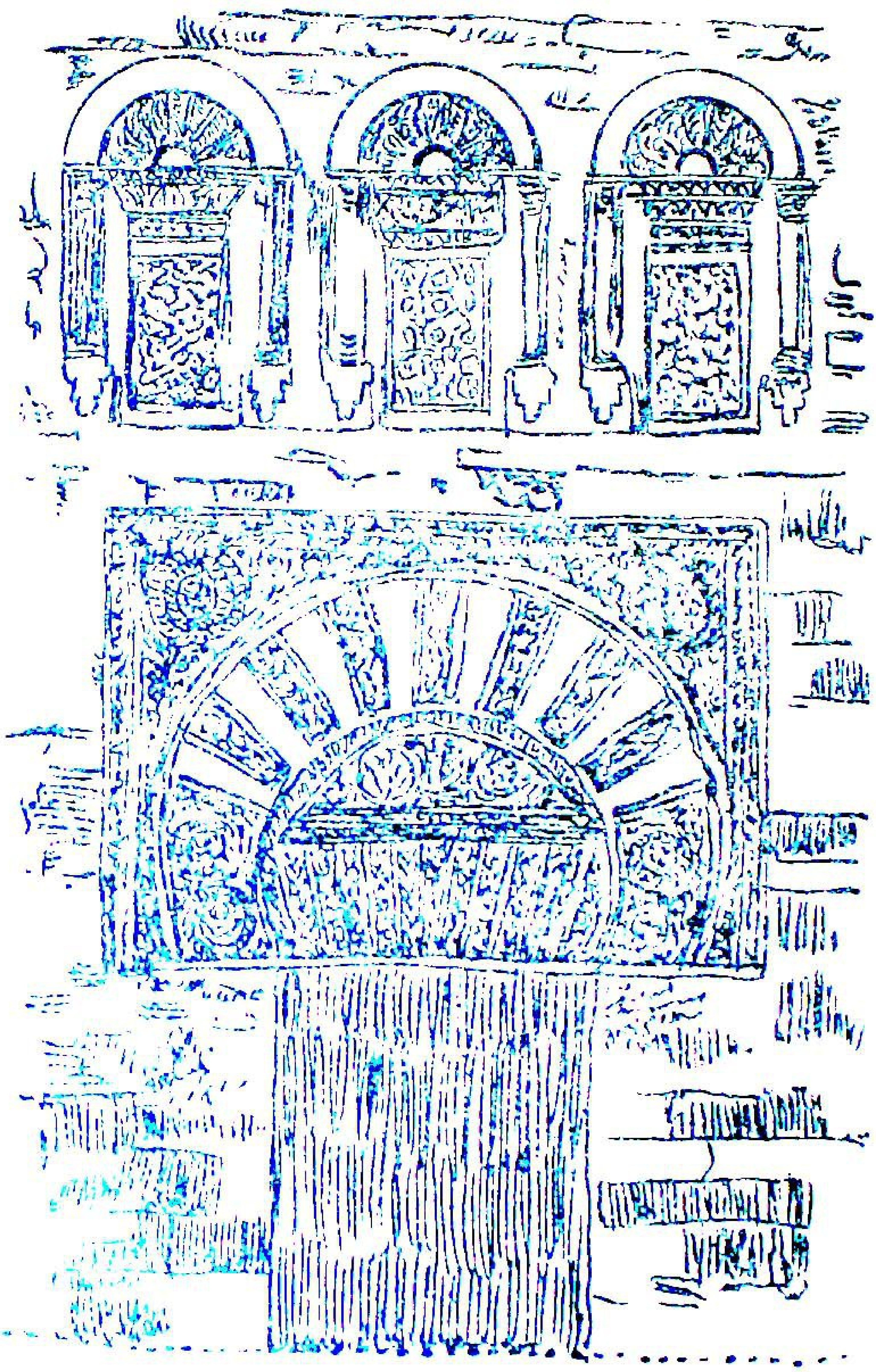

جامع مسجد قرطبہ کا دروازہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اس فن کا مشہور استاد تھا اس کے بعض عملیات بعینہ زمانہ حال کے عملیات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ابن زہر نے جو اس کے بعد فن ہذا کا دوسرا کامل گذرا ہے دونوں شاخوں یعنی عملی و نظری طب میں اپنے نئے ایجادات سے اضافہ کیا۔ اسی طرح ابن بیطار نے جو علم نباتات میں مسلمہ زمانہ استاد تھا قریباً تمام مشرقی دنیا میں سفر کر کے نئی نئی جڑی بوٹیاں اور ان کے خواص دریافت کئے اور اخیر پر ان کو ایک ضخیم اور جامع کتاب کی شکل میں قلمبند کر کے اپنا یادگار چھوڑا۔ ابو آلروس بھی اسی زمانہ کا ایک مشہور فلسفہ دان اور ان جلیل القدر اور محسن زمانہ کاملین میں سے تھا جن کے حسن سعی نے قدیم یونانی فلسفہ کو زمانہ حال کے فلسفہ سے وصل کیا ہے علم ہیئت۔ جغرافیہ۔ کیمیا۔ علم طبعیات غرضکہ کوئی شاخ علم نہ تھی جس کی بطریق احسن تعلیم نہ دی جاتی تھی۔ بلحاظ شعر و سخن کے مقبول انام ہونے کے شاید یورپ بھر میں یہ سب سے پہلا زمانہ تھا کہ ہر کس و ناکس عام باتیں بھی نظم ہی میں کرتا تھا۔ اور کوئی چھوٹا بڑا ایسا نہ تھا کہ جس کو "تلمیذ الرحمٰن" ہونے کا دعوے نہ ہو۔ اسپین کے بھاٹوں نیز اٹلی اور پروونس کے شاعروں نے بعد ازیں نظم اور گیت گھڑنے میں شاید انہیں عربی تصانیف کو سر مشق بنایا ہے۔ کوئی تقریر۔ کوئی خطبہ اس وقت تک مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک اس میں ایک دو شعر بطور چاشنی نہ ہوتے خواہ مقرر یا خطیب کے حسب موقع برجستہ تصنیف سے یا کسی اور شاعر کی طبع آزمائی سے گویا اس وقت تمام اسلامی اسپین میوز (شعر و سخن کی دیوی) کی پرستش کر رہا تھا خلیفہ۔ افسر سے لیکر ایک ادنے ملاح تک قصیدہ اور غزلیں تصنیف کرتے تھے جن کا

۵۷ گاسیین۔ گلاڈیر گالن۔ رومن امپائر کے زمانہ شباب میں فن طب کا زندہ کرنے والا خیال کیا جاتا ہے۔ ایپرہاڈرین کے عہد حکومت میں مقام پرگس واقع ایشیا کوچک ۱۳۱ء میں پیدا ہوا لیکن وطن ہمزا تھا چنانچہ اسی جگہ تعلیم ختم کر کے اس کے استحکام اور تشفی کے لئے روما گیا۔ اس کی تصانیف مع ۵۰۰ مختلف مضامین کے کچھ انتہا نہیں مگر ۸۳ نہایت اعلےٰ درجہ کی خیال کیجاتی ہیں جو ۲۲ جلدوں میں ہیں۔ اس زمانے کے طبیبوں کی طرح وہ کسی خاص فرقہ کا تبع نہ تھا چنانچہ ہپوکریٹیز کی طرح انسانی مزاج کو چار اخلاط سے مرکب خیال کرتا تھا صفرا سودا۔ بلغم۔ خون ان ہی میں سے ایک خلط کے غالب و مغلوب ہونے پر مزاج سمجھا جاتا ہے اسی طرح نفس ناطقہ کو ارواح ثلاثہ کا نام مانتا تھا یعنی روح طبعی جس کا مرکز جگر ہے۔ روح حیوانی جس کا مرکز دل ہے۔ روح نفسانی جس کا مرکز دماغ ہے۔ گالین نے سب سے نیتی اور قابل قدر معلوم اس بارہ میں کی کہ تمام شرائن بالخصوص جو قلب سے حصص جسم میں خون پہنچاتی ہیں اب تک صرف ریح سے معمور خیال کی جاتی تھیں مگر اس نے تجربہ کر کے دریافت کیا کہ ان میں صرف خون ہے آخر ستر برس کی عمر میں بعہد امپیریس سیویرس مر گیا۔ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو "برٹش اینڈ فورین میڈیکل سائنس"۔ مطبوعہ جولائی ۱۸۴۸ء صفحہ ۶۶ +

Marfat.com

نقش مضمون عموماً اندرونی حصے تھوڑی سی ابھری ہوئی سطح پر بنتے ہیں چشموں کی گرتی ہوئی آبشاریں [illegible]
لیکن اس کے آسمان کی [illegible] پیشانی پر ستاروں کی قدرتی اشکال کو جڑا ہوا تھا [illegible]
وصل اور [illegible] کا [illegible] تمام [illegible] کے ساتھ [illegible] کی [illegible] اور وصل کی [illegible]
تیغ ابرو نے شاعر کے دل کو گھائل کر دیا ہے ۔

صنعت و دستکاری میں عربوں نے اپنے تمام معاصروں پر سبقت حاصل کی [illegible]
عمارتوں کی صناعی [illegible] گروں کی [illegible] اپنے پیشے [illegible]
کاموں کے لئے اندلس [illegible] مشہور تھا [illegible]
[illegible]
[illegible] کی [illegible] تھے کہ [illegible] کی بھی
[illegible] اس کی وجہ یہ ہے [illegible]
اور لوہے کے برتن [illegible] کے علاوہ [illegible] بعض [illegible]
[illegible] جن سے [illegible] ہوتا ہے
کہ اندلس میں [illegible] تمام [illegible] میں [illegible]
اوّل [illegible] ہی سے [illegible] شاعروں نے بھی اپنے آپ [illegible] ۔
[illegible] اور بصرے کے استاد [illegible] ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا [illegible]
[illegible] بہت پسندیدہ ہوتا تھا جیرونا کے شہر گرجا کے [illegible]
ثانی کی ایک [illegible] اچھی [illegible] ہے یہ ایک چھوٹا سا [illegible] ہے جس پر چاروں طرف [illegible]
اور [illegible] کئے گئے ہیں پشت پر ایک عربی زبان کا کتبہ لکھا ہوا ہے [illegible]
خلیفہ موصوف کے حق میں [illegible] کی ہے لیکن یہ بعد میں [illegible] دے ۔

تلوار کے [illegible] اور [illegible] میں مسلمان بے انتہا [illegible] کرتے تھے [illegible]
[illegible] تلوار [illegible] ہے [illegible]
[illegible] میں ہمیشہ [illegible] ہے [illegible] لفظوں کی [illegible]
ان کو بھی [illegible] تھے [illegible] ان [illegible]
[illegible] کے لفظ [illegible] ان کا [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہوتا ہے [illegible]

تباہ کیا یا تاتاریوں نے دمشق و قاہرہ کے۔ آج کل جو [illegible] ہیں یہ [illegible]
یہی مخطوطات ہیں جو مقدس کتب میں پڑی ہوئی ہے وہ فاتح [illegible] الاالله [illegible]
کا وقت قرطبہ کی مساجد کی پر عظمت اور شاندار [illegible]
ان سے تو قبضہ کے قریب ہسپانیہ کے کلیسا اور لائبریری میں محفوظ ہیں۔

طلیطلہ (تولیدو) کی لائبریری وہاں [illegible] مشہور ہے کہ [illegible]
آج اب دنیا اسپین میں اسلام کے عہد سے [illegible]
کے عالموں نے [illegible] اور سلاطین قرطبہ کے [illegible] ہوا ہے۔ اس کے علاوہ [illegible]
مثلاً مرسیہ اور گرناڈا (غرناطہ) [illegible]
چنانچہ ڈوزی پیدا [illegible] چودھویں صدی کا [illegible] الفاظ
معلوم ہوتا ہے" [illegible] اپنے بیٹے کو [illegible]
اور [illegible] مشہور ہے۔

غرضکہ [illegible] علوم و فنون [illegible]
شک نہیں کہ "دنیا کا نہایت منور زمانہ تھا"۔

Marfat.com

مقابل صفحہ ۱۲۲

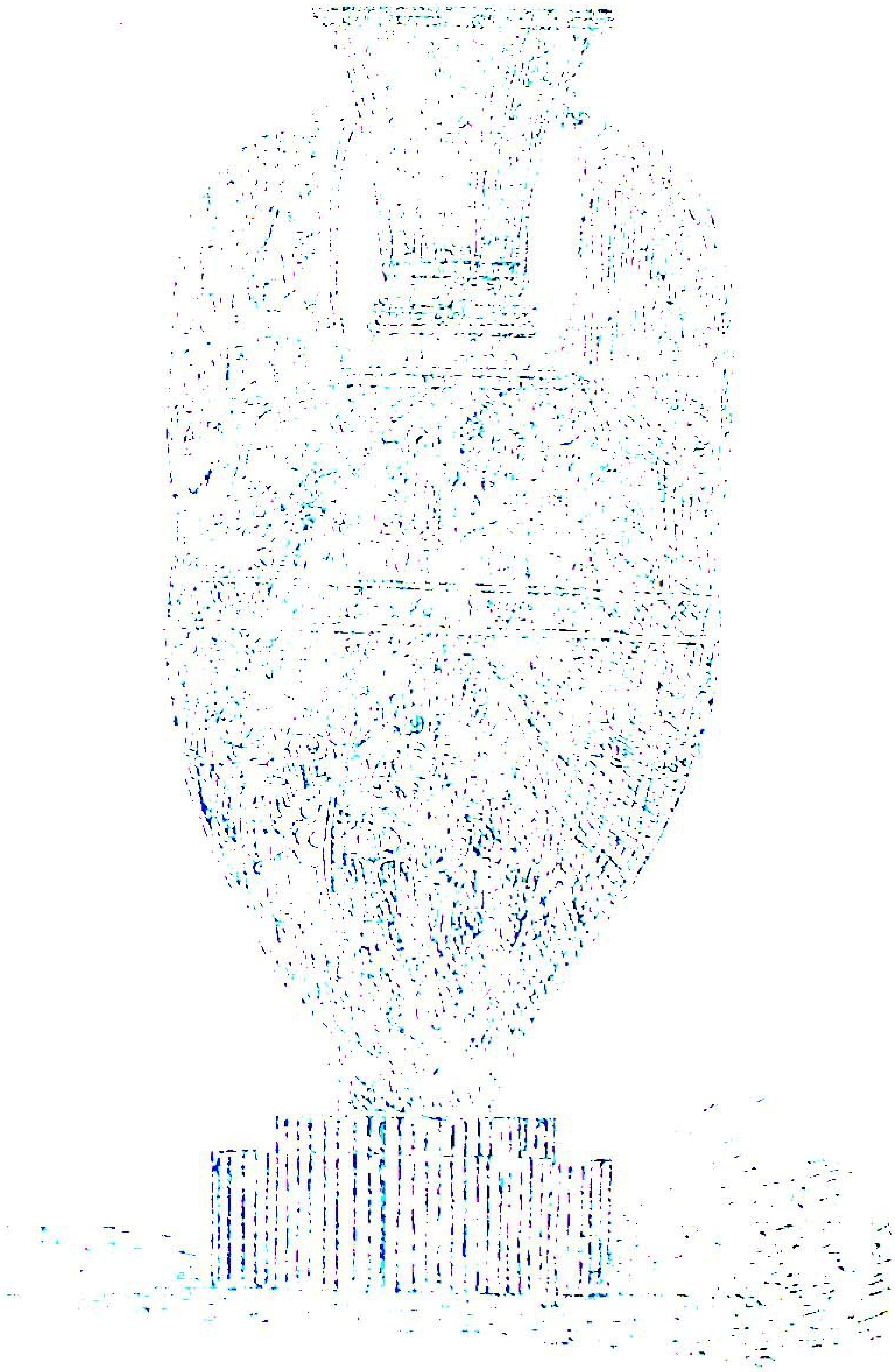

ایک نمونہ

Marfat.com

Marfat.com

نواں باب

وزیر اعظم

عبدالرحمٰن ثالث "الناصر لدین اللہ" قرطبہ کا آخری فرمانروا تھا۔ اس کا فرزند اور جانشین محض کتابی کیڑا تھا اور کتابی کیڑے اپنی مناسب جگہ پر تو موزوں و کارآمد ہوتے ہیں مگر اولوالعزم اور نامور سلاطین بننے کے لیے موزوں نہیں ہوتے۔ ایک فرمانروا کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں اگر اس کو دنیا و مافیہا کا معمولی علم ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یا اگر بعض سلاطین قرطبہ کی طرح وہ اپنے خالی اوقات کو شعر و سخن یا رقص و سرود جیسے شغلات میں صرف کرے تو بھی کچھ حرج نہیں لیکن کتب خانہ کو مقام خوشنگی بنانا۔ رزمی نیکنامیوں کو نظر انداز کر کے جنتی ہوئی کتابوں کے ورق گردانی کرنا۔ یا کتابوں کی نازک بندشوں و خوشنما شیرازوں کو رعیت کے زخموں کی مرہم پٹی پر ترجیح دینا کسی طرح شایان جہانداری نہیں +

مگر بادشاہ حکم ثانی کی یہی حالت تھی۔ ہم نہیں کہتے کہ وہ کمزور طبیعت یا اپنے وجوب فرائض منصبی سے بے خبر تھا۔ نہیں بلکہ مطالعہ کتب میں اس قدر محو اور خود رفتہ رہتا تھا کہ رزمی نیکنامیوں کی طرف توجہ کرنے کی اس کو کبھی فرصت نہ ہوتی تھی۔ کتب بینی کے علاوہ اس کو عمارات کا بھی قدر شوق تھا اور اسی شوق نے بڑھتے بڑھتے اس میں فن معماری کا ایک خاص مذاق پیدا کر دیا تھا یہ مذاق فنون لطیفہ اور علم ادب کا ممد و معاون ہوتا ہے۔ تاہم حکم کے صلح و امن پسند مزاج نے سلطنت کو زیادہ نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ لیون کے مسیحی شہزادے ابھی اپنے دشمنوں کی خلاف ورزی [illegible] یا سیاب خانہ جنگی کرنے میں اس [illegible] بات [illegible] خلیفہ اعظم عبدالرحمٰن ثالث الناصر لدین اللہ کا بیٹا تھا [illegible] قوت کا سکہ اطراف و جوانب بلکہ تمام ممالک پر [illegible] معاملات میں بھی [illegible] تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا [illegible]

Marfat.com

[illegible] ... مگر حسنِ اتفاق سے قرطبہ میں مطلع کیجیا

[illegible] ... ہو تو پا جا۔ چنانچہ تمام مشرقی دنیا کے ہر شہر میں

[illegible] ... سے بھیجا کرتا اور نایاب کتابیں قرطبہ بھیجیں۔ سفیرانِ قرطبہ

قاہرہ، دمشق، بغداد، اصفہان جیسے شہروں میں ... نایاب اور قیمتی کتابوں کی جستجو ان کا مشغلہ ہوتا تھا۔

اور شہر کے مشہور کتب فروشوں کی دکانیں ان کا مرکز۔ اگر کوئی کتاب قیمتاً نہ ملتی تو نقل کر لیجاتی حتیٰ

کہ ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب کا نفسِ مضمون ہنوز مصنف کے دماغ میں ہے اور نایاب نے مطلع ہو کر اُس

[illegible] ... اشاعت کی جلدی اور خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کا پہلا نسخہ شاہی کتب خانہ میں بھیجا جائے

[illegible] ... اُن تدبیروں سے اُس نے چار لاکھ سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ جمع کر لیا جو ایسے وقت میں

[illegible] ... جبکہ چھاپہ کی مدد موجود نہ تھی اور ایک نسخہ خوشنویس جو شست نویس

[illegible] ... مدت میں نقل کر سکتے تھے مگر خلیفہ حکم محض جامع الکتب

[illegible] ... کہ اُس نے ان چار لاکھ کتابوں کو ایک ایک کر کے بغور مطالعہ کیا اور اُن پر حواشی

[illegible] ... وہ خود ایک عالم متبحر تھا۔ آیندہ نسلوں کے مشہور کاملین نے اُس کے حواشی

اور شرح کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ بعد کو اہلِ بربر نے اس نادر الوجود کتب خانہ کا

[illegible] ... علم ادب کو سخت گزند پہنچایا۔

[illegible] ... کے لئے تو ممکن تھا کہ اپنے باپ کی حاصل کی ہوئی ناموری پر

نازاں ہو ... ساتھ ... کتب میں محو رہے۔ گو بیرونی دشمن کامیاب حملے کرنے کے لئے

[illegible] ... لیکن اس مزاج کے سلسلہ وار جانشین اس عمارت کو سہارا اور استحکام

کرنے کے لئے کافی تھے جس کو عبدالرحمٰن نے اس قدر عزم اور جانفشانی سے بلند کیا تھا۔ حکم

[illegible] ... برس کی حکومت کے بعد انتقال کیا اور ہشام اپنے بیٹے کو جانشین چھوڑا۔ ہشام کی

[illegible] ... کے وقت بارہ سال کی تھی۔ اگر وہ جانشینِ مسند سے آزاد کر دیا جاتا تو ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ

وہ ... پر چلتا۔ مگر مورخ لکھتے ہیں کہ ... انصاف اور عام صفات جہانداری کی

[illegible] ... ظاہر ہوتی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے نامور اولوالعزم دادا کے

قدم بقدم ہوگا لیکن افسوس کہ ... نے جانشین کو پولیٹکل شیخ حقیقی

[illegible] ... پیدا کرنے کا موقع نہ دیا۔ چنانچہ جس وقت حکم نادر اور نایاب نسخے جمع کرنے میں سرگرم یا

[illegible] ... مشغول تھا تو اکابرِ سلطنت شدہ شدہ ملکی اقتدار حاصل کرنے

منسوبہ مصطفیٰ ۱۰۱۰

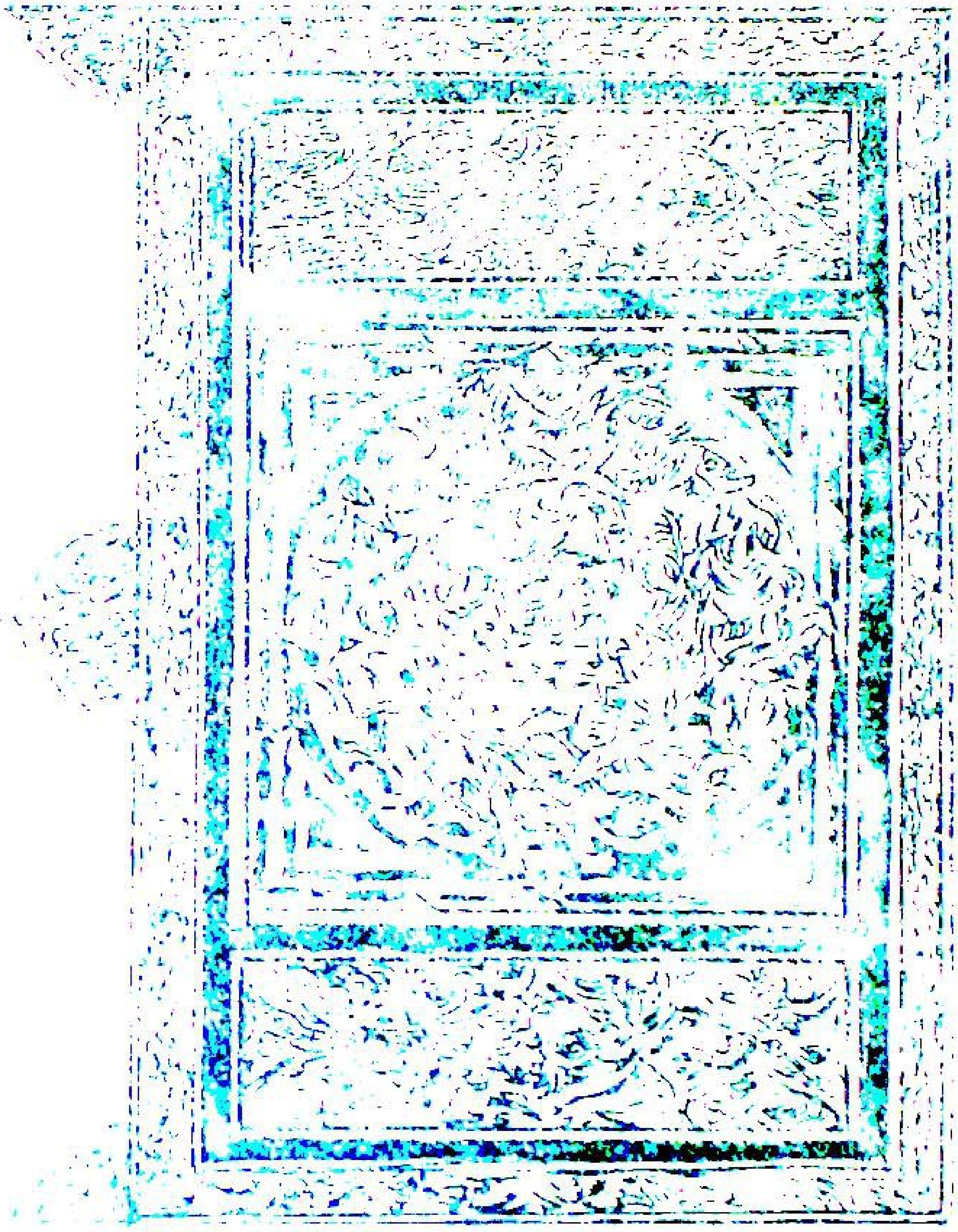

قرآن شریف کی جلد

Marfat.com

Marfat.com

جانتے تھے۔ اگر خلیفہ اعظم زندہ ہوتا تو ضرور سرکوبی کرتا۔ مگر حکم کو اس قدر فرصت نہ تھی۔ اخیر نوبت بایں جا رسید کہ پردہ نشینان حرم سرا سے بھی پولیٹیکل معاملات میں دست اندازی کرنے لگے۔ گو یہ سچ ہے۔ کہ عبدالرحمٰن نے بھی محبوبہ "الزہرہ" کو خوش کرنے کے لئے ایک جدید شہر آباد کیا۔ لیکن اگر "الزہرہ" [illegible] شامی امیر عبدالرحمٰن کو کچھ ایسا کرتی مثلاً بتلاتی کہ پولیس کا افسر کون ہونا چاہیئے تو اس کو سخت تعجب [illegible] ہوتی۔ لیکن حکم کے انتقال کے وقت حرم سرا کا ملکی اقتدار بڑھا ہوا تھا۔ اور ان سب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوعمر خلیفہ ہشام کی والدہ سلطانہ عورہ شاید سب سے زیادہ بااقتدار تھی سلطانہ عورہ کے مقربین میں سے "ابن ابی امیر" ایک خاص شخص تھا جس کا اقتدار اخیر کار خود سلطانہ کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ آسانی کے لئے ہم اس کو آئندہ المنصور کے نام سے موسوم کرینگے۔ کیونکہ مسیحی لوگوں کے مقابلہ پر بہت سے میدان جیتنے کے سبب وہ اسی لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا ۔

"المنصور" شروع میں قرطبہ یونیورسٹی کا ایک معمولی طالب علم تھا۔ اس کا باپ جو شریف النسل گھرانے [illegible] ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ یہاں یونیورسٹی میں ایک جید فقیہ (لاء کا) مشہور تھا۔ لیکن المنصور کا شروع ہی سے یہ ارادہ نہ تھا کہ باپ کی طرح اپنے حوصلوں کو اس قدر پستی کے ساتھ محدود رکھے۔ بلکہ طالب علمی ہی میں اس کو حکومت و اقتدار کے خواب آتے تھے اور [illegible] پیشین گوئی کرتا تھا کہ ضرور [illegible] ایسا آنے والا ہے جب وہ "اندلس کا تاجدار" بنیگا۔ یہاں تک [illegible] جماعتیوں سے اکثر پوچھتا جب میں حکومت پر پہنچوں گا تو تم [illegible] تو خاص تعجب ہے جب وہ وقت آیا تو اس نے [illegible] فراموش نہیں کیا۔

المنصور [illegible] خود غرضی [illegible] اقتدار [illegible] پہنچنے [illegible] [illegible]

[illegible]

Marfat.com

مناصب تک پہنچ گیا۔ اور ۳۱ برس کی عمر سے پہلے پہلے چند مختلف خدمتیں انجام دینے لگا یعنی وہ سلطنت کی مقبوضات کا کارکن تھا۔ ایک دو عدالتوں کا جج اور سٹی گارڈ کے ایک حصہ کا کمانڈر تھا۔ المنصور کے اخلاق حمیدہ۔ عادات پسندیدہ۔ اُس کی حد درجہ کی کریم النفسی محتاجوں اور ضرورتمندوں کا مرجع حاجات وملجا و ماوا ہونا ایسی صفات تھیں کہ لوگ خواہ مخواہ اس کو عزیز الوجود سمجھتے تھے۔ اراکین دربار سے رسائی کرنے میں وہ پہلے ہی کامیاب کوششیں کر چکا تھا۔ ان میں بعض زیادہ عالی مرتبہ تھے اب منجانب اللہ اس کو اپنا اقتدار ظاہر کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا یعنی خلیفہ حکم کے دفعتاً انتقال سے ملکہ صبح کا اقتدار بہ حیثیت صغر سن جانشین خلیفہ کی والدہ ہونے کے بڑھ گیا۔ اُس کے ساتھ المنصور کی خوب بن آئی جو کام کرتے تھے دونو ملکر کرتے تھے صغر سن ھشام کی مسند نشینی پر صرف ایک حریف مدعی کے قتل سے عمل میں آئی اگرچہ محلسرے کی متعلقہ فوج یعنی "سلیو" نے کچھ سرکشی کی۔ مگر وہ ایسے مبارک جلوس میں کیا مزاحمت پیش کر سکتی تھی۔ المنصور نے اُن کی جلد ہی سرکوبی کر دی ٭

اب گورنمنٹ کا دارومدار مُصحفی پر تھا۔ یہ وہی امیر بیت المال ہے جس نے المنصور کو اس ترقی کے زینہ کی پہلی سیڑھی پر کھڑا کیا تھا پس کیسے ممکن تھا کہ اُستاد کی پالیسی میں شاگرد شریک ہوتا۔ سلیو کی سرکوبی کرنے سے جن میں سے اکثر جلا وطن کر دئے گئے تھے۔ اُستاد و شاگرد دونو کے ہر دلعزیز اور مقبول انام ہونے میں کچھ شُبہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ اہل قرطبہ ان متاجر سپاہیوں سے جو اس ملک کے رہنے والے نہ تھے سخت متنفر تھے۔ مگر افسوس اُستاد و شاگرد کی موافقت بہت کم دنوں کے لئے تھی کیونکہ مُصحفی کو اُکھاڑ پھینکنے کے لئے المنصور صرف موقع کی تاک میں تھا۔ مگر ایسی اہم کامیابی کے لئے اول یہ امر ضروری تھا کہ پبلک کی خوشنودی حاصل کرے چنانچہ اس کے لئے اُس کو اتفاقیہ ایک موقع مل گیا۔ جس کی مفصل کیفیت یہ ہے:۔

شمالی علاقہ جات پر مسیحی اب کچھ دنوں سے پھر بڑھ چلے تھے:۔

مصحفی جس کو رزمی مذاق مطلق نہ تھا۔ سخت حیران تھا کہ کس طرح اور کیا چارہ کار کرے المنصور اگرچہ ایک جج یا انسپکٹر ہی کے فرائض منصبی خوب جانتا تھا اور مذاق رزم میں اُستاد سے کسی طرح بڑھا ہوا نہ تھا۔ مگر چونکہ ایک قدیم بہادر نسل اور اُن عربوں کی اولاد سے تھا جو طارق اور اُس کے جانثار بربریوں کے ساتھ حملہ آور فوج میں شامل تھے گویا اس کی رگوں میں ہاشمی خون ہنوز موجزن تھا پس بلا تامل بلا سوچ تذبذب اُس نے فوراً سپہ سالاری کو قبول کر لیا اور اس بھاری منصب کے خدمات پوری سرگرمی سے انجام دیں۔ چنانچہ لی اون پر اس قدر کامیابی کے ساتھ حملے کئے اور فوج کے ساتھ مال غنیمت سے اس قدر

Marfat.com

نیز ضمانت ملی کہ اگر جب وہ زندہ رہا وہ حضور میں آیا تو [illegible] قرطبہ کا بادشاہ [illegible] جبرال تھا۔ بلکہ [illegible] قرطبہ کا حوزہ الوجود محض [illegible] گئی۔

اس تاریخ کے کچھ عرصہ بعد شمالی افریقہ میں سے دوسری جنگ شروع ہوئی جو کامیابی پر ختم ہوئی۔ اس جنگ میں [illegible] بنو غالب تھا جو [illegible] نہایت بہادر اور جری کمانڈر انچیف تھا۔ [illegible] حکومت بھی ہے اس کو ایسا درست [illegible] جب پتہ چلا کہ غالب نے خود [illegible] مشتبہ کر دیا کہ فتح بھی المنصور کی بدولت ہوئی ہے اور [illegible] کہ [illegible] دربار اور عوام الناس کو یقین ہو گیا کہ المنصور [illegible] سلطنت اور [illegible] ہونے کے ساتھ فن رزم کی قابلیت بھی بڑی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ درحقیقت اس [illegible] قسم کی قابلیت تھی۔ ان مسلسل کامیابیوں نے [illegible] آدمیوں کے [illegible] غالب کی [illegible] المنصور نے دوسرا قدم [illegible] پر صاف کیا جو قرطبہ کا چیف جسٹس تھا اور خود اس کی جگہ [illegible] اپنے اختیارات کو اس قدر عمدگی اور خوش اسلوبی سے [illegible] کہ اس سے پیشتر کبھی [illegible] انتظام ہوا تھا اور نہ [illegible] انصاف سے پابندی [illegible] عمل [illegible] اس کے بیٹے کے خلاف [illegible] قانون کی [illegible] جس کی پاداش میں [illegible] لگے کہ [illegible] قدیم [illegible] پولیس کے قوانین [illegible] کی پابندی [illegible] حکومت [illegible] المنصور [illegible] ایک مضبوط [illegible] ملیشیا فورس [illegible] عوام الناس کی خوشنودی [illegible] قانون [illegible] پابندی [illegible] آخری چال چلنے کا [illegible] وقت [illegible] خواب [illegible] تھا۔

یوں تو غالب [illegible] مدت سے [illegible] اس [illegible] اختلاف [illegible] غالب [illegible] المنصور [illegible]

سے باز رکھا۔ اور بجائے اس کے لڑکی کی شادی اپنے ساتھ کر دینے پر آمادہ کر لیا۔ غرضکہ المنصور اسی طریق پر نہایت صفائی سے چالیں چلتا رہا اور یہاں تک کامیاب ہوا کہ خلیفہ حکم کی وفات کے صرف دو برس بعد ۹۷۸ء میں اُس نے مصحفی کو تغلب بیت المال کے جرم میں ماخوذ کر کے (مگر بلا وجہ معقول نہیں) اوّل اس پر ایک سنگین نقد جرمانہ عائد کیا۔ اور بعدہٗ گرفتار کرا کر سزا دلوا دی۔ وہ وزیر اعظم جس کے اختیارات کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ پانچ سال تک اپنے مظفر و منصور دشمن کا گرفتار کشتہ عنایت رہ کر آخر محبس ہی میں فراموشیٔ روزگار کا شکار ہو گیا۔ ایک روایت کے بموجب المنصور نے اس کو زہر دلوا دیا۔ کہتے ہیں کہ مرتے وقت اُس کے بدن پر کل کا صرف ایک پھٹا پرانا کرتہ تھا جو بدنصیب بالاستثنائی محبس کا لباس ہے۔ ایک مصحفی کیا، شخص المنصور اور اس کے بلند و اعلیٰ مقاصد کے سد راہ ہوا اسی قسمت کو اخیر فیصلہ اسی قدر خوفناک ہوا لیکن مقام عبرت ہے کہ اندلس کا وزیر اعظم اپنے جاہ و جلال کے عروج سے جب ہزاروں ابنائے جنس دست بستہ سراپا ادب بنکر اس کی خوشنودی مزاج کے خواستگار آتے تھے۔ جبکہ لی اون کا معزول شہزادہ بھی باریاب ملازمت ہونے کا آرزومند تھا۔ وہ یا انتہا شخص صرف ایک نو دولت نوخیز طفل مکتب کے حوصلوں کا شکار ہو کر اس اوج عزت سے اس پستی نکبت میں گرا۔ کاش المصحفی دانشمندی سے کام لیتا۔ اور شروع ہی میں اپنے نوجوان حریف کی سرکوبی کر دیتا

المصحفی کے اکھڑتے ہی المنصور فوراً اس کی جگہ پر جم گیا۔ اس وقت اُس کے اقبال کا ستارہ پورے اوج پر تھا۔ تمام اندلس کی عنان حکومت گویا اسی کے ہاتھ میں تھی کہنے کو اگرچہ گورنمنٹ کا انحصار "خلیفہ ان کونسل" (مجلس شوریٰ) پر تھا۔ مگر بالکل برائے نام۔ ورنہ خلیفہ کو تو اس نے حرم سرا کی رنگ رلیوں میں منہمک کر دیا تھا۔ اور کونسل اُس کی حکمت عملی کے تابع تھی۔ غرضکہ جو کچھ تھا المنصور تھا۔ اپنے ایوان عالیشان میں بیٹھ کر جو سواد شہر میں شاہانہ شان و شوکت سے آراستہ تھا۔ وہ تمام اندلس پر حکومت کرتا تھا۔ روبکار۔ فرامین۔ اشتہارات اس کے نام سے جاری ہوتے تھے خطبہ اس کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ سکوں پر اُس کا نام کندہ ہوتا تھا۔ کہ یادگار زمانہ رہے۔ حتیٰ کہ وہ شاہی عبائیں پہنتا تھا جس پر اُس کا نام کڑھا ہوا ہوتا تھا اور جو اس زمانہ میں صرف بادشاہوں کے لئے مخصوص تھیں۔ مگر باوجود دولت و حکومت کی بخششوں کے وہ اپنے حاسدوں کے حملے سے محفوظ نہ تھا۔ جاہ طلبی اور بلند نظری ہمیشہ مخدوش و خطرناک ہوا کرتی تھی اور بقول شخصے کہ ع

من جرب المجرب حلت به الندامة

جو ایک مرتبہ پائمال کئے جاتے ہیں وہ موقع پا کر کبھی نہ کبھی بدلہ بھی لے ہی لیتے ہیں۔ خلیفہ کی مسند نشینی

Marfat.com

کے وقت جب چند سلیو (باڈی گارڈ) نے سازش کر کے اس مبارک جلوس میں بغاوت کرنا چاہا تھا اور
معمود نے جو یہ المنصور نے جس طرح اور دل کو جلا وطن کیا تھا۔ ان کو بھی یک قلم برخاست کر دیا
تھا انہی میں سے ایک شخص نے موقع پا کر المنصور کے قتل کی فکر کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور خود مع
چند ہمراہیوں کے گرفتار ہو کر طرح طرح کے عذاب سے مار ڈالے گئے۔

دارالخلافت قرطبہ میں اس وقت المنصور کا طوطی بولتا تھا۔ خلافت و نشان تو ہشام کا تھا اور
خلافت کا [illegible] خلیفہ کو تو اتنی [illegible] نہ تھی [illegible] محل میں [illegible] کرتا [illegible]
سمجھتا اور [illegible] کرتا۔ [illegible]
[illegible] تیسری [illegible] خلافت [illegible]
[illegible] المنصور کو [illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible] غالب کو [illegible]
[illegible] ہونے [illegible] سمجھتے تھے اور [illegible]
[illegible] سلطنت میں [illegible] ایک غالب تھا جو [illegible]
[illegible] ایک ایسی چیز ہے جس کو ہر شخص [illegible]
[illegible] استقلال اور [illegible] سے [illegible] تدبیر [illegible] جانے [illegible]
[illegible] مضبوط ہوتا تھا۔ [illegible] نہایت [illegible]
[illegible] اور [illegible] سے اس کو [illegible] ختم کر کے [illegible]
[illegible] طرح مضبوط رہتا تھا چنانچہ ایک [illegible] کا ذکر ہے کہ وہ [illegible]
[illegible] سلطنت پر بحث کر رہا تھا۔ اثنائے بحث میں [illegible] کے جلنے کی [illegible]
[illegible] تمام ایوان میں [illegible] حاضرین کو [illegible] دریافت کرنے پر [illegible]
[illegible] سے المنصور کی ٹانگ پر داغ لگایا جاتا تھا۔ المنصور [illegible]
[illegible] سے [illegible] میں [illegible] اور درد و تکلیف [illegible] تھا ایسے [illegible] کے سامنے [illegible]
[illegible] سکتی ہے کہ وہ [illegible] غالب ہی [illegible] کے لئے [illegible]
دانائی اور دور اندیشی سے شروع ہوتی تھیں [illegible] ایک فولادی [illegible] کے نام [illegible]

Marfat.com

چھین لی جاتی تھیں۔ اور اگر کبھی وہ دیکھتا کہ مقصد پیش معمول سے زیادہ قوت طلب ہے اور بلا ایسی تدابیر کے حاصل نہیں ہو سکتا جن کا فوری اثر پبلک کی ناخوشنودی ہے تو اس صورت میں اس کو پبلک کی رضا جوئی کے ڈھنگ خوب یاد تھے۔ چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ چند سرغنہ سرداروں کی مخالفت کس طرح منصوبۂ قتل کی حد کو پہنچی۔ اور افشائے راز ہونے پر کیونکر سزائے موت پر ختم ہوئی۔ اس واقعہ سے المنصور کو خواہ مخواہ نتیجہ نکالنا پڑا کہ فقہا اور اہل دربار دونوں فریقوں میں اُس کے خون کے پیاسے موجود ہیں جس قدر جلد ہو سکے ان کی دلجوئی اور رضامندی حاصل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ قرطبہ کے مجتہدین اور علمائے شریعت کی ایک مجلس منعقد کر کے اُس نے ان کتابوں کی ایک فہرست مرتب کرائی جو خدا اصول کو مستحکم اور مذہبی عقائد کو متزلزل کرنے والی سمجھی جاتی تھیں ؛

اسپین کے مسلمان اپنی پکی دینداری اور زہد خشک میں مشہور تھے اور فلسفیوں کی بے طرح خبر لیتے تھے تو ٹھیک جس طرح رومن کیتھولک کے یہاں "اکسپرگے ٹوریس" یعنی "کتب خانہ ملعونہ کی ایک فہرست" بنائی گئی ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی بالاتفاق اس فہرست پیش کردہ کو تسلیم کیا۔ اور دوسرے دن اس حد شرعی میں آئی ہوئی تمام کتابیں سربازار جلا دی گئیں۔ حالانکہ المنصور اپنی ذات سے نہایت آزاد منش اور فلسفیانہ خیال کا پورا حامی تھا۔ اس آسان اور مختصر تدبیر سے اُس نے اپنے آپ کو دامنِ مذہب ثابت کر کے فقہا کو ایسا تسخیر کیا کہ پھر کسی عالم یا مجتہد نے اُس کے خلاف دم نہ مارا ؛

جس شخص کو وقت پر ایسی کارگر تدبیریں سوجھیں۔ اُس کو ایک جنرل غالب کو اکھاڑ پھینکنے میں کیا دقت پیش آ سکتی ہے۔ چنانچہ پبلک کی مخالفت سے اطمینان کرنے کے بعد المنصور نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور افواج شاہی کی اصلاح کر لی۔ اور اس تدبیر سے وہ تمام اختیارات جو پہلے متعدد افسران ماتحت یعنی کپتان، میجر اور کرنل وغیرہ کو حاصل تھے براہ راست اپنے ہاتھ میں لیکر سپہ سالار کا زور گھٹا دیا کام اگرچہ مشکل اور دقت طلب تھا۔ مگر جلد کامیابی اس لئے ہوئی کہ المنصور نے نئی فوج بربر اور افریقہ کے اور حصص نیز اسپین کے شمالی صوبوں سے جن میں مسیحی آباد تھے بھرتی کی۔ چونکہ یہ اجنبی اور نووارد لوگ تھے کسی خاص فریق یا گروہ کے ساتھ خصوصیت سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ مزید براں یہاں آکر جب انہوں نے اپنے محسن "المنصور" کے داد و دہش حسن سلوک۔ قدرشناسی اور مذاق فن رزم کو دیکھا تو خواہ مخواہ بھی اسی کا دم بھرنے لگے۔ المنصور پکا فوجی افسر اور نہایت سخت گیر کمانڈر تھا۔ اور مشہور ہے کہ اگر تیاری کے وقت جبکہ سپاہی وردی پہنے ہوتا تھا۔ اُس کی تلوار ذرا بھی خلاف قاعدہ نیام سے باہر نکلی ہوتی۔ تو اُسی تلوار سے اُس کا سر اُتار لیتا تھا۔ شائستہ اور باقاعدہ رکھنے میں گو وہ

Marfat.com

فوج کے حق میں مفید تھا لیکن اگر سپاہی جان توڑ کر لڑتے اور عرصۂ جنگ میں ہر طرح کی داد مردانگی دیتے فوجی قواعد کی پوری پابندی کرتے تو اس سے بڑھ کر ان کا حسن [illegible] اور تنسیق [illegible] تھی کہ سپاہی مثل کٹھ پتلی کے اُس کے ہاتھ کے اشاروں کے منتظر رہتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب المنصور عین میدان میں اپنے خیمہ کے اندر بیٹھا لڑائی کی سیر دیکھ رہا تھا تو اس نے اچانک دیکھا کہ [illegible] بدحواس و سراسیمہ بھاگے چلے آتے ہیں اور مسیحی تعاقب میں ہیں یہ دیکھتے ہی وہ تخت سے کود اور خود سر سے پھینک کر مظلوم و مایوس شکل بنا کر زمین پر بیٹھ گیا سپاہیوں نے اپنے سردار کی یہ حالت [illegible] دیکھنا تھا کہ ایک [illegible] ہوئے شیر کی طرح جھپٹے [illegible] سے [illegible] سے ملنے چلے آتے تھے [illegible] جو بچے ان کو [illegible] کی شہر پناہ [illegible] ہیں بھی نہایت سرگرمی سے پیش آتا تھا اور [illegible] جس نے اپنے حریف [illegible] پر [illegible] کامیابی کے ساتھ [illegible] نازک اور معدوم ہونے والی تدبیروں سے اس نے [illegible] نتیجہ خواہی یہ ہوا کہ غالب [illegible] اپنے [illegible] دیا اور مخالف لانے [illegible] ملک الزاب جو [illegible] غالب [illegible] امن کو [illegible] کامیاب [illegible] لیا اسے انتہا [illegible] اور [illegible] خونریزی [illegible] نہیں [illegible] اس کے [illegible] سے [illegible] کو [illegible] کی جرأت نہیں کر سکتے [illegible] پسند [illegible] اس لقب کا پورا مستحق ہے اگرچہ [illegible] شاندار [illegible] اندلس کو جو اقبال و دولت [illegible] عظمت [illegible] کے [illegible] زمانہ میں بھی آئی تھی۔

مورخین [illegible] لکھتے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اپنے [illegible]

اس سے خطا نہ کرنے والی تیز رو اور راک کو اگر تشبیہیں منسوب کی جاتی ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ان کے شبہ سے (عکس)
ہمارا مشبہ موزوں تر ہے۔ باوجودیکہ قرطبہ میں بجز اس کے کہ باہمی بغض و عناد سے مبہوت فرقے اور
مخالف جتھے اور جنگجو گروہ تھے اور کچھ نہ تھا جس سے عوام الناس کا نظام آسائش بلکہ خود سلطنت کا انتظام
ہمیشہ معرض خطر میں رہتا تھا۔ مگر المنصور نے حسن تدبیر سے ان سب کو مغلوب کر لیا وہ رضا اور بانام شہرہ شہکار
رکھتا تھا۔ نو عمر خلیفہ کو اس قدر دست نگر بنا رکھا اور کس مپرسی کی حالت میں دیکھ کر عوام الناس سے اگر
کبھی ناراضی کے آثار ظاہر ہوتے اور حرملکہ وہ جو فریق حرم سرا کی سرغنہ تھی المنصور کی روز
افزوں ترقی سے رشک کرکے یا اس کی تمام سلسلہ کامیابیوں سے اٹھا کے بیگانہ کو اس کے
برخلاف برانگیختہ کرتی تو المنصور مسجد جامع میں شاہی عمارات کا اضافہ کرنا شروع کر دیتا۔ اور اس طرح ان
سب کو خاموش کر دیتا۔ خلیفہ کو نہ صرف بے دست و پا ہی کر دیا تھا۔ بلکہ اس قدر مرعوب کہ جب چاہتا اپنی
ذاتی وجاہت، شخصی تہیات و اقتدار کو زور سے دھمکا لیتا۔ ہر محکمہ گورنمنٹ پر عام اس سے کہ وہ فوجی ہو یا ملکی خود بالاستقلال
نگرانی کرتا۔ قانون ضابطہ کی پابندی میں نہایت سختی کرتا۔ اور باوجود نظم و نسق معاملات فوجی اور ملکی امور اہم
مسلسل مشاغل اور متواتر فرائض کے جن کو وہ اپنا وظائف حیات سمجھتا تھا۔ اس دلیر اور اولوالعزم
شخص نے افریقہ پر کئی مرتبہ فوج کشی کی اور کامیابی حاصل کی اور سلطنت اندلس کو سواحل بحر تک
وسیع کر دیا۔ علاوہ ازیں یہ اس کا ایک معمول تھا کہ سال میں دو دفعہ یعنی گرمی اور جاڑے کے شروع میں
کسٹائل اور لیون کے مسیحیوں پر یلغار کرے۔ علم دوست فرمانرواؤں کی طرح وہ کتاب و تلوار
کو پہلو بہ پہلو رکھتا تھا۔ چنانچہ جس طرف فوج کشی کرتا شعرا اور علما کو ساتھ لیجاتا۔ کبھی کسی جنرل نے آج
تک اس قدر زیادہ اور متواتر فتوح حاصل نہیں کیں۔ جس طرف جاتا تھا۔ اقبال و نصرت ہمرکاب ہوتے
تھے۔ اپنے ان جری اور بہادر سپاہیوں کی مدد سے جو اس نے خود بھرتی کئے تھے۔ نیز بیشتر ان مسیحی
دلاوروں کے زور پر جو بڑی بڑی تنخواہوں اور لوٹ کے یقینی توقع سے اس کے دلدادہ تھے
اس نے شمالی مسیحیوں پر آتش و شمشیر بکف ہو کر فوج کشی کی۔ لیون کو فتح کرکے اس کی لوہا لاٹ فصیلوں
اور سنگین برجوں کو مسمار کیا۔ بارسلونا پر قبضہ کیا۔ اخیر کو گالیشیا بھی نہ بچا۔ اس کو بھی فتح کرکے
سینٹ یا گو کے مشہور اور عظیم الشان گرجا کو جو ہزاروں تارک الدنیا اور خدا پرست مسیحیوں کا ملجا و ماویٰ
اور تمام یورپ کا قبلہ عبادات و کعبہ مرادات سمجھا جاتا تھا۔ بالکل منہدم کر دیا۔ مگر یہ شکر ہے کہ "سینٹ جیمس"
کی درگاہ جہاں بیشمار کرامتوں کا اظہار بزرگ مدفون کا وجود ثابت کرتی تھیں اس طوفان سے بچ گئی
الغرض جب لوگ شہر کو خالی کرکے بھاگ گئے اور "المنصور" مظفر و منصور اس میں داخل ہوا تو اس نے

Marfat.com

سنا کہ سرقہ [illegible] ابراہیم [illegible] میں مشغول ہے المنصور نے آگے بڑھ کر پوچھا
تو بیان کیا کہ [illegible] جواب [illegible] کیا وہ [illegible] المنصور کے دل پر [illegible]
نے بڑا اثر کیا۔ فوراً جان بخشی کی اور حکم دیا کہ [illegible] دونوں کی حفاظت کے لیے [illegible]
قائم کیا جائے [illegible] شہر کی [illegible] تھی اس طرف جرأت نہ کر سکے [illegible]
میں سے کسی کے [illegible] لقب المنصور اختیار کیا اور واقعی [illegible]
اس کی فوج [illegible] معیار پر تھی [illegible]
کے سامنے [illegible] رہتی تھی [illegible] اور گرد کی [illegible]
اور اختیار کیا [illegible] بار سلطان [illegible] اثر [illegible]
[illegible] پہنچی [illegible] گودی [illegible] پر [illegible]
[illegible] معلوم ہوا کہ ریاست [illegible] میں ایک [illegible]
بات [illegible] نہایت ذلیل [illegible] پر [illegible]
[illegible] نے [illegible] پر [illegible] معافی [illegible]

انہی دنوں میں [illegible] اتفاق سے [illegible]
[illegible] اور [illegible] فوج [illegible]
[illegible] ساحت [illegible] اور [illegible] تھا [illegible]
[illegible] تھے مگر [illegible] کے وقت [illegible]
[illegible] تھا [illegible] بات [illegible] جاری [illegible]
اور [illegible] بات [illegible] اور [illegible] سے [illegible]
[illegible] اور سب [illegible] زندگی [illegible]
حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے مگر [illegible] تھے [illegible]
توقع انہوں نے دیکھا کہ [illegible] نہایت [illegible]
[illegible] ہے اور [illegible] کے [illegible]
تفتیش کرنے لگے کہ ان سب [illegible] کا [illegible] کیا ہے [illegible]
جواب بیان کیا [illegible] کتاب [illegible]
دوسرا [illegible] ہونے والا ہے [illegible] اور [illegible] ایک [illegible]

Marfat.com

یہیں ٹھہر کر آرام کریں تا یہ سُن کر مسیحیوں کے ہوش اُڑ گئے اور سمجھے کہ ایسا نہ ہو کہیں سلطان ان میدانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنا مسقط الراس بنا بیٹھیں چنانچہ اس خوف سے مسیحیوں نے وہ محفوظ مقام چھوڑ کر دشمنوں کو بیخوف گذر جانے کے لئے نہ صرف رستہ ہی دیا۔ بلکہ مال غنیمت لیجانے کے لئے باربرداری کا بندوبست بھی کر دیا مثل ہے کہ "گنوار گنا نہ دے اور بھیلی دے" +

المنصور اگرچہ انسانی حملوں کی دسترس سے باہر تھا لیکن پنجۂ قضا سے وہ کیا کوئی نہیں بچ سکتا۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت۔ کسٹائل پر آخری کامیاب فوجکشی کے بعد دفعۃً بیمار ہوا اور بمقام "مدینا سلی" بار عظمت سے ہمیشہ کے لئے سبکدوش ہو گیا +

مسیحیوں کو اس مرگ ناگہانی سے جس قدر مسرت ہوئی اس کا اندازہ مرحوم کی شمالی۔ یا سپینول پر تُرکتازیوں کے حالات پڑھنے سے خوب ہو سکتا ہے کون ہے جو اپنے مہیب و فتحمند دشمن کی موت سے خوش نہیں ہوتا چنانچہ ایک راہب جوشِ مسرت میں فرماتے ہیں۔ کہ "المنصور سنہ ۱۰۰۲ء میں مرکر فی النار ہوا"[1] +

---

[1] واہ کیا مردانگی ہے۔ جیتے جی تو سینٹ جیمس جیسی درگاہوں میں جان چھپاتے پھرے۔ اور موت پر جو قابل رحم بات ہے۔ دل کے جلے پھپولے توڑنے لگے +

Marfat.com

دسواں باب

اہلِ یورپ اور اُن کا ستارۂ اقبال

اگر کسی ملک کی حکومت مضبوط اصول پر مبنی ہے تو سلطان الوقت (یا صدرِ ریاست) کی شخصیت [illegible] علیحدگی شاذ و نادر ہی اس میں طوائف الملوکی پیدا کر سکتی ہے جو لوگ جمہوری طرزِ حکومت کو بہترین اصولِ سلطنت مانتے ہیں۔ اُن کی بڑی دلیل یہی ہے جو ہرگز رد نہیں ہو سکتی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی قوم یا ملک کو شخصی حکومت کے ایک انسان کا تابع رکھیں تو ممکن ہے کہ وہ خود بھی معدوم یا کمزور ہو جائے اور پھر لازمی ہے کہ اس کے تابعین و ترقی یا بعض مثل اجزائے منتشرہ کے منتشر ہو جائیں۔ پس اگر غور سے دیکھیں تو یہ بات بڑی صداقت کا مظہر معلوم ہوتی ہے اور اس کا دارومدار اکثر کسی قوم یا فرقہ کے خاص عام خصائل پر منحصر ہے بعض قومیں شخصی حکومت کے لئے طبعاً ناقابل ہوتی ہیں (مثلاً عرب) بعض آزادی پسند ہیں۔ دوسرا [illegible] کے علاوہ [illegible] ان کو [illegible] ہی نہیں۔ ہم نے اب تک کبھی نہیں سنا دیکھا کہ ایسی قوم نے شخصی حکومت سے [illegible] کر کے لطفِ زندگی اٹھایا ہو۔

مثلاً اندلس جو کسی عرصہ سے اپنے [illegible] والوں سے علیحدہ ہو گیا [illegible] اس کے حکمران خود مختار ہونے میں تو ساتھ ہی [illegible] سلطنت بھی کر [illegible] [illegible] ختم کیا [illegible] اور سب [illegible] لیکن [illegible] [illegible] سے [illegible]

چونکہ اندلس میں ایسے [illegible] [illegible]

باہمی بغض وعناد اور کبھی ختم نہ ہونے والی عداوتوں کے حالات پڑھ کر نتائج نکالے ہونگے تو ہم امید کرتے ہیں کہ اندلس کے حالات پڑھ کر ان کو تعجب ہوگا۔ دنیا میں صرف عرب ہی ایسی قوم نہ تھی جو مختلف قوموں اور مختلف فرقوں اور ملتوں پر اس طرح اطمینان سے حکومت نہ کر سکی کہ گویا وہ سب ایک کنبہ قبیلہ کے ممبر، ایک مذہب کے پیرو اور ایک ہی قوم کے افراد تھے۔

اندلس کے تاریخانہ واقعات کے پیرایہ ہیں جو کچھ ہم نے اب تک قلمبند کیا ہے وہ اس مدوجزر حکومت اور انقلاب سلطنت کا ایک مجموعہ محض ہے جو ملک میں وقتاً فوقتاً واقع ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ شروع میں ناظرین نے دیکھا کہ بہادران عرب نے جن کی گھٹی میں بہادری پڑی تھی۔ کس طرح اسپین پر حملہ کیا اور پھر خلاف توقع کیونکر بے غل وغش فتح کر لیا۔ یہ فتوح ابھی پوری طرح ختم نہ ہوئی تھیں کہ فاتحوں میں باہمی رشک وحسد کی آگ بھڑک اٹھی اور گمان غالب تھا کہ اس عرق ریزی اور جانفشانی سے حاصل کی ہوئی حکومت کے حق میں برق خرمن سوز ہو جائے۔ مگر حسن اتفاق سے وہ دانشمند امیر ایک شخص سلطنت کے اسٹیج پر نکل آیا۔ جو گویا طبعاً جہانداری کے لئے موزوں تھا۔ وہ [illegible] عبدالرحمٰن اول جس کی تدابیر اور عمدہ حکمت عملی سے اندلس بظاہر پھر ایک سلطنت متحد [illegible] کا دستور تھا کہ جب بادشاہ کا نام لیتے تو پاس ادب سے کہتے "خلدک اللہ" یعنی [illegible] بادشاہ خدا تجھ کو ہمیشہ سلامت رکھے" ایک اجنبی شخص یہ سن کر [illegible] کے بس آجاتے [illegible] دعائیہ فقرہ کا ایجاد [illegible] گویا [illegible] ہے [illegible] بادشاہ [illegible] ایک [illegible] ہو چکا ہے۔ مگر افسوس اندلس کا [illegible] [illegible] فارس کی طرح [illegible] [illegible] کی مضبوط قوت [illegible] [illegible] طوائف الملوکی [illegible] [illegible] [illegible] خلیفہ اعظم نے مسند آرائے خلافت ہوتے ہی تمام [illegible] [illegible] اور سرکش [illegible] پامال [illegible] اندلس ایک حقیقی بہشت بنا [illegible] جس میں ہر طرف امن وامان اور [illegible] عبدالرحمٰن ثالث ہی بانی بانسبہ ہوتا اور وفات نہ ہوتا تو اندلس کی روز افزوں ترقی۔ اس کا اقبال و دولتمندی آج تک زمانہ کے دامن شفقت میں محفوظ

رہتے اور ہم کبھی سُنتے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کو سخت اذیتیں [illegible]
جھیلنا پڑیں۔ لیکن افسوس اس قسم کی خواب نما حالتیں جیسی کہ اندلس کو ان دو مبارک [illegible]
حاصل ہوئیں۔ پریشان خوابیاں تھیں جنکی تعبیر بجز پریشانی کے کچھ نہ تھی۔ عبدالرحمن ثالث نے
بھی سفرِ آخرت کا تہیہ کیا اور ہمیشہ کے لئے کوچ کر گیا۔ یہاں تک بھی کچھ زیادہ افسوس نہ تھا۔ کیونکہ مرحوم
نے سلطنت کو بالکل بے پشت نہیں چھوڑا۔ پہلے ملک کو دو بادشاہوں نے دو مرتبہ باری باری طوفان
نوح سے بچا [illegible] اللہ کا شیرازہ بکھرنے سے بچایا
المنصور جیسا [illegible]
[illegible] تھا۔ اس میں فطرتی طور سے اس قسم کی [illegible] کہ اپنی سطوت و [illegible]
اپنے اختیار و اقتدار کا سکہ اندلس کے [illegible] باشندوں کے دل پر [illegible] مانا کہ اس میں عیب
بھی تھے لیکن وہ انسان تھا اور انسان عیب نقص سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے مرحوم آقا کی
[illegible] کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اندلس کو فی الحقیقت فردوس بریں
[illegible]
[illegible]

انتہی تھی کبھی کبھی اس وجہ سے فرو بھی ہو جاتی تھی کہ اس جہان آشوب تیرگی میں حسبِ خاندانیت کو کچھ پتہ نہ ملتا تھا۔ گویا باہمہ شخصی اختلافات۔ قومی یا مذہبی مخالفت کچھ کم شدومد پر نہ تھے اور اندلس کو نیک خیال راہب کی دعا کے بموجب استعارۃً المنصور کا مدفن یعنی "طبقۂ زمہریر" بناتے تھے ؛

المنصور کی وفات سے چھ برس تک اُس کے فرزند و جانشین "مظفر" نے اتفاق اور امن کا سلسلہ قائم رکھا۔ مگر یہ مختصر سا زمانہ جلد گذرنے پر پھر ایک طوفان بے تمیزی شروع ہوا جس میں متلاشی معاش۔ پراگندہ روزی لوگ جو قسمت آزمائی کرتے پھرتے تھے ایک دوسرے کے حریف اور مخالف خاندان۔ چھوٹے دعویدار مسند خلافت۔ غرضکہ ایک ہجوم تھا جو قرطبہ کو چاروں طرف سے گھیرے تھا ناموس یا شہزادگانِ ہسپین جو فی الجملہ اندلس کی مردم شماری کا جزو کثیر تھے بادشاہی کے طرفدار اور شاہی خاندان کی حکومت کے آرزو مند تھے اور ہمیشہ بنو امیہ کی مٹی ہوئی شوکت کی یاد میں محو رہتے تھے۔ وزیر اعظم کی حکومت کو وہ کیسی ہی امن و انصاف کی حکومت کیوں نہ ہو اُن کے نزدیک گورنمنٹ کے مفہوم کو پورا کرنے کے لئے کافی نہ تھی۔ اس لئے لازم تھا کہ خلیفہ بنفس نفیس عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کچھ تو اس لئے اور کچھ اس لئے کہ وزیر اعظم کے دوسرے بیٹے نے "مظفر" کی وفات پر نہایت بے تمیزی سے حکومت کا منصب اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور اپنا استحقاق جتلایا جس سے عوام الناس نہایت برہم و برانگیختہ ہوئے خاندان امویہ کے طرفدار اہل ہسپین نے جو مرید خلافت تھے۔ وزیر اعظم کے خاندان کی سخت مخالفت کی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ کسی طرح ہشام بذاتِ خود فرائض خلافت ادا کرے ؛

ہشام کی یہ کیفیت تھی کہ بیچارہ تیس برس سے حرم سرا کی چار دیواری میں نظر بند تھا۔ خاندان کے خدمتگاروں کو دربار اور پریزادوں کے جُھرمٹ کو اہل دربار سمجھتا تھا۔ اس تازہ مصیبت پر چونکا۔ ہر چند اُس نے انکار کیا کہ اُس سے ناممکنات کو ممکنات کرنے کی توقع نہ رکھیں۔ مگر کون سنتا تھا۔ اس انکار پر بھی بار خلافت اُس کے سر پر رکھ ہی دیا۔ آخر جب کچھ عرصہ بعد ہر شخص کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ خلیفہ بجائے "ظل اللہ" "ظل السلطان" محض ہے تو ناچار اُس کو معزول کر کے اُسی خاندان کے ایک اور شہزادہ کو مسند نشین کیا ؛

اندلس میں بنو امیہ کی حکومت کا یہ آخری دور دورہ تھا۔ کیونکہ اُس کے بعد بیس برس کامل مسند خلافت ایک بازیگاہ بنا رہا خلیفہ گویا ایک زائرین کی حیثیت سے باری باری آتے تھے اور جان یا حرمت نذر کر جاتے تھے کبھی اہل قرطبہ اپنے کسی اور کو لے آتے تھے کبھی بربر اپنی کسی کٹھ پتلی کو لا بٹھاتے تھے کبھی اہل بربر اپنا کوئی امیدوار ڈھونڈ نکالتے تھے اور کبھی اہل سیول

پہلے کسی [illegible] غرضکہ خلیفہ کسی [illegible] [illegible] اور خلیفہ شاہ شطرنج [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہشام ثالث [illegible]

[illegible]

[illegible] ہشام ثالث [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہشام [illegible] [illegible]

ہوا کہ پھر کبھی کسی کو اُس کا پتہ نہ ملا ۔

غرض یہ کہ حالت اس وقت نہایت خوفناک اور رحم و افسوس کے قابل تھی مورخ [illegible] بربر باری باری اُن کو اپنی بساط شطرنج کا شاہ بناتے تھے اور تھوڑی ہی چالوں سے ایک دوسرے کو شکست و مات دیتے تھے۔ چنانچہ ہشام ثالث کی معزولی کے وقت جو عبرت انگیز واقعات پیش آئے اُن سے اس امر کی خوب تصدیق ہوتی ہے۔ عاید شہر قرطبہ [illegible] کے حکم کے موجب اس وقت [illegible]

اور حرمِ خلیفہ کو مع کسں کو۔ ایک قبہ تنگ تاریک میں جو مسجدِ جامع سے ملحق تھا قید کردیا۔ اس تنگ و تیرہ و تار کوٹھری کے اندر ایسے وقت اور موسم میں جبکہ شدتِ برودت سے جسم میں خون جما جاتا تھا اور ظلمت و عفونت سے دم گھٹا جاتا تھا۔ بدنصیب خلیفۂ عالم یاس و بےکسی میں اپنی اکلوتی شیرخوار بچی کو سینہ سے لگائے مضطرب بیٹھا تھا۔ بیگمات شکستہ حال و شوریدہ سر جاڑے کی شدت سے کانپتی ہوئیں اس کے گرد ایک ماتمی حلقہ باندھے تھیں اور اس تازہ مصیبت پر زار و قطار روتی تھیں۔ کئی گھنٹے گذر گئے تھے کہ ان کو آب و دانہ نصیب نہ ہوا تھا کیونکہ ظالم و بےرحم محافظوں نے ان کی خبر بھی نہ لی تھی۔ زندان اور زندانیاں زندہ درگور کی یہ حالت تھی کہ کونسل کے فیصلہ کے موجب جو "خلیفۃ اللہ" کی قسمت کا فیصلہ کرتے خود بخود جمع ہو گئی تھی حضراتِ شیخ (عہدہ دار جو قیدیوں کو موت کا حکم سنانے آتے تھے) نوید موت سنانے آپہنچے۔ مگر خلیفہ جو اس وقت جذبۂ مہر پدری سے از خود رفتہ اور ہمہ تن اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح بےزبان بچی کو بھینچ دبا کر گرمی پہنچائے۔ اس نے اس نوید جانستان کو کچھ زیادہ التفات سے نہ سنا اور صرف یہ جواب دیا کہ "ہاں ہاں مجھے منظور ہے جو کچھ انہوں نے فیصلہ کیا ہے مجھے منظور ہے لیکن خدا کے لئے آپ کھانے پینے کا بندوبست کر دیجئے۔ یہ ننھی سی بچی بھوک سے ہلاک ہوئی جاتی ہے۔" اس مستمندانہ درخواست پر شیخ بےتاب ہو گئے۔ کیونکہ قید سے یہ مقصود نہ تھا کہ اس قدر وحشیانہ ظلم اور بےرحمی کی جائے۔ چنانچہ کھانا مہیا کرنے کے بعد انہوں نے بصد دست بستہ عرض کی۔ کہ "قبلۂ عالم! کونسل نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کل صبحدم فلاں فلاں قلعہ میں قید کئے جائیں"۔ لیکن خلیفہ نے پھر ویسا ہی جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ یونہی سہی۔ مگر عنداللہ ایک اور مہربانی کیجئے۔ یہاں روشنی کا بندوبست کر دیجئے۔ کیونکہ اس تنگ و بھیانک جگہ میں تاریکی سے رونگٹے کھڑے ہوئے جاتے ہیں۔ العظمت للہ مسلمانوں کا دینی اور دنیوی پیشوا خلیفۃ اللہ امیر المؤمنین۔ ایک طرفۃ العین میں اس حالت کو پہنچ جائے کہ بایحتاج زندگی حاصل کرنے کے لئے اس کو اپنے کمترین خدام کو ادب سے عاجزانہ اور مستمندانہ درخواستیں کرنا پڑیں لہ

ے

جنہیں کھانے کو زیب صاحبانِ گوہرِ عالی
صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابرِ نیسانی

اس قسم کے وحشت انگیز اور عبرت خیز سانحے قرطبہ میں اب کچھ نئے اور انوکھے نہ تھے۔ بلکہ مدام و

لہ مورخ صاحب کی دلی ہمدردی جو انہوں نے اس ولولہ انگیز زبان میں ظاہر کی ہے بے انتہا شکریہ کی مستحق ہے۔ مگر یہ تشکر اس پیرایہ میں ادا کیا جائے تو نہایت موزوں ہے کہ چار سو برس مظلوم پالیمنٹ قتیل قوم کی خانماں بربادی۔ جلاوطنی۔ بےحرمتی۔ اور بالآخر کو مصائب ظلم ہونے پر اس سے بھی زیادہ ولولہ انگیز اور موثر زبان میں نوحہ خوانی کی جائے۔

متواتر ہوتے رہتے تھے۔ ہر انقلاب۔ ہر عزل و نصب تازہ تر آفتیں لاتا تھا۔ قرطبہ جس طرح تعداد میں بڑھتے جاتے تھے اُسی طرح خودسری اور آزادی کے خیال میں بھی ترقی و استحکام حاصل کرتے جاتے تھے۔ قاعدہ ہے کہ جس ملک یا قوم میں تجارت کو بے انتہا ترقی ہو صنعت و دستکاری عموماً قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جائے۔ ہر شخص محنت و مشقت کا شائق ہو۔ وہاں زیادہ تر اہل حرفہ و صناعوں میں ہوگا اور نتیجۃً خود مختاری اور آزادی کا خیال ہر کہ و مہ کی دلی آرزو ہوگا۔ چنانچہ جب اس قرطبہ نے دربار اعظم کے خاندان کو اکھاڑ پھینکا۔ اور میدان صاف پایا تو ایک گروہ سرکش بنکر جس نے ... خلاف متعدد مجمعوں پر منقسم ہو گیا اور لوٹ مار شروع کر دی۔ المنصور نے جو قصر عالیشان ... نیز ملازمین گورنمنٹ کی بود و باش کے لیے بنایا تھا اُس کو بالکل تاخت و تاراج کر کے آگ لگا دی۔ چار روز مسلسل لوٹ مار قتل عام اور آتشزدگی کا بازار ہر طرف گرم رہا۔ اور قرطبہ ایک وحشتناک سفاکی و قتل کا نمونہ بنگیا۔ یہ گروہ جب اپنی ہوسیں پوری کر چکا۔ تو اہل بربر کی باری آئی۔ قرطبہ اگر سلطانی محافظین نامقبول درود نام گروہ صقلبیہ کے پنجہ سے چھوٹا۔ تو بیرحم بربریوں کے پنجۂ قضا میں گرفتار ہوا۔ ان ظالموں نے اُس کی رہی سہی شان و عظمت کو خاک میں ملایا۔ جس طرف اُن کے قدم جاتے تھے قتل عام۔ تاخت و تاراج۔ اور آتش و شمشیر ساتھ لیجاتے تھے اور تباہی۔ بربادی۔ ویرانے کے سوا کچھ نہ چھوڑتے تھے۔ بڑے بڑے عالیشان قصر۔ خوبصورت محل۔ شاندار عمارتیں سب سالہا سال کے لوٹ مار اور آخرکار آگ کے نذر ہوتی تھیں۔ اس طوفان بے تمیزی میں مدینۃ الزاہرہ کی نسبت ... وہ مدینۃ الزاہرہ جو خلیفہ الناصر کا بنایا ہوا ... اس کا کچھ ... رہا ... بچا ... تھا ... اس پر بھی قبضہ کر کے لوٹ لیا اور آگ لگا دی اور اس عدیم المثال ... اور اعلےٰ درجہ کی صنعت کے نمونوں کو جو دو والی العزم سلاطین نے سخت محنت اور بے حد بالغ سے فراہم کئے تھے جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس کے ساکنین یہاں سے بھاگ کر مسجد جامع میں پناہ گزین ہوئے۔ مگر اہل بربر جن کو نہ خوف خدا تھا نہ رحم کرنا جانتے تھے۔ مردوں۔ عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو خانہ خدا ہی میں اس قدر قتل کیا کہ تمام مسجد وہاں خون سے سرخ ہو گئی ۔

یہ واقعہ ۴۰۱ھ کا ہے قرطبہ کی جب یہ حالت تھی ... اور ... وحشی درندوں کے ... چاروں طرف سے چھاپے مارتے تھے۔ ... نہایت تیزی سے ... عمل میں آ رہے تھے۔ خلیفہ پر خلیفہ مسند نشین ہوتا تھا جس کو ... خلافت عطا ہوتا تھا اور کبھی ... اور جب ان سے تسلی ہوتی تو قوت کونسل (مجلس امراء و قرطبہ) کو اختیار عزت بخشی باقی تھی۔ قرطبہ

Marfat.com

جب "قلبِ اندلس" کی یہ حالت تھی تو معالیق قلب یعنی صوبجات ملحقہ یوں تو یا اپنے مرکز سے تعلقات قطع کرتے جاتے تھے۔ بلکہ کرچکے تھے۔ المنصور نے تا صد و دالفاق پیدا کرنے کے لئے جو قابل قدر اصول قائم کئے تھے وہ اس قدر جلد نسیاً منسیاً ہوئے کہ صرف آٹھ برس میں ہر شہر نقیب اور ہر قبیلہ خود مختار بن بیٹھا۔ مگر خاص اسپین کے باشندے اس انقلاب طوائف الملوکی سے بہرہ مند نہ ہوسکے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ بیرونی لوگ اُن کے لخت دل و جگر کس بیباکی سے آپس میں تقسیم کررہے ہیں۔ مگر وہ دم بخود تھے اور کچھ نہ کرسکتے تھے۔ سرداران بربر جنوبی اضلاع پر قابض ہو بیٹھے سلیو نے مشرقی صوبے دبالئے جو بچا اُس پر اُن چند نو دولتی یا ہسپانوی خاندانوں نے تسلط کرلیا۔ جو خوش قسمتی سے خلیفہ اعظم اور وزیر اعظم کی اولوالعزمیوں سے بچکر اِدھر اُدھر جان چھپا بیٹھے تھے۔ اندلس کے دو نہایت مشہور شہروں یعنی قرطبہ اور سیوائل نے جمہوری حکومتیں قائم کرلیں مگر صرف برائے نام۔ کیونکہ قرطبہ کے حکمران "مجلس اول" عملی طور سے بالکل بادشاہی کے مشابہ تھے۔ خلاصہ یہ کہ گیارھویں صدی کے آدھے ہونے تک قریباً بیس خاندان ہر ایک علیحدہ علیحدہ شہروں میں بجائے خود مختار بن بیٹھے ان میں سے سیوائل کا خاندان "عبادیہ" ملاگا اور الجیرس کا خاندان "حمود" غرناطہ کا خاندان "زیری"۔ زراگوزا کا خاندان "بنو ہود" طلیطلہ میں خاندان "ذوالنون"۔ اسی طرح ولنشیا۔ مرسیا۔ المیریا کے خاندان نہایت جلیل القدر اور مشہور تھے۔ گو ان میں بعض کا طرز حکومت نہایت شائستہ اور منصفانہ بھی تھا۔ مگر بیشتر سخت گیر اور ظالم تھے۔ لیکن تعجب ہے کہ با ایں ہمہ اعلیٰ درجہ کے نذر پیشہ علم دوست شعر و سخن کے سچے قدردان ہونے سے ایک بھی خالی نہ تھا۔ اُن کے دربار علماء، فضلاء، ادباء و شعراء کا ملجا و ماوےٰ تھا۔ ان میں شہزادہ معتمد جو سیوائل کا حاکم تھا۔ نہایت سخن شناس قدر دان اور بہمہ صفات موصوف شہزادہ تھا۔ مگر تاہم اُس نے ایک ایسا باغ بنایا تھا جس میں بجائے پھولوں کے اپنے دشمنوں کے سر لگائے تھے۔ ملک کی حالت فی الجملہ ابتر تھی۔ ہر طرف بدنظمی۔ تشدد۔ تہدید۔ ظلم و سختی کے وحشتناک سین دکھائی دیتے تھے۔ اور اُس مخدوش پرخطر زمانہ کی یاد دلاتے تھے۔ جو عبدالرحمٰن ثالث کے مسند آرائے خلافت ہونے کے وقت تھا۔ اگرچہ اس لحاظ سے کہ اس زمانہ میں کوئی خود مختار مسیحی شہزادہ مثل ابن حفصون نہ تھا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ حالت اُس حالت سے بالکل مشابہ نہ تھی۔ مگر تمام ملک میں بالکل طوائف الملوکی پھیل جانے اور چراغ سلطنت گل ہونے کا خوف اُس حالت سے بھی کچھ بڑھ کر تھا +

ادھر مسیحیوں نے جب ملک کی حالت دیکھی تو کچھ جنبش شروع کی اور اس بیش بہا موقع سے

Marfat.com

Marfat.com

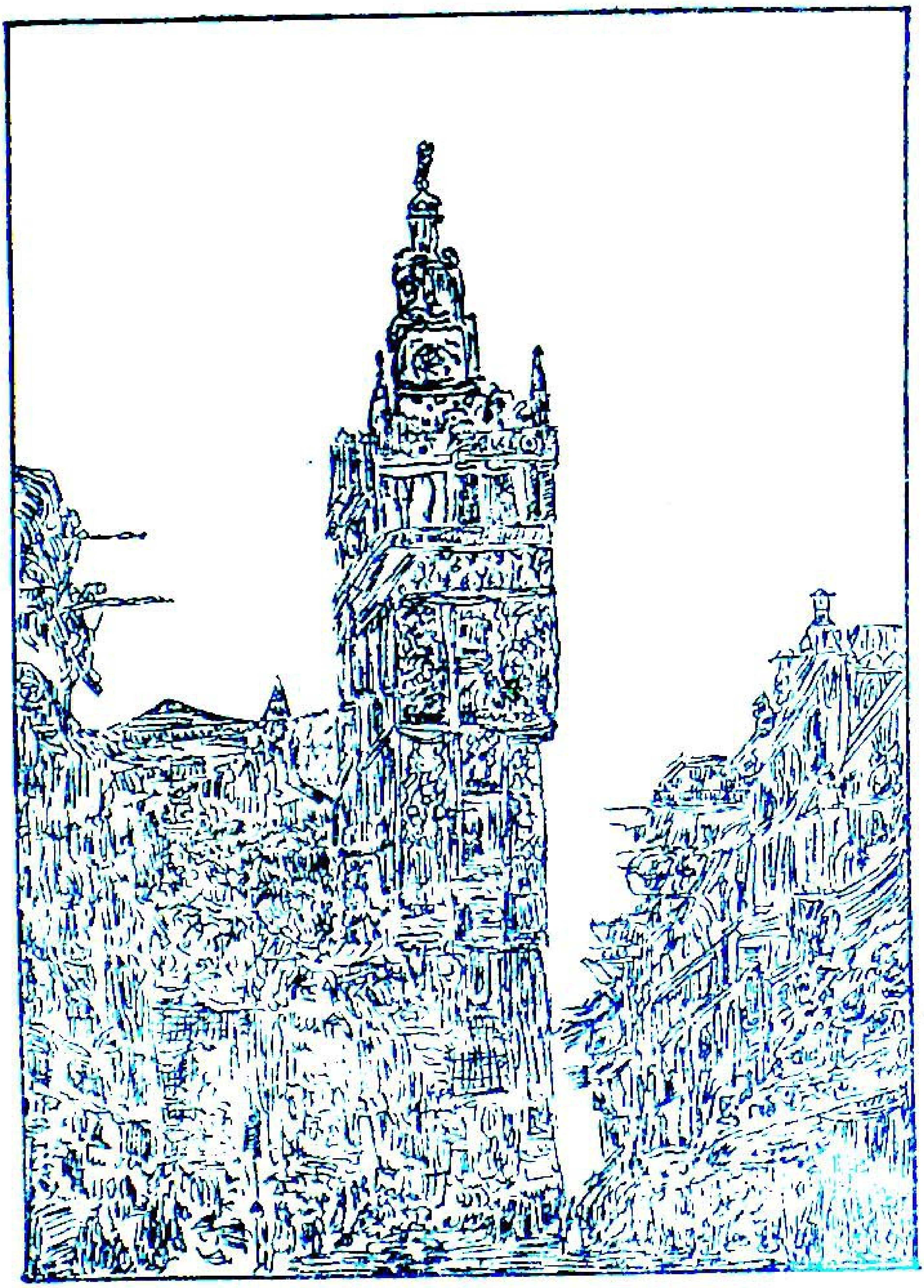

گرجا واقعہ سیوائیل

Marfat.com

طریق جس نے اختیار کیا اس نے المنصور کو نتیجہ دیا یعنی اُن شمالی ریاستوں کو جن کے آپس میں جھگڑا
تھا وہ خوب جانتا تھا کہ ایسے موقعوں پر کس قسم کی تدابیر سود مند ہوتی ہیں چنانچہ مسلمانان ہسپانیہ
کو اس نے ایک دوسرے کے برخلاف اکسا اکسا کر فتح کیا اور خود بالکل خاموش رہا۔ اس سے علاوہ
جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے حسد اور عداوت سے بڑھ کر بڑے بڑے خونی معرکوں میں جا پھنستے
ان کوتاہ اندیش اور دشمن جان لوگوں کو دوستی سے یہ غرض تھی کہ اگر وہ کہ باہمی خصومت میں
گھٹتے یا بڑھتے رہیں۔ کسی حریف ہمسایہ کی قوت کو بڑھتا دیکھتے تو بے سوچے سمجھے اس کی تخریب
کرنے والی تدبیروں میں بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ بلکہ اکثر المنصور کی منت خوشامد کرتے
اور نہایت ناموزوں طریقوں سے اس سے امداد کرتے تھے تو ان میں سے اللہ والی شان سے معاونت
کچھ اس سے کہ اہل کسٹائل نے تدبیروں کے ذریعہ تمام ملک پر بڑھ کر قبضہ کر لینے کی کوشش کرتا
شروع کر دی تھیں جس سے مسلمانوں کو ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ غرضکہ جب ریاستہائے اندلس باہمی
معرکے جنگ کسٹائل کے دست نگر اور بالآخر تھیں شاہ کسٹائل نے حکمت عملی اور دانشمندی سے
ان تعلقات کو محفوظ بھی رکھا تھا اور ساتھ ہی ہر سال خراج بھی بڑھتا جاتا تھا۔ جو بادی النظر
میں تو ان دوستانہ تعلقات کی ضد تھی۔ مگر حقیقت میں ایسا نہ تھا المہم عظیم (فتح ریاستہائے
اندلس) کے معاون تھے جو ابن ابی عامر المنصور وہی تھا۔ کیونکہ شاہان عیسائی اس قدر نقلی
ثابت تھے کہ روزمرہ زندگی کی ضروریات بمشکل پورا کرتے تھے چونکہ ایک جنگ عظیم کے مصارف
سہی جانتے ہیں المنصور کا اقبال بلند کر دیں

"توکل راز بے آشتہ بہ بند"

اگر کچھ بھروسہ ہوسکتا تھا تو انہی سے اور ان دوستوں پر جو اس کے ساتھ

عداوت نہاں دوستی آشکارا — غرض نہ تو اقبال غرض کے مدارا

ہے بے خبر آپ ہی اپنی فکر کرتے ہیں تھے۔ مگر یاد رکھئے کہ خوش بخت ہمیشہ آزمندانہ رہتے ہیں۔ کہ
اقبالمندوں کو نعمت و جاہ کو کسی طرح زوال آوے۔ چونکہ وقت نازک زوال اقبال کے اندیشے
ہوتے ہیں اس واسطے ہمیشہ فکر کو وہ سب کی تدبیریں ڈھونڈا کرتے ہیں اور ان کے غیب کی تدبیریں
منافقت اور دوستانہ دشمنی کے ڈھونڈ حصول مطلب کے ایسے طریقے ہیں جو بڑے ہی طرح ہمیشہ
خطرناک اور اکثر کو منہ دکھاتے ہیں۔ وہ اپنا کچھ بھی ہو اور بازی گئی۔ آخر الغرض ملامت ابھی کی ایک
صدہ ورہی تھی مکار لوگ بیاں بھی کبھی شیروں کو اپنے دام میں پھنسا لیتی ہیں اور بات دلیل

قوت اور بہادری جو شیروں کی صفات خانہ زاد ہیں۔ ان تدبیروں سے سُست و مضمحل ہو سکتے ہیں کہ معدوم ممکن ہے کہ فریب سے واقف ہو کر اپنی شہ زوری سے حال کو تار تار کر دیں۔

مانا کہ اُندلس کے شہزادے باہمی بغض و عناد کے سوزِ نہاں سے سُلگنا شروع ہو گئے تھے۔ مانا کہ رشک کے جوش اور باہمی امتیاز و فضیلت کے مجنونانہ شوق نے اُن کو مبہوت و از خود رفتہ بنا رکھا تھا۔ حسد او رنفاق جو دنیا کی ہزاروں جلیل القدر اولوالعزم قوموں کو خاک میں ملا چکا ہے۔ اُن کے قومی شجر کی جڑ میں کیڑا بن کر لگ چکا تھا۔ لیکن ہنوز ایسی حالت نہ تھی کہ ؏

صائب کنوں کہ درد بدرماں نماندہ است

کہا جائے۔ ہر چیز کا انتہائے کمال اُس کے ابتدائی زوال کا ہیولا ہے جسکو انسان کی محدود آنکھ متمیز نہیں کر سکتی۔ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ زندگی کا ابتدائی زوال کس قدر نامعلوم ہوتا ہے۔ انسان اس حالت میں پہنچکر باوجود فطرت کے تمام بیش بہا عطیات لطف و لذات۔ زندگی محسوس کرنے والے اسباب و ذرائع ایک قدرتی قانون کے اثر سے کس طرح رفتہ رفتہ اور نامعلوم ضائع کرتا جاتا ہے اور جو خود بخود اپنی ناقص اور محدود تدبیروں سے کیونکر ان نقصانوں کی تلافی بھی کرتا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ تدبیریں بادی النظر میں ایک فوری اثر کرتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھی عمر سے اُترے ہوئے لوگ نوجوانوں سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور گو اس پیر سے وہ کسی فطرتی اثر کو رد کر نہیں سکتے۔ فطرتی قوانین کی خلاف ورزی محال ہے۔ تداقات زندگی بڑھانے کی کوشش میں بُڈھے ہو جاتے ہیں۔ اور آخر کو لقمۂ گور۔ مگر کچھ شک نہیں کہ زندگی کا ابتدائی زوال بالکل نامعلوم ہوتا ہے اور اُس کے نقوص عیوب بادی النظر میں رفع ہونے کے قابل۔ ٹھیک یہی حالت قوموں کی ترقی و تنزل کی سمجھیے۔ جب کسی قوم کو غایت عروج کے بعد زوال شروع ہوتا ہے تو چونکہ قوم کا زوال اُس کے افراد میں سے ہر فرد کے حالات مجاریہ کا زوال ہے۔ لہذا ہر شخص آنے والی مصیبت سے ناواقف شخصی یا قومی تنزل سے بے خبر۔ اپنے نقوص و عیوب کو جو درحقیقت اسبابِ زوال ہیں۔ زندگی کی معمولی مزاحمتیں سمجھ کر رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بادی النظر میں رفع کر لیتا ہے۔ مگر افسوس جس طرح انسان باوجود مخالف کوششوں کے عمر رسیدہ ضعیف القویٰ اور رفتہ رفتہ زندگی سے معذور ہو کر رفتہ رفتہ زندگی سے دور اور موت سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح قوم یا اُس کے افراد باوجود اپنی اصلاح حال میں ہیچ کوشش کرنے کے تنزل پذیر ہوتی جاتی ہے۔ ابتدائی زوال کی کوششیں کچھ نتیجہ بہبودگی ہوتی ہیں مگر رفتہ رفتہ زمانہ کے ساتھ اساتذہ کا سلسلہ بدلتا جاتا ہے۔ زوال کے اسباب

Marfat.com

و نتائج جو ایک دوسرے کو بڑھاتے ہیں۔ کیونکہ جسم میں فاسد مادہ موجود ہوتا ہے زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ شخصی یا قومی کوششیں سست و مضمحل۔ یہاں تک کہ تباہی اور بربادی آ جاتی ہے۔ مگر کچھ شک نہیں کہ غایت نکبت اور پستی کا خوف ابتدائی زوال میں قوم کے تن بیجان میں تازہ روح پھونک دیا کرتا ہے)

الفنسو کی تدبیروں سے گو اندلس کے شہزادوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ مگر یہ زمانہ ابتدائی تھا۔ اُن کے تمام قوا بجنسہٖ محفوظ تھے۔ اُن میں ہنوز استعداد تھی کہ کسی سخت واقع یا اُس کے نتیجہ سے متاثر ہو کر یک بہ یک ٹھاٹ بدل ڈالیں۔ اور پھر اپنی پرانی وضع پر آ کر **قومی سرمایہ** کو بیرونی دشمنوں کی دست درازیوں سے بچائیں۔ چنانچہ جب اُن کا "جو فروش گندم نما دوست" الفنسو تمام سواحل سمندر کو **ہرقل** کے میناروں تک بنا جولانگاہ بنا چکا اور انہوں نے دیکھا کہ وہ نہایت خوش اور نازاں ہے کہ نہایت صدود ممالک تک اب کوئی اُس کا مدمقابل نہیں۔ بلکہ خود پالیسی کے قالب سلطنت یعنی شہر **آلیڈو** میں اُس نے بے خوف خطر قلعہ بنا کر بارہ ہزار سے زیادہ جری سپاہیوں کی ایک چھاؤنی بھی قائم کر لی ہے اور یہ لوگ اس مضبوط کمینگاہ کو مرکز گردان کر اردگرد تمام شہروں اور قصبوں پر نہایت بے رحمی اور وحشیانہ طور سے ترکتازیاں کرتے ہیں۔ اس سے بڑی زیادہ جب یہ نوبت پہنچی کہ **راڈری گو ڈیاز ڈی بیوار** یعنی **السید** (فٹ نوٹ) نے بھی (باب یازدہم تاریخ ہذا) اپنے توابعین اہل کسٹائل کی مدد سے صوبہ بلنسیا میں خود مختار بن بیٹھا۔ اور آس پاس کی سرزمینوں پر غارتگری شروع کر دی۔ غرض جب اُن میں سے ہر فرد بشر پر یہ بات خوب اچھی طرح روشن ہو گئی کہ ان انقلابات سے الفنسو اور اُس کے ذریات کا منشا بجز فتح اسپین اور استیصال اہل عرب اور کچھ نہیں تو اس خواب غفلت سے چونکے۔ اور وقت و موقع کے خدشوں سے واقف ہو کر چارہ کار کرنے لگے (ناظرین! یاد رکھئے کہ زہر ہلاہل معجون حیات بخش کا کام دیتا ہے۔ خزاں آشام تمشیہ کا کھیت سرسبز ہوتا ہے۔ لیکن نفاق، پھوٹ، تنزل جو ہر جہاد و قانون قدرت کا اثر ہے جس کے نصیب قوم میں پڑ جائے وہ کبھی اپنی قوت سے شوکت نہیں ہو سکتی)

اہل اندلس گو ہر طرف سے مایوس و دل شکستہ تھے بالکل بے بس و بے پناہ تھے۔ الا پر ان میں [illegible] خوب جانتا تھا کہ تمام قوم کی مصیبت ہر فرد کی مصیبت [illegible] مدارج عظمت پر یہاں طلوع سے [illegible] آرام ہے اور [illegible] غالب تھا اگر کسی شخص کو امید تھی کہ ایسی [illegible] حالات میں بھی [illegible] لی جائے گی تو وہ نتیجہ [illegible] ہوگی۔ اب اس کے سوا [illegible] کیا جا [illegible] کار تھا [illegible]

فٹ نوٹ از مترجم ✦

بندوبست کریں اور ع

"رفتن بپائے مردئے ہمسایہ در بہشت"

گو گوارا کریں بعض عاقبت اندیش اور تجربہ کار مدبروں نے **عبد الملک اول امیر اندلس** کا وقت یاد کر کے گو اس تدبیر کی مخالفت بھی کی مگر معتمد **"والئے سیوائل"** ان کو باز رکھا اور کہا - کہ کسٹائل کے پر فضا میدانوں میں چرواہا بننے سے افریقہ کے وحشت انگیز ریگستانوں میں ساربان بننا بہتر ہے ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں
بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

اخیر یہ طے ہو گیا کہ بیرونی امداد منگوائی جائے اور جس مدد کی اُن کو ضرورت وہ کچھ دور بھی نہ تھی +

شمالی افریقہ میں اس وقت پولیٹیکل سٹیج کا سین بدلا ہُوا تھا - اور ایک نیا انقلاب برپا تھا - پکے دیندار یا متعصب لوگوں کا ایک کثیر التعداد گروہ (فٹ نوٹ - یہ گروہ افریقہ میں "مارابوٹ" کہلاتا تھا - اور اسپین میں "المروی" باب سوم میں ہم ان کا ذکر اشارۃً کر چکے ہیں) الجیرز سے سینیگال تک تمام ملک کو فتح کر کے اُس پر قابض و دخیلکار بن بیٹھا - یہ قوم اپنی عام وضع اور اطوار زندگی میں طارق اور اُس کے جانباز دلاوروں سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی اور ترکتازی اور غارتگری میں اس قدر مشتاق تھی کہ ایک ادنےٰ اشارہ میں سمندر عبور کر کے اسپین کے میدانوں پر آن پڑیں - مگر یہ اُن کی بڑی مہربانی تھی کہ اب تک اُنہوں نے اس قسم کی جرأت نہ کی تھی بلکہ اندلس اور اُس کے دلفریب عطیاتِ فطرت کو کبھی نظر اُٹھا کر دیکھا بھی نہ تھا عمداً یا اتفاقاً - لیکن آخر کار اہل مُلک اس دعوت کو اُنہوں نے بخوشی قبول کیا اور اسپین میں پہنچ کر جو کچھ اپنا دلی منشا، کنایۃً یا صراحتاً ظاہر کیا وہ ہمارے ناظرین کو عنقریب معلوم ہو گا +

غرضکہ **المروی** "مثل شاہِ مور و ملخ" اندلس پر جھکے اور اُس کے سرسبز و شاداب میدانوں لہلہاتے ہوئے اور مالا مال انگورستانوں کو حلوائے بے دُود سمجھ کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے تمام ملک میں کوئی مقابلہ یا مزاحمت کرنے والا نہ تھا - کیونکہ اہل اندلس کی طرف سے تو آرزومندانہ دعوت ہی تھی - وہ اپنے مبارک قدم مہمانوں کی آمد آمد کی خبر سُننے کے لئے سراپا گوش اور اُن کو خیر مقدم کہنے کے لئے سراپا زبان تھے اور بڑے سے لے کر چھوٹے تک خوشیاں منا رہے تھے کہ غیبی امداد عنقریب اُس شہر آشوب بدنظمی کا قرار واقعی انسداد کرے گی جس نے المنصور کے انتقال پر ملال سے آج تک اُن کے تمام لطف و لذات زندگی اور آسائش و جمعی کو خاک

Marfat.com

میں ملا دیا ہے۔ باقی رہی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں سو وہ یا تو دعوت بھیجنے پر شریک ہو گئیں یا تاب مقابلہ نہ رکھتی تھیں اور اب ہر شخص کو الفانسو کی سرکوبی کی فکر تھی۔ خلاصہ یہ کہ یوسف ابن تاشفین نے سپاہ عساکر بربر لے کر ۴۷۹ ہجری میں بحر جزیرہ خضراء کو عبور کیا اور الجزیرہ کو مرکز بنایا اور یہاں سے بطور کمک دونوں حصوں میں کوچ کرتا ہوا ۲۳ - اکتوبر ۱۰۸۶ء کو زلاقہ پر قبضہ کیا۔ یہ مقام بطلیوس کے قریب واقع ہے۔ [illegible] کہتے تھے کے میدان پر پہنچا جہاں فوج الفانسو سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ الفانسو نے اس عظیم الشان فوج کو ایک بلند مقام سے دیکھ کر کہا کہ ان سپاہیوں کی مدد سے میں تو انسان کیا جنات و فرشتوں سے بھی لڑ سکتا ہوں [illegible] کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ جب کچھ پرواہ اندلس کی متحدہ فوجوں پر چھا پڑا اور مار نے کے بعد اس نے آخر میں [illegible] مگر یوسف اندلس کا [illegible] کہ پانوں میں آجاتا [illegible] [illegible] اور جب الفانسو کی فوج کو نہایت بے جگری سے [illegible] ہر طرف سے گھیر لیا [illegible] الفانسو کی جان بچانا [illegible] اور تمام فوج کھیت رہی۔ خود الفانسو بمشکل [illegible] بھاگا۔ اس جنگ میں [illegible] کے ہزاروں [illegible] میدان [illegible]

اس معرکے کے بعد یوسف [illegible] ایک جرّی فوج چھوڑ گیا تاکہ اہل اندلس کی امن و امان قائم رہے [illegible] اندلس پر بڑے لطف و کرم کیا جاتا تھا۔ [illegible] سے بند کر دیا [illegible] اس نے [illegible] اور اس وجہ سے اہل اندلس کو نہایت خوش و خرم رکھو۔ چنانچہ [illegible] اس نے ان کی قومی کشتی کو طوفانِ نوح سے نجات دی تھی۔ اس کی [illegible] ہر شخص [illegible] اور اس کی جرأت و دلیری ہر شخص کا زبان زد تھا۔ [illegible] احسان [illegible] کے رحم و عفو بلا توقف [illegible] ایسے [illegible] ہوئی تھی [illegible] حلیم الطبع بے اندازہ [illegible] تھے [illegible] شریعت وہ کوئی کام نہ کرتا تھا اور بجز ان چند [illegible] جو [illegible] حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے لگائے تھے اور تمام [illegible] باشندوں [illegible] نے [illegible] کر دیا تھا۔ مگر [illegible] عوام الناس ہی [illegible] ابن [illegible]

Marfat.com

جہالت اور ناتراشیدہ اطوار یعنی مولویوں کے "حلقۂ شدید" میں ہونے پر ہنستے تھے علاوہ ازیں یوسف کو عربی بولنے سمجھنے سے بہت کم مس تھا۔ چنانچہ جب اندلس کے نازک خیال شاعروں نے اس بڑی فتح پر اس کے شان میں قصیدے لکھ کر سنائے تو اُس نے بخلاف قدر شناس اور مثل نااہل داد دینے کے موقعوں پر سکوت کیا اور بے موقع داد دی۔ اندلس کے مہذب و شائستہ **جنٹلمینوں** کی نظر میں جو بقول شخصے کرنے دم ملک الموت تک کے شان نزول میں قصیدہ لکھ دینے والے تھے یہ ایک ایسا جرم عظیم تھا جس کو وہ کبھی معاف نہ کر سکتے تھے۔ ان وجوہ سے یوسف کی قدر اُن کی نگاہ میں ایک وحشی ناتربیت یافتہ شخص کی قدر سے زیادہ نہ تھی لیکن اہل اندلس گو اس کے جوہر قلم سے متنفر تھے مگر کچھ شک نہیں کہ اس کی تلوار کے شرمندۂ احسان تھے۔ اور اُس بدون اُن کو کچھ چارہ نہ تھا چنانچہ عوام الناس نے اُس کی تلوار کو قلم پر ترجیح دی اور امن و جمعی کو تہذیب و شائستگی سے زیادہ ضروری اور مقدم خیال کر کے۔ یوسف کو سلطان اندلس تسلیم کر لیا۔

۱۰۹۰ء میں مسیحیوں نے پھر سر اُٹھایا اور پھر وہی صد گردانا شروع کیا اور اپنے پُرانے کمینگاہ قلعہ آلیڈو سے گیدڑوں کی طرح نکلکر لگاتار بیقاعدہ حملوں اور متواتر بے ڈھنگی لڑائیوں سے اہل سیوائل کا قافیہ تنگ کر دیا۔ والئے سیوائل نے تنگ ہو کر یوسف سے استمداد کی۔ اس مرتبہ اُس نے اس دعوت کو کچھ بیدلی سے قبول کیا اور سپین میں پہنچکر اندلس اور کسٹائل دونوں کو ایک لاٹھی ہانکنا شروع کیا اور یکساں طور سے گوشمالی دی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اندلس کے ہر سرگروہ ہر شخص نے از راہ ناعاقبت اندیشی پوشیدہ طور سے ایک دوسرے کی شکوہ شکایات کی اور ایک دوسرے کے پیچھے یہاں تک لکھوانے کا آخر کو یوسف کو تمام قوم سے بدظن اور مخالف ہونے کے لئے وجوہ موجود ہوگئے۔ چونکہ وہ اپنی رعایا کا رضا جو۔ مزید بریں اس موقع پر ملّانوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ ان سب نے بلکہ الحاق اندلس کے عہد سے اُس کو باز رکھا اور اس قدر اُکسایا کہ یہ بات اُس کے خوب ذہن نشین ہوگئی۔ کہ کسی مصیبت زدہ قوم و ملک میں امن و انتظام برقرار کرنا اولوالعزم سلاطین کا فرض کفایہ ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنے روحانی مشیروں کے اثر سے ہمیشہ متاثر رہتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسی بیرونی تحریک بھی ہوتی۔ تو اُس کے حوصلہ مند اور اولوالعزم دل کی اندرونی تحریک کافی تھی۔ غرضکہ ان وجوہ سے اُس کو اس فرضی فرض منصبی ادا کرنے کی دھن لگی اور سنہ ۱۰۹۰ء کے ختم ہونے

Marfat.com

سے پہلے پہل تسلط دالحاقِ اندلس شروع ہو گیا چنانچہ نومبر ۱۰۹۰ء میں فتح مند نرتاشے کے شہر [illegible]
داخل ہوا۔ اور یہاں کے امال خزانے جو لعل و یاقوت وہیرہ۔ زمرد۔ موتی اور اور قسم کے بیش بہا
جواہرات سے لبریز تھے طلائی و نقرہ زیورات۔ بلوری ظروف۔ زربفت۔ قالیچے۔ غرضیکہ تمام
قسم قسم کے دولت و حشمت اور نادر الوجود تحائف کو اپنے سرداروں میں نہایت دریادلی سے
تقسیم کیا جنہوں نے اس قسم کے عجائب و غرائب کبھی خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ اگلے مہینہ یعنی [illegible]
میں بطلیوس پر تسلط کیا۔ اور اسی طرح رفتہ رفتہ ۱۰۹۱ء کے اختتام تک [illegible] چند [illegible]
شہروں پر قابض ہو گیا۔ اسی اثنا میں الفنسو نے ایک بڑی فوج اپنے بہادر کپتان البرفنیز کے
زیر کمان یوسف کو پسپا کرنے کے لئے بھیجی۔ مگر بربری تلوار کے سامنے اس کو خود پسپا ہونا
پڑا۔ اس ہزیمت کے ساتھ ہی تمام جنوبی اندلس نے سر جھکا دیا صرف ایک [illegible]
پر اڑا رہا۔ اور جب تک اس کا شیر دل عامل "السید" زندہ رہا کسی فتنت کی [illegible]
کوئی حملہ اس پر کارگر نہ ہوا۔ مگر ۱۰۹۹ء میں السید کے انتقال [illegible]
ساتھ ہی گویا تمام اسلامی اسپین و انہوں کی سلطنت اور افریقہ کا ایک [illegible]
پر اہل اندلس نے سمجھا کہ ؎

رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت — حقا کہ [illegible]

کا کیا مطلب ہے اور غیروں سے مدد مانگنا کیوں [illegible]
موافقت کیا چارہ تھا۔ چنانچہ عوام الناس [illegible]
ہو گئے پھر بھی اعلیٰ طبقہ مثلاً اراکین دربار۔ اہل علم [illegible]
کلیہ کی مستثنیات تھیں۔

اندلس اس زمانہ بحیثیت مجموعی گلستان [illegible]
تھا۔ مگر افسوس کہ یہاں کوئی ہوا [illegible]
میں اپنی شگفتہ نظم و نثر اور جادو بیانی سے ملاحت پیدا [illegible]
اور مذاق زندگی سے لبریز [illegible] تھے۔ [illegible]
کساد بازاری تھی۔ بالخصوص شعرا اور ادیب [illegible]
آغوش ناز میں پلے تھے جہاں مطلق العنان [illegible]
کے کاملین کی قدر و منزلت و حسن تقدیم کے لئے ہر وقت تیار [illegible]

Marfat.com

خصوصاً نظم کو فی البدیہہ اور برجستہ تحسین داد سے تحریری زیب و زینت بخشتے تھے وہ شعرا اہل بربر سے جو بالکل نا آشنا تھے سخت نفرت و کراہیت کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ نہ اس قدر سخن فہم تھے کہ ان کی کلام کی صنعت استعارہ کو سمجھ سکتے یا ان کے تلازمہ و رعایت کی داد دیتے۔ اور نہ یہ قدر عالم تھے کہ تجزیہ اور تعمیہ۔ لف و نشر مرتب کی باریکیوں تک پہنچتے۔ بلکہ اس قدر جاہل اور ازحد بخیل تھے کہ اگر کبھی ازراہ حماقت اپنے پیش رو شہزادگان اندلس کی جو نہایت مہذب شائستہ تھے وضع اختیار کرتے تو اس قدر بے تمیزی اور بدسلیقگی سے کہ دیکھ کر ہنسی آتی تھی۔ چونکہ اس عہد کے وزیر و مشیر متعصب ملانے ہوتے تھے جو نہ صرف فلسفہ اور اہل فلسفہ ہی کے دشمن تھے بلکہ جمیع امور سے سخت متنفر۔ حتیٰ کہ دینیات کو بھی صرف مطالعہ اور تلاوت قرآن مجید تک وہ بھی بذریعہ ایک مجتہد کی تفسیر کی مدد سے محدود سمجھتے تھے پس اعلیٰ طبقے یعنی آزاد منش اور بلند خیال لوگوں کیلئے اعلیٰ مناصب میں اب کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی کہ ترقی کرکے ان تک پہنچتے۔ ادھر یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی گورنمنٹ کی آزاد پالیسی کی قلعی کھل گئی۔ کیونکہ کچھ تو بعد اہل بربر ان سے بھی بیجا تشدد قتل یا جلاوطنی سے پیش آئے۔ اسپین کے قدیم معزز اور شریف خاندان جس قدر دو چار کہ زمانہ کی نظر بد سے بچ گئے تھے یا گذشتہ طوائف الملوکی کے اجزا یعنی اندلس کے چند خود مختار چھوٹے چھوٹے شہزادے جو اہل بربر کی دست درازیوں سے بچ گئے تھے ملک کی موجودہ حالت سے سکتہ میں تھے۔ وہ دیکھتے تھے کہ جو مہمان بنکر آئے تھے وہ رفتہ رفتہ میزبان بن کر گھر پر کس طرح قبضہ کرتے جاتے ہیں۔ وہ نہایت مایوسی سے کف افسوس ملتے تھے اور امیر اندلس یعنی عبد الملک کے زمانہ میں بربری گروہ جو کچھ رنگ لائے تھے اس کو یاد کرکے کانپتے تھے مگر عوام الناس فاتحین کو ملک پر قابض دیکھ کر فی الجملہ نہایت خوش تھے۔ ان کے نزدیک انجام خواہ کچھ ہی تھا۔ مگر ان کے حال۔ ال۔ اہل اقبال سر دست تو ہر طرح سے محفوظ تھے طوائف الملوکی کے زمانہ میں جبکہ سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھی۔ بہت کم ریاستیں اس قابل تھیں کہ اپنی رعایا کے حقوق کی حفاظت کر سکتیں خصوصاً شہر پناہ کے باہر۔ ملک میں ہر طرف غدر مچا تھا۔ ہر سو راستے بند تھے ہر طرح سفر کا خوف تھا۔ مگر اس انقلاب سلطنت پر ایک لٹیرا بھی باقی نہ رہا۔ اب نہ رستے لٹیروں کی دست درازیوں سے مخدوش تھے نہ شمالی مسیحی خصوصاً اہل کسٹائل گاؤں کے بے گناہ باشندوں کو جو بے ارتکاب جرم ان کا جان و مال تلف کرتے تھے بلکہ ہر طرف سے دیکر اپنی حدود کی حفاظت کر لیتے تھے اور یہاں ان کے مسلسل باہمی قضیئے اور خانہ جنگیاں نیز اہل بربر کی خون آشام

[illegible]

Marfat.com

بڑھاتا ہے اور قوم عزلت نشینی کو چھوڑ کر دنیا کے اسٹیج پر نکل آتی ہے اور فتوحات شروع کر دیتی ہے فتوحات میں کوئی حق نہیں (مائٹ از رائٹ) "الحق قوۃ" اگر ہے تو زبردست۔ یہ قومی زندگی کا دوسرا طور ہے شہرت و ناموری کا شوق، غنیمت یا کسی ذاتی نفع کی حرص، حکومت کا چسکا اور قوت بازو اس طور کی تکمیل بھی کا باعث ہیں۔ اور پھر ایک تیسرا طور شروع ہوتا ہے یعنی فتوحات سے دولت و عظمت بڑھتی ہیں۔ عزم رفتہ رفتہ زندگی سے بے فکری ہوتی ہے پس قوم جنگی طریقہ چھوڑ کر رفتہ رفتہ تمدن کی طرف متوجہ ہوتی ہے تہذیب و شائستگی، علوم و فنون کی اشاعت کرتی ہے نئی نئی معلومات و ایجادات اور علمی تحقیقات سے عروج اور ترقی دونو توام متبع اور مترادف ہوتی ہیں۔ جنگی ضرورتوں کی عدم موجودگی اور سامان لوازم عیش و طرب کی کثرت ان کو سپاہیانہ عادت سے مستغنی اور رنگ رلیوں میں مستغرق کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ رزمی صفات ان میں شاذ و نادر بہت کم باقی رہ جاتی ہیں اور پھر رفتہ رفتہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس بدنصیب قوم کی تباہی و بربادی کا زمانہ آتا ہے۔ افلاس، نحوست، ذلت و نکبت پیش پیش منڈلاتی ہیں۔ اور اسی طرح رفتہ رفتہ حکومت و خلافت کی ساعت ناگزیر آ پہنچتی ہے۔ ہر فرد اپنے فرائض منصبی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور قوم کیا بجز بے حس و حرکت کے (مختصر یہ کہ زوال کا سبب یہی غفلت ہے) ۔

پس کیا تعجب ہے کہ زوال بربری قومی زندگی میں یہ تمام حالات دیکھنا پڑے جب وہ اسپین میں آئے تو بالکل سیدھے سادے جفاکش سپاہی تھے۔ نہ ان میں عیش و عشرت کی خو بو تھی نہ تہذیب و شائستگی کا اثر اور تکلف کی عادتیں۔ ان کی بڑی خوشیاں سخت معرکہ آرائیوں اور رزمی نیکنامیوں تک محدود تھیں۔ ان کے بڑے بڑے حوصلے اپنے مقدس مذہب کی پُرجوش اشاعت پر ختم ہو جاتے تھے فتح اندلس سے زیادہ دن تک بہرہ مند نہ ہونے پائے تھے کہ ان میں وہ بداخلاقیاں شروع ہو گئیں جو ہمیشہ حد سے بڑھی ہوئی آسائیوں اور رنگ رلیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ آخر ان کی سپاہیانہ خو بو۔ دلاوری کا شوق، محنت و مشقت کی عادتیں جو بہادر سپاہیوں کا زیور ہے۔ غرضکہ جمیع صفات مردانگی یک بیک کافور ہو گئیں ۔

ان کی خلافت کو اس قدر جلد بلکہ نامعلوم تیزی سے زوال آیا کہ کل بیس برس کے عرصہ میں کوئی اتنا جنگی جتھا بھی باقی نہ رہا کہ مسیحیوں کی سرکوبی کرتا۔ بجائے ان کے نازک مزاج رنگیلوں اور بیکار رندوں کا ایک شکستہ حال جتھا تھا جو عالم شباب کے سحر آفرین جذبات کو سیہ مستی اور عیش پرستی کی نذر کر کے خود ان جسمانی اور نفسانی لذتوں کے وقف ہو بیٹھے تھے جو انسان کیا شیروں کو بزدل

Marfat.com

بنا دیا کرتے ہیں ناظم مالک ہونے کے بجائے وہ اس کا شکار ہو جاتے تھے ۔

اگر کبھی ان کو جرأت و دلیری کا خیال آتا تو صرف اسی قدر کہ [illegible] کر کے [illegible] دن بھر چھاپے مارے ہیں۔ اگر اولوالعزم ہوتے تو صرف اس لئے کہ جو ہتھیار [illegible] سے ہو سکے [illegible] گنواؤں کو لوٹ لیں۔ تمام امیر احکام کے نفاذ و فسخ نہایت تیزی سے [illegible] رہا تھا [illegible] قانون منسوخ اور [illegible] لوگوں کے [illegible] تھے۔ بادشاہ [illegible] لوگوں کے [illegible] احکام نافذ ہوتے تھے وہ اگلے دن [illegible] منسوخ ہو جاتے تھے [illegible] شہر آشوب [illegible] قیام [illegible] ہو سکتا ہے

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت　　　رفت و منزل بدیگرے پرداخت

[illegible] کی ساعت [illegible] ایک طرف [illegible] دوسری [illegible] اندلس میں [illegible] شیر الفقہ [illegible] چنانچہ [illegible] کے شروع سے [illegible] اندلس [illegible] شہر قرطبہ [illegible] کو تاخت و تاراج کر کے [illegible] لیا اور [illegible] الطارق [illegible] کو تمام اپنے حملوں کا جولانگاہ بنا لیا۔ [illegible] بالکل [illegible] پارہ پارہ [illegible] غافل تھی جب ان [illegible] کا نام [illegible] غضبناک [illegible] کو نکال باہر کیا ۔

[illegible] جب اہل اندلس نے دولت [illegible] کے [illegible] تو [illegible] اور [illegible] ملک [illegible] کے لئے ایک [illegible] اور [illegible] اختیار کر [illegible] اندلس [illegible] چنانچہ [illegible] ابن قاسی اور ابن [illegible] ابن [illegible] عبد المؤمن کے [illegible]

فرو ہو گیا۔ اُس نے تمام خود مختار عاملوں کو برطرف کر کے اُن کی ریاستیں چھین لیں اور ملک کو پھر ایک سلطنت متحد بنا کر حکومت شروع کی اور سپین اور افریقہ میں دولت مرابطین کے استیصال پر خاندان المہدی کا بانی ہُوا ۔

Marfat.com

گیارھواں باب

ابتدائی تنزل

السید ایک نیشنل ہیرو

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

اب وہ وقت آ گیا کہ ہم ناظرین کو ایک نظر شمالی علاقہ جات کی سیر کرائیں جہاں مسلمانوں کے دینی و دنیوی حریف و مقابل یعنی عیسائی آباد تھے۔ ساتویں باب میں ہم نے مجملاً بیان کیا ہے کہ [illegible] جس کی ہمت اور جرأت سے قوم گاتھ کے بچے کھچے لوگوں کی ایک جماعت کوہستان استوریا کے قدرتی مستحکم قلعوں اور [illegible] میں [illegible] اور موقع پا کر [illegible] ان کا شمار بڑھتا گیا [illegible] پھیلتے رہے یہاں تک کہ سرحدی علاقہ جات [illegible] مسلمانوں کو مسلسل نا کامیاں [illegible] خصوصاً جب کہ انہوں نے [illegible] واقع شمال مغربی [illegible] فتح کر لیا اور سلطنت لیون و ریاست کسٹائل کی بنیاد ڈالی۔ دوسری جانب مشرقی سرحد پر [illegible] سلطنت ناوار کے نام سے قائم ہوئی ہے [illegible] اہل [illegible] کی قوت کم [illegible] اور برابر مسلمانوں سے لڑتے رہے۔ اور اگر ان کے باہمی نفاق اور [illegible] خانہ جنگیاں ان کی [illegible] کرتیں تو کچھ شک نہیں کہ [illegible] اندلس بہت جلد [illegible] ہو جاتا۔ چنانچہ جب تک سلطنت [illegible] میں تقسیم ہوئی اور اس کی طاقت یکجا محفوظ رہی۔ اور [illegible] کو خانہ جنگیوں میں ضائع کرتے رہے۔ تب تک مسلمان [illegible] ملک کی حفاظت [illegible] طے کرتے رہے۔ مگر جب انہوں نے وحدت کو چھوڑ کر [illegible] اختیار کی اور سلطنت اندلس کو بے شمار چھوٹے چھوٹے بادشاہوں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا جو ذاتی فائدہ کو قومی فائدہ پر مقدم

Marfat.com

سمجھتے تھے۔ تو قرطبہ کو زوال آ گیا۔ اِدھر مسیحیوں کا جو مدبر تھا اور وہ ملک کا بیشتر حصہ پا بیٹھے چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں کہ اندلس کی گیارھویں صدی کے طوفان طوائف الملوکی میں جب کہ ہر مسلمان شہزادہ بجائے خود ایک قرطبہ کا سلطان تھا۔ تو مسیحی اُن کے علاقہ جات پر طرح طرح منظم و منصوبہ ترکتازیاں کرتے تھے۔ اور اکثر نامور اور عظیم الشان شہزادوں سے خراج لیتے تھے۔ انہی ایام میں فرڈیننڈ اول نے تمام شمالی ریاستوں کو متحد کر کے اُن پر حکمراں ہونا چاہا۔ اور لیون اور کسٹائل کو جو ہمیشہ باہم تیغ و سپر رہتی تھیں یکجا کر کے اسٹریاز اور گالیشیا کو اُن سے ملحق کیا۔ اور ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت تمام اسپین میں اُس سے زیادہ طاقتور کوئی فرمانروا نہ تھا۔ اُس نے لامیگو۔ ویسیو۔ کوامبرا واقع پرتگال کو فتح کر کے شامل کیا۔ اور شاہانِ باڈاجوز۔ زاراگوزا۔ طلیطلہ۔ سیوائل سے خراج لیا۔ لیکن مرتے وقت ریاست کو وُرثاء (تین بیٹے دو بیٹیاں) میں تقسیم کرنے میں سخت غلطی کی جس کی وجہ سے تمام شمالی علاقہ عرصہ دراز تک مسلسل خانہ جنگیوں میں مبتلا رہا۔ آخر الفنسو ششم ملقب بہ "الشجاع" نے اس بکھرے ہوئے شیرازہ کو پھر ایک جا جمع کیا اس وقت سے آخر تک مسیحی طاقت کو روزافزوں ترقی رہی چنانچہ جس وقت دولت امیہ کو زوال آ رہا تھا اور ملک میں ہر طرف غدر سا مچا تھا اُس وقت مسیحیوں میں اس قدر طاقت تھی کہ فتح اندلس کے ارادہ کو تمام تر پورا کر لیتے مگر اِدھر مسلمان شہزادوں نے زر کثیر بطور رشوت دیکر اُن کو راضی کر لیا۔ اُدھر مرابطی حمایت بیچ میں آ کھڑی ہو گئی غرض ان وجوہ سے یہ مبارک عزم پورا نہ ہو سکا۔ پھر بھی اتنا ضرور تھا کہ مسلمان اپنی مرضی اور اختیار سے کبھی کچھ نہ کر سکتے تھے کیونکہ ایک طرف سے تو اُن کو الفنسو کا دباؤ تھا۔ دوسری طرف اُس کے مددگار و معاون یعنی مرابطیوں کا۔ گویا وہ دو برابر کے کھٹکے تھے۔ گو آخر الذکر قوت غالب رہی مگر اُس وقت کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی اُندلس کی مہماتِ ملکی میں اکثر مداخلت کرتے تھے۔ اُن کے گروہ مسلمان ریاستوں میں غارتگری کرتے تھے۔ اور خراج کثیر بطور خونبہائے عزت وصول کرتے تھے۔ اس وجہ سے نیز اور اسی قسم کی وجوہ سے دونوں قوموں کے تعلقات آخر کار اس قدر مضبوط اور اس قدر پیچ در پیچ ہوئے۔ کہ مسیحی متاجر سپاہی اسلامی فوجوں میں بخوشی بھرتی ہوتے تھے اور نہ صرف بھرتی ہوتے تھے بلکہ خود مسیحی ریاستوں پر لوٹ مار کے حملے حتےٰ کہ مذہبی جہاد کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی دریغ نہ تھا کہ مسیحیوں کے ساتھ ہو کر مسلمان حریفوں پر چڑھائی کریں۔ غرضکہ یہ زمانہ من کل الوجوہ۔ قوم پرستوں کا مذہب کے حامیوں کا۔ ملک و سلطنت کے جان نثاروں کا نہ تھا۔ بلکہ یہ زمانہ تھا۔ فاقہ مست تلاشئے معاش لوگوں کا قسمت آزمائی کرنے والوں کا۔ عزت کو۔ جان کی جان کو روپیہ کے عوض بیچ دینے والوں کا

Marfat.com

Marfat.com

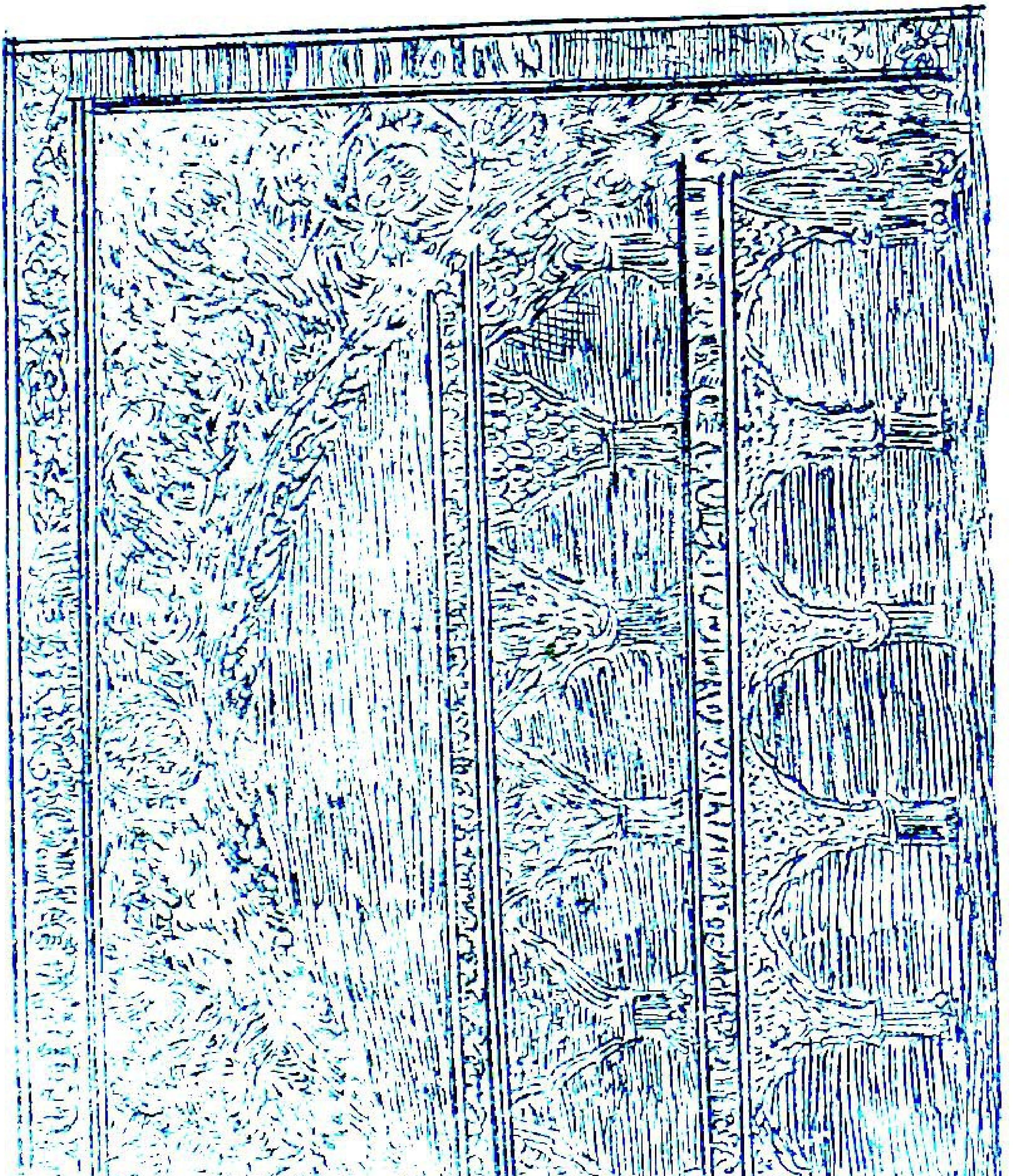

.لوٹیر کا واقعہ طلیطلہ

Marfat.com

الحذر! الحذر!!

اگر کوئی مؤرخ کسٹائل اور لیون کے بہادروں کو اعلیٰ درجہ کا سچا اور نامور بہادر یا واقف فنونِ رزم سمجھے تو یہ اس کی بڑی سخت بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ ان صفات سے اُن کو ذرہ برابر بھی مس نہ تھا۔ اور تعلیم و تربیت تہذیب شائستگی سے تو اُن کو کچھ نسبت ہی نہ تھی۔ اہلِ کسٹائل لیون کیا۔ تمام شمالی ریاستیں۔ اپنے مسلمان حریفوں سے رزم و بزم۔ تمدن و ملکداری حسنِ معاشرت و حسنِ عادات بلکہ ہر طریقہ زندگی میں ذرہ ذرہ برعکس تھیں۔ اگر کمالِ اجتماعِ ضدین ممکن ہے تو وہ اسپین میں مسلم و مسیحی قوموں کے یکجا ہونے سے تھا۔ گو اہلِ عرب بھی جب شروع میں آئے تو کچھ ایسے اعلیٰ درجہ کے مہذب و شائستہ نہ تھے مگر آ چکنے پر جب اہلِ اندلس سے شیر و شکر ہوئے۔ ادھر مذاقاتِ زندگی سے ہر طرح بہرہ مند ہوئے کچھ یہ جو اُن میں طبعی موزونیت تھی اُس نے مدد دی تو انہوں نے اس قدر جلد اور حیرت انگیز ترقی کی کہ بہت کم عرصہ میں وہ نہایت مہذب و انتہا درجہ کے شائستہ۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو گئے۔ شعر و سخن علم ادب علمِ مجلسی میں جو انسان کا زیور ہے۔ اُن کا مذاق یہاں تک بڑھا کہ یورپ بھر میں کوئی نظیر نہ رہا۔ زندگی اور اُس کے فطرتی عطیات سے ہر پہلو پر مسترالوقت و مستفید ہونا درحقیقت انہی کا حصہ تھا اُن کا ذہنی مذاق اس قدر لطیف اس قدر نکتہ سنج تھا کہ جن معنوی باریکیوں کو اہلِ مذاق بمشکل ادراک کر سکتے تھے۔ وہ اُن کے متاثر دلوں میں معاً تاثیر و ولولہ پیدا کر دیتی تھیں۔ تشبیہ و استعارہ فصاحت بلاغت میں اُن کو وہ قدرت تھی کہ کاہ سے کوہ اور عدم سے وجود کر دکھاتے تھے۔ اُن کی ذہانت ذکاوتِ طبع۔ اُن کے قلم اور زبان کی سحر آفرینیوں کی کوئی حد نہ رہی۔ اگر ان [illegible] ہے۔ شاعری تو اُن کی خانہ زاد تھی۔ اور اس قدر عزیز الوجود کہ ایک موزوں مصرع پر [illegible] میں تامل نہ کرتے تھے۔ اُن کا قول تھا کہ شعر و سخن انسان کے معنوی وجود کا جوہر [illegible] اور خونریز شاہزادوں کے لئے بھی ضروری تھا کہ سخنور ہوں۔ یا کم از کم [illegible] کی زیب و زینت شعراء و فصحاء اور کاملین کی مناسبت تھی [illegible] و مضاعف کا استعمال فصیح البیانی شوکت لفظی [illegible] مجلس [illegible] طلب علوم و سائنس کی تحصیل و تکمیل گویا قسام ازل ہی نے [illegible] قسمت میں لکھ دی تھی۔ [illegible] کہ ان سب سے بڑھ کر ایک صفت اُن میں نہایت اعلیٰ [illegible] ہمیشہ صحیح اور نکتہ رس ہوتا تھا ہر شے کی تہ یا [illegible] دریافت کر لیتے تھے [illegible]

Marfat.com

نازک مطالب کے کنائے اور تکلف انتہا ہیں اور سمجھنے میں نہایت ہی بلیغ تھا جس پر شیدا تھے حسن معنی ہو یا حسن لفظی گویا اس زمانے کے فرانسیسی تھے۔

برخلاف اس کے مسیحیوں میں یہ بات تو کہاں ان کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ گو حسپانوی قدیم شریف حکمران نسل سے تھے۔ مگر بہت سی باتیں ان میں ایسی پائی جاتی تھیں جیسے نوخیز۔ نودولت قوموں میں ہوا کرتی ہیں سخت وحشی جاہل۔ گندہ ناتراشیدہ ان کے بعض شہزادے تعلیم تو درکنار معمولی لکھنا پڑھنا بھی بمشکل جانتے تھے۔ ان کے دماغ اس قدر رکھتے سمجھ اس قدر موٹی کہ مسلمانوں کی نازک خیالیاں اور شائستہ مذاقات زندگی چھو لینے سے بھی نہ آ سکتے تھے۔ رزمی صفات سے بالکل بے بہرہ تھے جنگی بہادری اگر کر سکتے تو بالکل وحشیانہ اور انگھڑ البتہ کسی مسلسل جنگ عظیم تکالیف برداشت کرنے میں یا اور قسم کی بہادری کے سخت خطرناک اور جان جوکھوں کے انجام دینے میں وہ اپنے حریفوں سے زیادہ مشاق تھے کیونکہ ارضی و سماوی آفات سے ملک میں احتیاج زندگی کی قلت تھی۔ اس لئے ان کا روزمرہ زندگی کی سخت محنت مشقت مشاغل سے معمور رہتا تھا۔ اور وہ خود جفاکشی کے عادی۔ شائستہ طرز رزم اور ناموسانہ بہادری کا ان میں ایک شمہ بھی نہ تھا۔ اور اگر اب کچھ قدر صدیوں بعد پایا جاتا ہے تو یہ حضرات مورخین کی جودت طبع ہے۔ نہ امر واقعی۔ خلاصہ یہ کہ وہ صرف تلوار چلانا ہی جانتے تھے اور بس۔ افلاس فاقہ مستی۔ قوت لایموت کی احتیاج۔ ان کو ہر کس و ناکس کا زرخرید بنا دیتی تھی۔ ان کی جنگیانہ بہادری عموماً بکتی تھی۔ جو زیادہ قیمت دیتا خرید لیتا۔ وہ تلوار کو قومی یا ملکی۔ مذہبی یا شخصی نیکنامی کا زینہ نہ سمجھتے تھے بلکہ معاش کا ذریعہ اور کمانے کا اوزار۔ چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ "المنصور" نے انہی مستاجر سپاہیوں کی ایک جبری فوج سے جو خاص لیون کے رہنے والے تھے خود لیون کو فتح کیا۔ اور سینٹیاگو پر جو "کعبہ یورپ" مانا جاتا تھا قبضہ کر لیا۔ حالانکہ یہ بندہ زر اور سگ دنیا خوب جانتے تھے کہ ہماری قوت بازو کس فریق کے حق میں مفید ہو گی۔ اسپین کی گیارھویں صدی کی تاریخ میں ہم کو بیشمار واقعات اس قسم کے ملتے ہیں جن میں بے حمیت مسیحیوں نے اجرت پر مسلمان شہزادوں کی تلوار سے خدمت کی اور دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالا۔ مگر ان سب میں "سڈ" (السید یعنی اسپین کا نیشنل ہیرو قومی نامور بہادر) نہایت مشہور اور نیکنام گذرا ہے۔ اس کے مختصر حالات زندگی ہم باب ہذا میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

سڈ کا اصلی نام تو "**راڈریگو ڈیاز آف بیوار**" تھا مگر چونکہ تمام مسلمان سردار اس کو اسی نام سے مخاطب کرتے تھے۔ شریف و معزز مسلمان اب تک بھی مصر یا اور مقامات میں "سڈ"

Marfat.com

پکارے جاتے ہیں جو لفظ سیّد (سردار) کا بگڑا ہوا ہے اسلئے ہمارے ہیرو کو اس لحاظ سے عموماً سڈ یعنی "سیّد" یا "سیدی" یا "السید" کہتے تھے اور کبھی کبھی "کمپیڈر" یعنی "المبارز" سے خطاب کرتے تھے جس کو انگریزی میں چیلنجر کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اسپین کے قدیم طرز رزم کے بموجب ضرور تھا کہ جوق جوق معرکہ آرائی سے پیشتر جوڑ جوڑ زور آزمائی کریں جس طرح پہلوان آپس میں گھتنے ہیں اور چونکہ سیّد بھی ایک نہایت شہ زور اور پیل تن جوان تھا اور ان زور آزمائیوں میں اپنے وقت کا رستم خیال کیا جاتا تھا اس واسطے "المبارز" مشہور ہو گیا۔ المبارز عربی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے تھے جو میدان جنگ میں اپنی فوج سے نکل کر اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو کر اپنا جوڑ مانگتا تھا اور کہتا تھا کہ "ہل مبارز من لکم" یعنی ہے کوئی جوان جو میرا مقابلہ کرے نکلا ہے کیونکہ چونکہ اس قسم کی لڑائی میں یکتائے زمانہ تھا چنانچہ اسپین کے قدیم مورخ جن کو فسانہ نویس کہنا چاہئے اس کو نہایت عزت سے "مائی سڈ کمپیڈر" (سیدی المبارز) سے موسوم کرتے ہیں ٭

سڈ کے اصلی کارنامے تو جیسے آپ نے دیکھے وہ وہ ہوا شمشیر افسانے ہیں۔ وہ روغن قاز ملے ہوئے واقعات اور غیر واقعات میں تمیز کرنا سخت دشوار رہے جب وہ اپنے نیشنل ہیرو (قومی نامور) کی بڑائی کرنے پر آتے تھے تو سیاہ سپید کچھ نہ دیکھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ "شارلیمان نے پیرس پر قبضہ کر لیا تمام فرانس کو فتح کر ڈالا جرمنی یا اٹلی کے حصے پر اترائے جیتی کو فارس کو زیر کر لیا۔ حالانکہ نپولین کے عامل کو نتیجہ اٹلی سے کیا نسبت اور فارس کو فرانس سے کیا نسبت ؏

سان تا بہ چہ پیوست کشتی در نہ

پس جب معمولی واقعات نگاروں میں ان کے جوش حمیت قومی کی یہ حد نہ ہوتی تھی تو سیدی المبارز جیسے قومی نامور اور عزیز الوجود شخص کی نسبت بیان کی حد ہو سکتی تھی۔ انہوں نے اپنے ہیرو کو ان برگزیدہ اور مقدس صفات سے متصف کیا ہے جو خود مصنف بلکہ اس کے ہمعصر ناموروں کے فہم قیاس میں بھی نہیں آ سکتی تھیں ایسی حالت میں یہ قیاس تھا کہ ان واقع نگاروں پر بھروسا کیا جائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے قومی تعصب سے کام نہ لیا ہو اور ایسے شخص کی بابت صحیح اور واجب التسلیم سلسلے نامہ کی ہو جس نے ولنسیا کے مسلمانوں کو تباہ اور برباد کر دیا تھا گو یہ درست ہے کہ یہی مسلمان اسکو "مبر بکل آدکاد" یعنی "کرامت اللہ" کہا کرتے تھے ٭

اس نازک اور دقت طلب زمانہ میں ایک قاعدہ مقرر کیا ہے کہ کسی کی حیات لکھتے وقت تمام ...

Marfat.com

کے بیشمار دلچسپ واقعات افسوس کے ساتھ قلم انداز کئے جا ہیں۔ "حیات السید" بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کی گئی۔ چنانچہ ایک نہایت مستند مصنف اور نٹیلسٹ (مفسر حالات مشرقی) نے ایک علیحدہ کتاب میں ثابت کیا ہے کہ السیّد جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے کوئی نامور بہادر نہ تھا۔ بلکہ وہ نہایت مکار دغاباز۔ نہایت سفاک بیرحم شخص تھا جس کو نہ گرجا مسمار کرنے سے دریغ تھا نہ مذہب بگاڑنے میں تامل" پروفیسر ڈوزی کی رائے ہے کہ "حیات السید" ایک سراسر لغو اور محض فرضی فسانہ ہے جو سپین کے جاہل بھاٹوں کی جودت طبع ہے۔ چنانچہ ایک کتاب میں جس کا نام "سید کی حقیقت حال" ہے آپ نے اپنے دعوے کی تائید اور روایات مندرجہ "حیات السید" مروجہ عام کی تدبیر بھی کی ہے۔ درحقیقت یہ ایک محاکمہ ہے اور ایسا محاکمہ ہے جس میں حکم صاحب نے عربی مصنفوں پر باوجود اُن کے قومی اور مذہبی حریف ہونے کے بیجا اور بے حد بھروسہ کیا ہے۔ اِس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے معمولی علم و عقل کے آدمی "حیات سید" پر یقین کرتے ہیں جو محض بھاٹوں کی جودت طبع ہے۔ غرضکہ ہمارے نزدیک ڈوزی صاحب اور اُن کے مدعی دونوں کی حالت ایک سی ہے "بیش قاضی نہار وی رضی آئی" فرق صرف اتنا ہے کہ وہ عربی مورخوں پر بے سوچے سمجھے ایمان لائے ہوئے ہیں اور یہ مسیحی بھاٹوں پر۔ پھر بھی تعجب ہے کہ حقیقی سید اور فرضی سید کے واقعاتِ زندگی میں ڈوزی صاحب کی تحریر کے بموجب نہایت خفیف اور جزوی فرق ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ "حیات السیّد" (فرضی فسانہ) "الفنسوالعالم" نے سید کی وفات سے صرف بچاس برس بعد تالیف کیا ہے۔ رابرٹ سودی نے ۱۸۰۸ء میں اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے اور اُس کی لفظی و معنوی رعایت اور حسن کلام محاورہ درست لکھنے میں ایسا کمال دکھلایا ہے کہ ترجمہ کو بعینہ اصل معلوم ہوتا ہے اور اگرچہ نہایت دلچسپ اور نہایت دلفریب ہے۔ مگر پھر بھی اس قدر صاف ہے کہ ناظرین اُس کے حقیقی واقعات اور اُن واقعات میں جو بطور فسانہ بیان کئے گئے ہیں بسہولت تمیز کر سکتے ہیں۔ کچھ ضرورت نہیں کہ عربی تصانیف کو حکم گردانا جاوے جبکہ اُن میں ہیرو کے صرف ایک حصۂ زندگی سے بحث کیگئی ہے اور اگر مروجہ عام حالات پڑھنا منظور ہیں تو "واقعات السید" سے زیادہ کوئی مقبول انام کتاب نہیں جس کو سودی صاحب نے تالیف کیا۔ مگر شرط یہ ہے کہ ناظرین مکتہ چینی کی قابلیت اور مشتبہ واقعات نظر انداز کرنے کی ہمت ہو۔ ورنہ مطالعہ خالی از مضرت نہ ہوگا۔ کیونکہ "حیات السیّد" مؤلفہ "الفنسوالعالم" کا ہیرو اور "واقعات السیّد" مؤلفہ "سودی" کا بلحاظ واقعات ایک نہیں۔ بلکہ دو مختلف ہیرو ہیں اول الذکر کو بالکل بے عیب مطلق جمیع صفات حسنہ کا پتلا بنا کر دکھایا ہے اور دوسرے کو مثل انسانوں کے مرکب "من الخطاء والنسیان" ناظرین خود سمجھ لیں کہ کس پر اعتماد

Marfat.com

کریں اور کس پر نہ کریں +

یہ لکھ کر تو ہم کو بھی طوعاً و کرہاً اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارا ہیرو بھی عیوب سے معرا نہ تھا۔ بے شک اس سے اس قسم کی خطائیں اور ایسے افعال ناشائستہ جن کی صفائی ممکن نہیں بارہا سرزد ہوئے بلکہ صدہا۔ وہ کچھ نامی المانہ مسیح نہ تھا۔ نہ خالصاً مجاہد کہلاتا تھا۔ بلکہ جس طرح مسیحیوں کی طرف ہو کر مسلمانوں سے لڑتا تھا اسی طرح مسلمانوں کی طرف ہو کر مسیحیوں سے لڑتا تھا اور مسجد و گرجا دونوں کو ایک طور سے لوٹنے اور مسمار کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا بشرطیکہ موقع ملتا۔ یہ سب واجب التسلیم اور قابل بحث ہے بحث اگر ہے تو یہ ہے کہ اول تو تمام حالات۔ واقعات سید میں متن و حواشی میں بالتفصیل درج ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے سید کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ قدیم زمانہ جاہلیت کا ایک وحشی ہیرو تھا اور بس۔ دوم یہ کہ اگر حالات مذکورہ نہ بھی درج ہوں تو عقل صاف بتلاتی ہے کہ ہیرو رزم (نامورانہ بہادری) کو مذہبی اور روحانی صفات کے دائرہ میں محدود کریں۔ اور ہیرو (نامور بہادر) سے ہمیشہ صبر و تحمل۔ رحم و انصاف ہی کی توقع رکھیں تو ایک السید کیا ہم کو تمام دنیا کے ہیروں کو الوداع کہنا پڑیگا۔ پھر تو یہ کہئے کہ ہومر واقعی ہومر (اندھا) ہی تھا کہ اپنے کریکٹر کو اخلاق اور رحمدل بزرگ کے اشیلز جیسے قسی القلب شخص کو ہیرو کر دکھایا جس نے ہکٹر کی لاش کو نہایت بے رحمی سے شہر ٹرائے کی فصیل کے گرد کھینچا مگر باایں ہمہ ''اشیلز'' آج بھی دنیا میں نہایت مشہور ہیرو ہے اور ''ایلڈ'' کی زبان ہے۔ قدیم زمانہ کے نامور بہادروں میں بعید ہی ہوتے ایسے تھے کہ اُن سے بیشمار وہ ناشائستہ افعال سرزد ہوئے ہوں کہ اگر تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں ہوتے تو نہ صرف ظالم و بیرحم کہلاتے بلکہ سخت خونخوار وحشی درندے سمجھے جاتے پس مورخوں کی بڑی سخت غلطی اور کوتہ عقلی ہے کہ زمانہ حال کے مجموعہ قوانین اخلاق کی پابندی ہر اس زمانہ والوں سے کراتے ہیں جنہوں نے حالت تاریکی میں آنکھ کھولی اور اسی میں بند کر لی۔ مانا کہ وہ تہذیب یافتہ نہ تھے۔ وہ ظالم اور خائن تھے۔ اچھا تو وہ سیم و حمل ہی۔ پھر بھی تو ممکن ہے کہ ہم اُن کی نامورانہ بہادریاں۔ اُن کے یادگار زمانہ کارنامے پڑھ کر محظوظ ہوں اور یاد کریں کہ وہ اپنی تلوار کو گھماتے ہوئے کس طرح دشمن کی طرف لپکتے تھے۔ اُن کا حملہ کیسا سخت اور خوفناک ہوتا تھا اُن کے بلند اور موزون قد شعلہ فشاں آنکھیں حملہ کے وقت کیسی پیاری معلوم ہوتی تھیں غرضکہ بیشمار ایسی باتیں ہیں جن سے ہم اُنہیں اس طرح محظوظ ہو سکتے ہیں جیسے ہم نہ کہ وہ فلاسفر یا علم الاخلاق تھے۔ الٰہی فلسفہ تھے حسن معاشرت اور طرز تمدن ان سے سیکھیں

Marfat.com

تھے۔ وہ ان میں سے کچھ بھی نہ تھے بلکہ وہ تو صرف نامور بہادر۔ تیغ آزما دلیر میدان تھے۔ یا دلیروں کے سردار تھے اور بس +

السید کسی کے نزدیک کچھ ہی ہو مگر اہل سپین اس کو سچا قومی ہیرو سمجھتے تھے اور سمجھنے کی وجوہ بھی معقول تھیں۔ اول یہ کہ وہ نہایت بہادری سے لڑا۔ اور یہ صفت اس زمانہ میں عظمت و امتیاز حاصل کرنے کے لئے کافی تھی۔ دوم یہ کہ قدیم فسانہ کے ہیرو یعنی "برناڈو وڈل کارپیو" اور صلی فرنندو گانزالیز کی مانند وہ کسٹائل کا شجاع تھا اور شاہ لیون کا مقابلہ کر کے اس عداوت دیرینہ کا بار بار ثبوت دے چکا تھا جو اہل کسٹائل کو اپنے کامیاب اور زبردست حریف اہل لیون سے نسلاً بعد نسل چلی آتی تھی وہ لیون جس نے کسٹائل کی طاقت کو آخرکار سلب کر لیا تھا۔ سوم وجہ السید کے قومی ہیرو ہونے کی یہ تھی کہ بھاٹوں نے جو اس زمانہ کے مستند قومی مورخ تھے قصے گھڑنے میں اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا (سہواً یا عمداً یا مصلحتاً) کہ اس کو مسلمانوں سے کیسے لمبے چوڑے تعلقات اور کس قدر دلی ہمدردی تھی۔ بلکہ کفار (اہل اسلام) کے مقابلہ پر وہ اس کو صرف حامی ملت المسیح ہی سمجھتے تھے۔ لیکن الفنسو ششم سے ہمیشہ برگشتہ رہنے کے سبب سید جس قدر اہل کسٹائل کی نگاہ میں خصوصیت کے ساتھ جلیل تھا۔ اسی قدر الفنسو اعظم کے نزدیک ذلیل تھا چنانچہ حیات سید میں اس نے صاف لکھ دیا ہے جس سے "واقعات سید" سوتی ہما نے مستخرج کیا ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ الفنسو اپنے قلم سے سید کی حیات لکھے اور سید نے اس کے ایک بزرگ کی جو سرتابی اور گستاخی کی تھی اس کو قلم انداز کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ "حیات السید" کے انگریزی ترجمہ کو جس کو سودی صاحب نے "فسانہ سید منظوم" کے چیدہ اور دلچسپ انتخاب سے جا بجا مزین کیا ہے۔ جب پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مصنف نے اس بیہودہ خوشامد اور بیجا مدح سرائی پر قرار واقعی نکتہ چینی کی ہے۔ جو سپین کے بھاٹوں نے قومی جوش میں آ کر نظموں اور فسانوں میں بلا تکلف روا رکھی ہے یہ کتاب نہایت ہی عمدہ اور دلچسپ ہے بلکہ اگر اس میں واقعی اور معتبر حالات درج ہوتے تو ہم کہتے کہ بہمہ صفات موصوف ہے۔ تاہم بحیثیت مجموعی اور بہمہ نقوص و عیوب اس کا ہیرو ایک سچا اور اعلے ہیرو کر کے دکھلایا گیا ہے۔ اور کتاب مذکور قدیم طوفان خیز زمانہ کا ایک نہایت عجیب و دلچسپ فوٹو اور سپین کے رزمی ناموروں کی بہتی تصویر کا گویا مرقع ہے +

سید کے حالات اگر مجملاً ہی لکھے جائیں تو ایک پوری جلد چاہیئے۔ ہم اس مختصر کتاب میں اس سے

Marfat.com

زیادہ کچھ نہیں کر سکتے کہ "حیات سِڈ" سے بعض نہایت دلچسپ مقامات اختصاراً درج کریں۔ ہیرو کی ابتدائی عمر کے حالات مثل کتاب سربمہر ہیں۔ تاریخی اسٹیج پر وہ اوّل ہی اوّل ۱۰۶۴ء میں نمودار ہوتا ہے اِس وقت اگرچہ اُس کی عمر پورے بیس برس کی بھی نہ تھی مگر ریاست ناوار کے ایک مشہور نامور شجاع کو لڑائی میں پچھاڑ کر خطاب "المبارز" حاصل کر چکا تھا۔ اِس کے بعد جلد ہی افواج کسٹائل کا سپہ سالار مقرر ہو گیا۔ اسی اثنا میں اُس نے سانکو شاہ دار کے ساتھ ہو کر اُس کے بھائی الفنسو شاہ لیون کو اچانک حملہ کر کے جا لیا اور اُس کو مغلوب و منقید کیا جو اگرچہ صریحاً دغا اور فریب تھا۔ مگر اُس زمانہ جاہلیت میں "خدعۃ الحرب" یعنی جنگی لطائف الحیل خیال کیا جاتا تھا۔ آخر سانکو بیلی ڈو کے ہاتھ سے زامورا کی فصیل کے نیچے قتل ہوا۔ اور وہ الفنسو اُس کا جانشین ہوا جس کو سِڈ ایک مرتبہ پیشتر جلاوطن کر چکا تھا۔ یہ دیکھ کر ہمارا ہیرو اُس کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ نئے بادشاہ نے کسٹائل کے شہرہ آفاق شجاع کی بڑی خاطر مدارات کیں۔ بلکہ اپنی چچازاد بہن کی شادی بھی اُس کے ساتھ کر دی مگر بعد کو حاسدوں کے افسانے سے اُس کو اپنی گذشتہ جلاوطنی اور اُس کے مصائب و آلام کے سوہان روح تازہ ہو گئے۔ اس وجہ اور نیز اور وجوہ سے الفنسو سِڈ کا مخالف ہو گیا اور آخر کو اُس کو شہر بدر کر دیا۔ ایسی اندوہناک رخصت اور جلاوطنی پر "حیات سِڈ" کے مصنف سے زیادہ کون نوحہ خوانی اور اشکباری کر سکتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

سِڈ نے اپنے تمام اعزا و اقارب۔ دوست آشنا اور ماتحت کسانوں کو جمع کیا اور شاہ الفنسو کے حکم جلاوطنی کا حال سُنا کر پوچھا کہ اُن میں سے کون کون شریک حال ہوں گے اور کون کون ٹھہر جائیں گے۔ یہ سُن کر اُس کا چچازاد بھائی الورفینز جو برمنی کا رہنے والا تھا آگے بڑھ کر بولا۔ ہم سب آپ کے ہمرکاب چلیں گے۔ خواہ آپ بیابان جنگلوں اور بیابانوں میں رہیں یا آباد ملکوں میں۔ ہم کسی طرح آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ ہماری خچریں اور گھوڑے۔ ہمارا جان و مال سب آپ پر نثار ہیں اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہمارے دل آپ کی محبت سے اور ہمارے ہاتھ آپ کی خدمت سے خالی نہ ہوں گے اور ہمیشہ وفاداری کریں گے چنانچہ سب لوگوں نے الورفینز کے ساتھ اتفاق کیا [illegible] اُن کے اخلاص و عقیدت اور دوستانہ مروت کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ اگر وقت ایسا آئے گا کہ میں تمہاری اس وفاداری کا نعم البدل دوں گا۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو اپنے محل کی طرف حسرت آمیز نظر سے دیکھا کہ اُس کا عالیشان محل خالی ہے۔ تمام صندوق اور دروازے کھلے پڑے ہیں۔ نہ کھونٹیوں پر کوٹ اور چادریں لٹکتی ہیں۔ نہ برآمدہ میں شکرے اور باز [illegible]

Marfat.com

جب اُس نے یہ لُٹی اور برباد حالت دیکھی تو وہ آبدیدہ ہو کر بولا۔ افسوس! یہ سب کچھ میرے کامیاب دشمنوں کے کھلائے ہوئے ہیں۔ خیر خدا کا ہر حالت میں شکر ہے۔ اور پھر مشرق رو ہو کر ادب سے جھک کر کہنے لگا۔ اے مادر مقدس! پاک مریم! اور اے تمام اولیائے عظام! میرے حق میں دعا کیجئے کہ وہ میرے بازوؤں میں قوت دے تاکہ تمام کفار اور دشمنوں پر فتح پا کر ان کو غارت کروں اور ان سے بقدر مال و متاع حاصل کروں کہ میرے جان نثار رفیقوں اور وفادار ساتھیوں کی ضرورت کا پورا پورا انتظام ہو سکے۔ اس کے بعد اُس نے بھائی الورفینز کو بلا کر کہا کہ دیکھنا بادشاہ نے جو ہم پر ظلم کیا ہے اس میں غریبوں کا قصور نہیں پس خبردار! ان کو راستے میں کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ پھر اُس نے اپنا گھوڑا مانگا۔ ایک بڑھی عورت نے جو اپنے دروازہ پر کھڑی تھی دعا دی کہ جا۔ نہایت ساعت ہے۔ جو کچھ تیرا مقصد ہے پورا ہوگا۔ اس کے بعد وہ سوار ہو گیا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ خدا کی عنایت و مہربانی سے ہم کسی دن کافی عزت و دولت لیکر واپس ہونگے۔ جب تمام جماعت سوار ہو کر نکلی تو لوگوں کا جم غفیر ان کے دائیں ہاتھ پر تھا اور جب وہ برگوس میں داخل ہوئے تو بائیں ہاتھ پر۔"

سید ساٹھ آدمیوں کے ساتھ برگوس میں داخل ہوا۔ شہر کے تمام باشندے اناث و ذکور کھڑکیوں میں سے اس کو جھانک جھانک کر افسوس کرتے اور روتے تھے اور سب ہمزبان ہو کر کہتے تھے۔ کہ افسوس کیسا شجاع جوانمرد ہے۔ کاش کسی سردار کے ماتحت ہوتا اور ہر ایک اس کی خیر مقدم کرنے کے لئے تیار رہتا۔" مگر مجبوری تھی کیونکہ شاہ ڈون الفنسو نے غضبناک ہو کر منع کر دیا تھا کہ اگر کوئی باشندہ برگوس سید کو اپنے گھر میں پناہ دیگا تو اس کی جائداد ضبط ہوگی اور آنکھیں نکلوا دی جائیں گی۔ اس وجہ سے تمام لوگ غمگین تھے۔ اور جب سید نزدیک آیا تو سب لوگ اپنے گھروں میں چھپ گئے کیونکہ بموجب فرمان شاہی ان کو اس سے بات کرنی بھی منع تھا۔ سید وہاں سے لوسانڈا میں گیا اور جب اُس کے دروازہ پر پہنچا تو اس کو بند پایا۔ کیونکہ بادشاہ کا یہی حکم تھا۔ اس نے چلا چلا کر آوازیں دیں مگر اندر سے کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر وہ گھوڑا بڑھا کر دروازہ تک پہنچا اور اپنا پاؤں رکاب سے نکال کر اس میں زور سے لات ماری مگر دروازہ نہ کھلا کیونکہ وہ مضبوط بند کیا گیا تھا۔ آخر ایک نو (۹) برس کی لڑکی اپنے مکان سے باہر نکل کر کہنے لگی۔ سیدی! ہم کیا کریں بادشاہ نے منادی کر دی ہے کہ کوئی آپ کو پناہ نہ دے۔ پس اگر ہم دروازہ کھولیں گے اور آپ کو داخل دینگے تو ہماری تمام جائداد اور اثاث البیت ضبط ہو جائیگی۔ اور آنکھیں نکال لیجائینگی۔ سیدی! ہماری عدول حکمی آپ کی کچھ مدد نہیں کر سکتی۔ خدا کی نصرت اور اولیا آپ کی مدد کریں یہ کہکے لڑکی اپنے مکان میں واپس چلی گئی۔ جب سید کو یہ حالت

Marfat.com

کی خبر ہوئی۔ تو وہ دروازہ سے نکلا اور سوار ہو کر سینٹ البری کو چلا اور وہاں گھوڑے سے اتر کر سجدہ کیا اور شکر [illegible] سوار ہو کر شہر سے باہر نکلا اور [illegible] کے قریب ٹھہرا۔ یہ جو بالکل نیا مقام ہے نصیب کیا۔ افسوس! وہ عبدالجبار جو کبھی تلوار گھماتا تھا آج ریگ بیابان پر خیمہ زن ہوا۔ اس لئے کہ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کو پناہ دے۔ اس کے ساتھ جان نثاروں کی پوری جمعیت تھی اور وہ ان کے حلقہ میں گویا کوہستانی دروں میں محفوظ تھا۔

مرغ سحر کی ابتدائی آواز سے دشت و جبل گونج رہے تھے اور صبح کی چاندنی پہاڑ کی چوٹیوں پر پڑ رہی تھی جب عبدالجبار سینٹ پاٹرو کے گرجا میں پہنچا۔ اس وقت ڈون [illegible] گرجا کا راہب نماز صبح میں مشغول تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک طرف ڈونا زہرہ [illegible] پانچ لڑکیاں عالی حسب [illegible] بڑی خشوع و خضوع سے عبادت میں لگی ہوئی تھیں [illegible] کی دستگیری کرے۔ جب اس نے دروازہ پر دستک دی تو [illegible] خوشی سے [illegible] اور سب جوش مسرت سے از خود رفتہ ہو کر [illegible] باہر [illegible] نکل آئے اور سید کو دیکھ کر سجدۂ شکر بجا لائے۔ سید نے ان سے تمام حقیقت حال بیان [illegible] کی خبر سنائی اور [illegible] اپنی طرف سے اور [illegible] طرف سے [illegible] لڑکیاں بھیجتا ہوں اور تمہارے سپرد کرتا ہوں [illegible] بیبیوں کی خبر گیری کرنا۔ اگر یہ روپیہ کافی ہو اور [illegible] سے دریغ نہ کرنا [illegible] پانچ [illegible] اس کو قبول کیا۔ اس کے بعد ڈونا زہرہ [illegible] کے سامنے ادب سے جھکا اور رو رو کر اس کے ہاتھوں کو بوسہ [illegible] افسوس [illegible] خبیثوں کی شرارت سے تمہیں [illegible] نکالا [illegible] خدمت [illegible] شاید [illegible] مجھے [illegible] دیا [illegible] سے [illegible] شادیاں [illegible] جان سے زیادہ عزیز سمجھا ہے۔

اُس روز نے روزے کھے اور سب گرجا کا گھنٹا بجا کر المبارز کی خبر مناتے رہے۔ اسی اثنا میں سید کی جلاوطنی کی خبر کسٹائل پہنچ چکی تھی اور لوگ اُس کو سن کر عموماً نہایت اندوہناک اور غمگین تھے بعض لوگوں نے گھربار چھوڑ کر اُس کی رفاقت اختیار کی بعض نے اپنے اعلےٰ مناصب کو استعفا دیدیا جس روز یہ خبر پہنچی اُسی روز ایک سو پندرہ مجاہدین کی ایک جمعیت سید کی تفتیش حال کے لئے آرلینزن پُل پر اکٹھی ہوئی اور مارٹن انٹولینیز کے ساتھ سینٹ پیڈرو کی جانب چلی۔ جب سید کو اس کی خبر پہنچی تو اس تائید غیبی پر بہت خوش ہوا۔ اور اُن کے استقبال خیر مقدم کے لئے خود سوار ہو کر چلا اور اُن سے نہایت تواضع اور خلق سے ملا۔ اُنھوں نے اُس کے ہاتھ پر بوسے دئے۔ اُس نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ خدا وہ دن جلد لائے کہ میں آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کروں آپ نے مجھ کو نہایت شرمندہ احسان کیا ہے کہ میرے پاس خاطر سے اپنے گھربار بیوی بچوں اور تمام مال و دولت پر خاک ڈالدی خدا کرے کہ میں آپ کے حسن سلوک کا دو چند بدلہ دینے کے قابل ہوں۔ مدت مقررہ میں اب کل تین دن باقی تھے۔ چھ گزر گئے تھے۔ فرمان شاہی تھا کہ ۹ دن سے زیادہ اگر وہ حدود سلطنت میں رہیگا تو سونا چاندی کوئی بیش بہا شئے اُس کا خونبہا نہ ہو سکیگی۔ اُس دن وہ سب ملکر جلسہ دعوت میں مشغول رہے قریب شام سید نے اپنا تمام مال و متاع حسب لیاقت سب میں تقسیم کر دیا۔ اور اُن سے خواہش کی کہ اگلے دن علی الصباح نماز فجر میں سب اکٹھا ہوں اور وہیں سے رخصت ہوں۔ چنانچہ صبحدم مرغ سحر کی آواز سے پیشتر وہ سب تیار ہو گئے۔ راہب امام نے نماز صبح پڑھائی اور یہاں سے فارغ ہو کر سوار ہونے چلے۔ سید نے اپنی پیاری بی بی اور ننھے ننھے بچوں کو رخصت کیا اور دعائے خیر کی۔ وہ ایک دوسرے سے اس طرح رخصت ہوتے تھے جس طرح جیتا ناخن انگلی سے علیحدہ ہوتا ہے۔ ہر ایک حسرت انگیز نظر سے دوسرے کو تکتا تھا اور روتا تھا۔ اتنے ہی میں الوریفینز نے آکر کہا۔ السید! تمہاری جرأت دلیری کہاں ہے؟ تمہاری ماں نے تمہیں نیک ساعت میں جنا ہے۔ سفر دشوار ہے۔ منزل کی فکر کرو ممکن ہے کہ تمہارے رنج راحت سے مبدل ہو جائیں"۔

"حیات سید" میں اس واقعہ کو نہایت ولولہ انگیز زبان میں تحریر کیا ہے اس کے بعد سید نے مسلمانوں کی ملازمت اختیار کی شاہ زاراگوزا نے جو شمال کے مسلمان شہزادوں میں اس وقت سب سے زیادہ ذی اقتدار تھا۔ اُس کو بڑی خوشی سے اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ سید نے اپنے ہی تن کے جوانوں کے ساتھ جو بوجہ حرص غنائم اُس پر ہزار جان سے فریفتہ تھے۔ اراگون پر اس قدر تیزی اور کامیابی سے حملے کئے کہ صرف پانچ روز میں بیشتر حصہ ریاست کو تہ و بالا کر کے۔ اس سے پہلے کہ مسیحی واقف

Marfat.com

ہوا و پہاڑ کو اگر یں حیثیت سے لپٹ گیا اس کے بعد مسلمانوں کی ایک فوج نے کونت یار [illegible]
پر چڑھائی کی اور اس کو شکست فاش دی اپنا حلقہ بگوش بنا لیا اس جنگ کے حالات کس قدر [illegible]
میدان جنگ میں کس طرح مظفر و منصور اور شادمان مسرور رہتا تھا حضرت خالد بن ولید [illegible]
ہم بیان نہیں کر سکتے لکھا ہے کہ یہود بن موذ نے [illegible] آخر [illegible]
شہیدی! المبارز" خدا ہماری مدد کرے ہیں اس بار منہ کی جماعت کے بیچ [illegible]
کرونگا اور پھر دیکھونگا کہ تم کس طرح اس کی حفاظت کر کے اپنا وعدہ پورا کرتے ہو [illegible]
آگے بڑھنے لگا۔ المبارز چلایا کہ خبردار یہ موذ بڑا آگے نہ بڑھ [illegible]
مگر یہ موذ بز نے ایک نہ سنی اور برابر قدم بڑھائے چلا گیا یہاں تک کہ ایک بڑے [illegible]
[illegible] کر دیا۔ مسلمان چاروں طرف سے اس پر لوٹ پڑے [illegible]
چھین لیں اور اس کو زخموں سے چور چور کر دیں۔ مگر یہ موذ بز کے [illegible] اور شیر ببر کی طرح [illegible]
ایک شخص نہ تھی۔ دشمن اس پر ہاتھ نہ ڈالنے پایا کیونکہ وہ نہایت بہادر اور مشہور تھا [illegible]
نے اس کو دشمنوں کے حلقہ میں دیکھا تو اپنے جوانوں کو اس کی مدد اور حفاظت کے لئے حکم دیا
بہادر جوانوں نے فوراً حملہ کر کے [illegible] نیزوں کے [illegible] پیچھے کئے [illegible]
کو ایک ساتھ حملہ کیا [illegible] روح [illegible] جن کے سروں پر [illegible]
حرکت میں آگئے اور [illegible] مسلمانوں کے سینے چھیدتے ہوئے نکل گئے [illegible]
چلایا کہ [illegible]! اے دلاوران صف شکن! خبردار جماعت بانٹنے پائے [illegible]
[illegible] رہیں یاد رکھو کہ میں ناموری کو [illegible] ہوں اس [illegible]
[illegible] شروع ہو گئیں [illegible] ہو گئے [illegible]
سفید چہروں پر بہادروں کے خون کی افشاں لگائی [illegible]
[illegible] اہل التوحید نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] اہل التثلیث نے سینٹ پالوگی [illegible]
[illegible] شور سے کان کے پردے پھٹے جاتے تھے [illegible]
[illegible] یہ موذ بز کی [illegible] مسلمانوں کے [illegible]
[illegible] اور قتل کرتا چلا [illegible] سو جوانوں کو قتل کر کے [illegible]
ہو کہ یہ نامور جوان [illegible] میدان کون تھے [illegible]

نہیں ممکن ہے کہ ان کے نیک نام اور نیک کام ہمیشہ زندہ اور یادگار زمانہ رہیں جو لوگ اپنے شوق سے کارنامے نمایاں کریں یا کرنے کی امید کریں وہ ہرگز ایسا نہ سمجھیں۔ اب میں بتلاتا ہوں کہ یہ مرد میدان کون تھے سب سے اول سید امیاز جس نے مطلقاً زین پر سوار ہو کر سب سے زیادہ دادِ جوانمردی دی۔ الوفیز زمینایا۔ مارٹن انٹولینیز۔ مونوگسٹالس اور مارٹن مونوز جس نے منٹی میور کو لیا۔ الوہ الوریز الویرسلواڈورس۔ ریاست ارگان کا مشہور شجاع گالن گارشیا۔ المبارز کا بھتیجا فیلیز مونوز جس طرف سید بڑھتا تھا مسلمان اس کے سامنے رستہ بناتے چلے جاتے تھے۔ کیونکہ اس نے ان کو بےدریغ تہ تیغ کیا تھا۔ اثنائے معرکہ میں مسلمانوں نے الوفینز کی گھوڑی کو مار ڈالا اور نیزہ توڑ ڈالا۔ جب بھی وہ پیادہ پا صرف تلوار ہی سے لڑتا رہا۔ مگر سید حالت دیکھ کر آگے بڑھا اور مسلمان سردار مشنی بنغازی کو جو ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار جاتا تھا۔ مار کر نیچے گرا دیا اور اس کے گھوڑے کو الوفینز کے سامنے لا کر کہا۔ منایا! لو اس پر سوار ہو جاؤ۔ کیونکہ میں تمہیں اپنا دایاں بازو سمجھتا ہوں۔

سید کے مقبل اور مبارک زمانہ کا سب سے مشہور واقع ویلنشیا کی فتح ہے۔ پولیٹکل مصالح اور ملکی مہمات کی مجبوریاں اس امر کی مقتضی ہوئیں کہ سید۔ والئے ویلنشیا کا جو شاہ نزار اگوراتھا۔ پروٹیکٹر (محافظ) مقرر ہو۔ اس حیثیت سے بااثر و عزت ویلنشیا میں اس کا عمل دخل ہو گیا۔ مصنف "حیات سید" لکھتا ہے "سید جب ویلنشیا میں گیا تو شاہ یحییٰ اس سے نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور چار ہزار مارا ویڈیس (ایک سکہ) ہفتہ وار دینا کئے۔ سید کی طرف سے یہ شرطیں ٹھہریں۔ کہ وہ قلعہ جات مختلفہ کو مطیع رکھے اور مجبور کرے کہ جو کچھ خراج وہ پہلے شاہان ویلنشیا کو دیتے تھے وہ اب شاہ یحییٰ کو بھی دیں علاوہ اس کے تمام بیرونی دشمنوں سے کیا مسلمان کیا مسیحی سب سے شاہ یحییٰ کی حفاظت کرے اور ویلنشیا میں سکونت اختیار کرے اور جو کچھ لوٹ مار کر لائے وہیں ذخیرہ کرے اور وہیں فروخت کرے۔ یہ عہدنامہ تحریر میں آ کر طرفین پر واجب التعمیل ہوا۔ چنانچہ سید نے تمام قلعہ جات کے نام احکام جاری کر دئیے کہ وہ حسب دستور سابق شاہ یحییٰ کو خراج ادا کریں سب نے منظور کر لیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک سید کی خوشنودی حاصل کرنے کا آرزومند تھا۔ ویلنشیا کے اس اعلیٰ منصب پر متمکن ہو کر سید نے قرب و جوار کی ریاستوں پر یلغار شروع کر دی جس طرف گیا مظفر و منصور واپس آیا۔ ریاست ڈینیا اور زٹیوا پر فوج کشی کی۔ وہاں تمام موسم سرما قیام کر کے اس قدر لوٹ مار کی۔ کہ اوریہولا اور زٹیوا کے بیچ میں ایک دیوار تک باقی نہ رہی اور جو کچھ مال اور بندی غنیمت میں ہاتھ آئے ان کو بموجب شرط عہدنامہ۔ ویلنشیا میں لا کر فروخت کیا۔ جب ان

Marfat.com

[illegible] میں مشغول تھا۔ تو ایک مرتبہ دوبارہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا اُس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ الفانسو نے ۱۰۹۱ء میں عفو جرائم گزشتہ کر کے سید کو پھر واپس بلا لیا۔ اور تمام فتوحات مقبوضہ [illegible] فرمان لکھ دیا کہ آئندہ سے سید کی فتوحات خود بادشاہ کی فتوحات خیال کی جائیں گی [illegible] خود مختار [illegible] شہزادہ تسلیم کر لیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد الفانسو [illegible] بدظن ہو گیا۔ اور جب سید شمالی علاقہ جات کو تاخت و تاراج کرنے میں مشغول تھا۔ تو فرصت غنیمت جان کر اُس نے [illegible] کا محاصرہ کر لیا۔ المبارز کو جب یہ خبر ملی تو آگ بگولا ہو گیا [illegible] الفانسو کے [illegible] بجات مجبرا۔ کلاہرا کی آتش و شمشیر سے خبر لی۔ [illegible] کر کے خاک میں ملا دیا۔ اور جیسا کہ لاطینی زبان کا قول ہے "نہایت جنگیانہ [illegible] سے تمام علاقہ کو زیر و زبر تاخت و تاراج اور اس کی تمام سرسبز [illegible] کے قابل بنا لیا۔ اب الفانسو کو بجز اس کے کیا چارہ [illegible] اپنے ملک کی حفاظت کرے۔ مگر سید اسی انتہا پر اپنا کام پورا کر کے [illegible] دیکھ کر اس نے محاصرہ شروع کر دیا۔ نو (۹) مہینہ [illegible] کی شدت سے سخت مصائب و آلام اور رنج اٹھانا پڑا۔ انکالیف جھیلنا پڑیں [illegible] کسی قسم کی اذیات محاصرہ سے دریغ نہیں کیا محصورین کی فاقہ کشی [illegible] یہ نوبت پہنچی کہ اپنے نیم جاں باشندوں کو بار گراں سمجھ کر باہر نکالنا شروع کر دیا [illegible] بال بچے اور [illegible] ہو کر دیوانہ وار باہر نکل آئے۔ جو اس طرح محاصرین کے ہاتھ آئے وہ بے رحمی سے قتل ہوئے یا غلام بنا لیے بعض مسلمان مورخوں کا قول [illegible] سید نے [illegible] جلا دیا۔" حیات سید کا مصنف اپنی معمولی لاطینی زبان میں لکھتا ہے کہ شہر میں اُس وقت آذوقہ بالکل بے بہا اور نایاب تھا۔ اور باشندے زندہ رہنے [illegible] کی شدت سے چلتے چلتے بازاروں میں گر کر جان دیتے تھے [illegible] شاعر باشندہ ویلنشیا اس طرح نظم میں لکھتا ہے۔ ویلنشیا! ویلنشیا! افسوس [illegible] ہو رہی ہیں [illegible] باقی [illegible] الغرض قسمت [illegible] انجام [illegible] ہوا۔ اگر کسی [illegible] کیونکہ گو کبھی [illegible] مسلمان [illegible] پر ناز کرتے تھے اور [illegible] میں [illegible] ہوتے تھے لیکن [illegible] ازلی [illegible] تقدیر ہی [illegible]

Marfat.com

تباہ اور برباد کر دیجائے۔ تو یہ تیرے گناہوں کی سزا ہے۔ تیرے غرور و تمکنت کا یہ انجام ہے۔ وہ ساعت بہ قریب ہے کہ تیری بنیاد کے چاروں ستون باہم ملکر تیرا ماتم کریں۔ اگر یہ ممکن ہے تیری مضبوط دیوار جو ان ستونوں پر قائم ہے۔ تیری قسمت کے خوفناک فیصلے سے لرز لرز کر گرنے کے قابل ہے۔ اس صدمۂ جانکاہ سے اُس میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہی۔ تیرے عالیشان برج جن کی خوبصورتی اور بلندی کبھی سیاحوں کے لیے نظر فریب اور سرور خیز تھی۔ اب تیری مصیبت دیکھ کر شکستہ ہوتے جاتے ہیں۔ تیری سنگ مرمر کی ایسی شہر پناہ جو دُور سے چمک چمک کر دیکھنے والوں کی نظریں خیرہ کرتی تھی۔ اب تیرے ماتم میں اپنا تمام حسن اور آب تاب کھو بیٹھی ہے۔ تیرا خوش خرام دریائے **وادی الکبیر** مع اپنے تمام معاونین کے جنہوں نے تجھ کو ہمیشہ سرسبز اور سبز بخت رکھا ہے۔ اب تجھ سے بیزار ہو کر اپنی قدیم گذرگاہ چھوڑتے چلے جاتے ہیں اور تجھ سے بچ بچ کر چلتے ہیں۔ تیری صاف شفاف آب رواں کے چشمے جو مردم و مرغ و مور کیلئے یکساں طور سے گویا چشمۂ آب حیوان تھے۔ اب غلاظت کی کثرت سے ساکن ہیں اور گویا تیری حالت دیکھ کر دم بخود ہیں۔ تیرے شاداب گلستان۔ ترو تازہ باغات۔ رشکِ جنت الفردوس جو کبھی تجھ کو نہایت شگفتگی سے اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے اور تیری نازک فصیل کو اپنے قدرتی دامنوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ اب بالکل بے برگ بے ثمر ہیں کیونکہ خونخوار بھیڑیوں نے ان کی جڑوں تک برباد کر دیں۔ تیرے رشکِ چمن اور مالا مال خیابانیں جن میں ہفت رنگ نظر فریب پھولوں سے گلزار ارم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ اور تیرے عزیز الوجود فرزندوں کے لئے تفریح گاہیں تھیں۔ اب خاک بسر دشتِ کربلا کا نمونہ ہیں۔ تیری شاندار بندرگاہ۔ تیرا مایۂ نازِ تجارت۔ اب اس رونق اور نوا سے خالی ہے جو تیرے اقبال کے زمانے میں تیری بدولت اُس کو حاصل تھیں۔ جس سرزمین کی نزاکت بھی عروس الغریب کہلاتی تھی۔ اب اس کو ایک شہر آشوب جہاں سوز آتش نے آتشکدہ بنا دیا ہے جس کا پریشان کرنے والا دھواں تجھ کو عذاب جہنم کی یاد دلا رہا ہے۔ افسوس! تیری مرض الموت کا دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ تیرے ناسور دل کے اندمال سے اطبائے زمانہ قاصر ہیں۔ بلنشیا! بلنشیا! ہر طرف سے مایوس اور دل شکستہ ہو کر۔ تیرے غم کی سوزش نہاں سے سُلگ سُلگ کر میں نے تیری حسرت انگیز داستان بیان کی ہے میں اس دردِ دل کو بڑی خوشی سے ارمانِ دل بنائے رکھتا اور کسی کو شریکِ غم نہ کرتا۔ مگر افسوس! کہ افشائے راز کی سخت ضرورت ہے +

آخر بلنشیا کی ساعتِ ناگزیر آ پہنچی۔ جون ۱۰۹۴ء میں بھوک کے زور سے شہر پناہ کھل گیا

Marfat.com

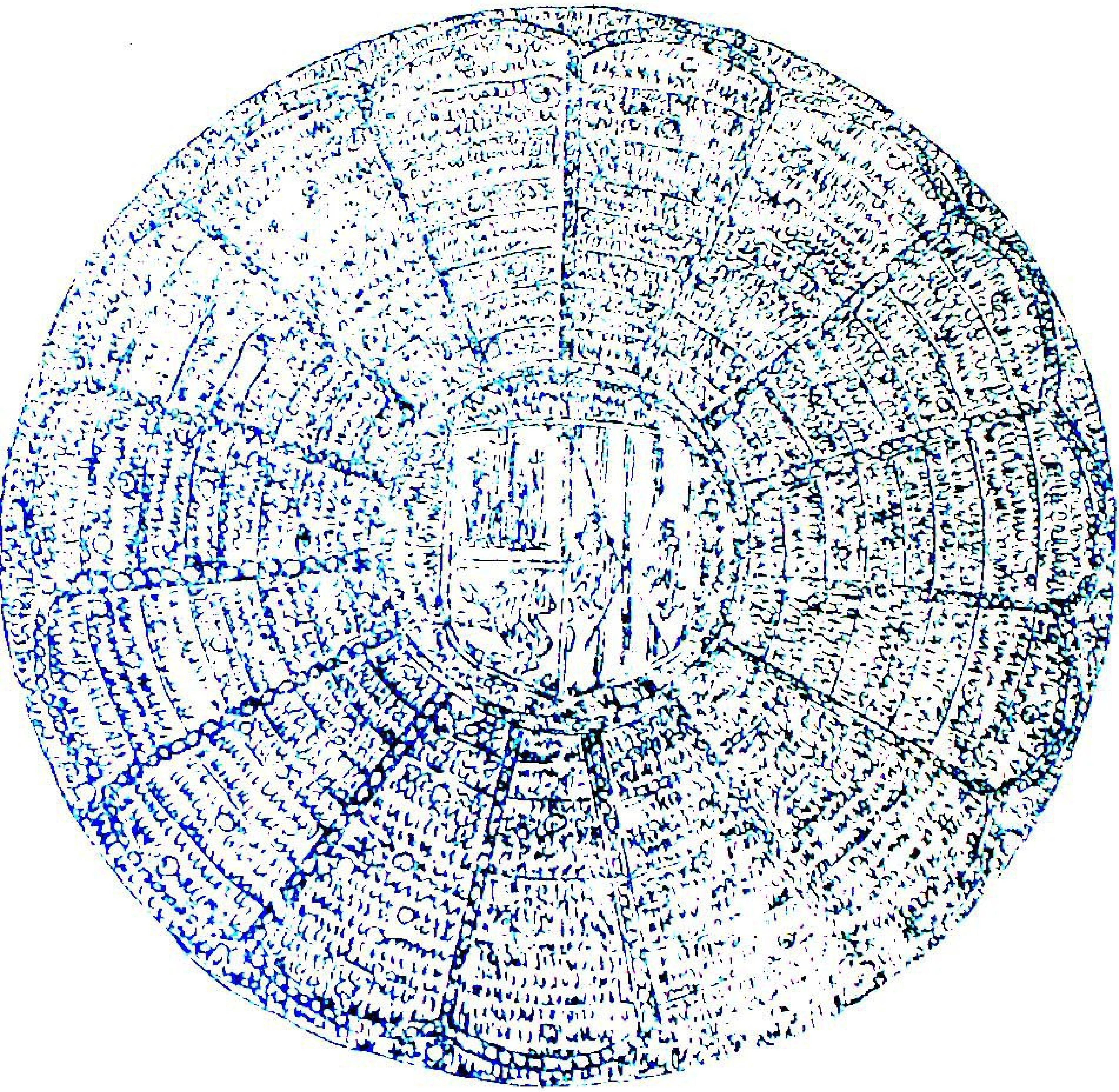

شمعدان - بیون کے سٹائیل دار کان نے تمثیا ایک چینی پلیٹ میں
جڑے ہوئے ہیں -

Marfat.com

Marfat.com

متعلق صفحہ ۱۵۴

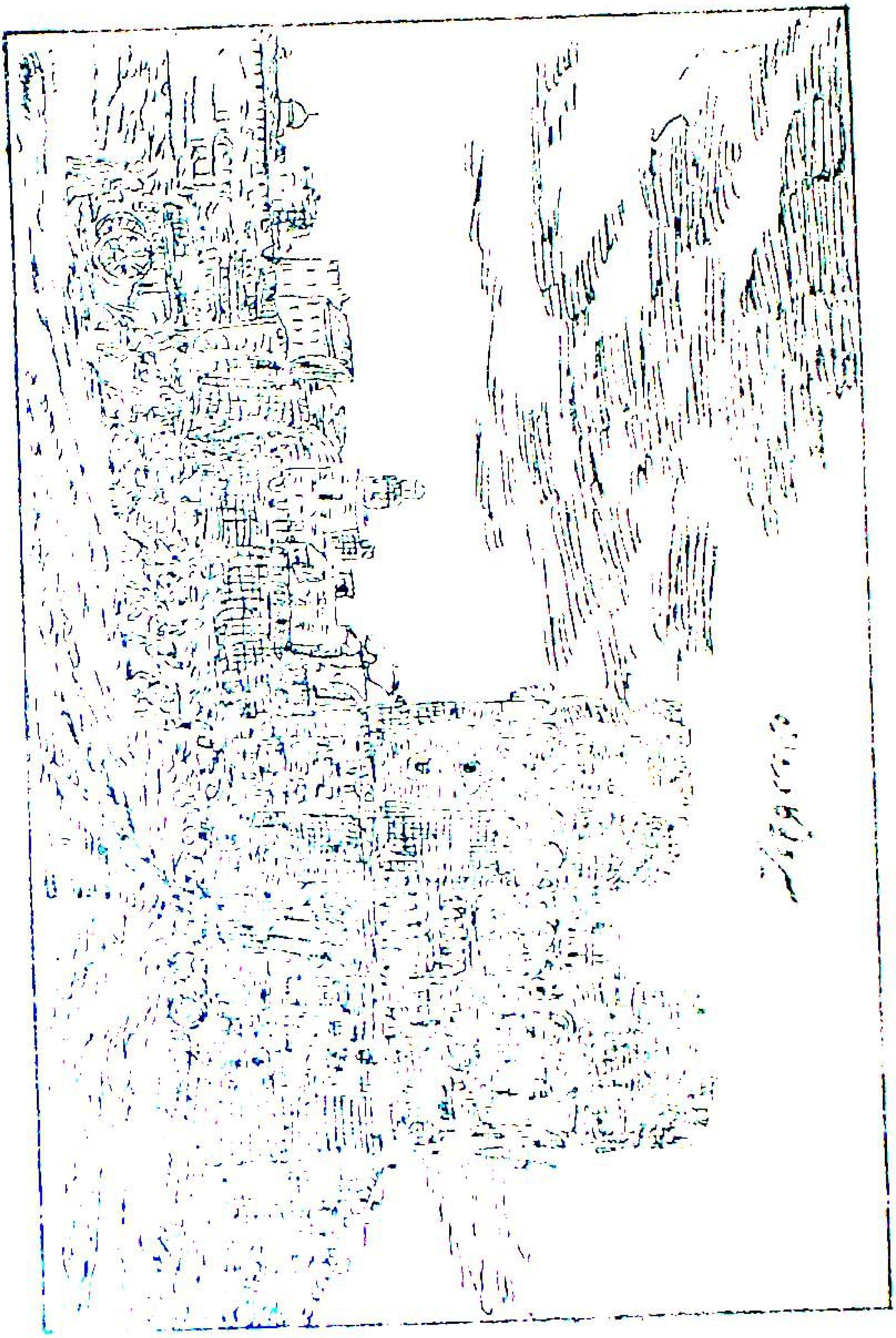

Marfat.com

Marfat.com

اور سید کو پھر ایک شخص دشمن و قتل ہوا اور ... مقابل روز پڑ کر انہوں نے شکست نہ کھائی تو اس نے نہایت
سخت شرائط پر اس شہر کی بابت صلح کی۔ انگریز کو شہر کے حوالہ کر دیا۔ اس سے نزدیک بہادران کے سامان کے
لیے گنجائش کی گئی ... شائستہ ... سلوک نہیں کیا۔ مگر پھر بھی خلاف توقع
قتل عام یا کوئی اور وحشیانہ ظلم بھی نہیں کیا گیا۔ تاہم باشندگان شہر کچھ ہی عرصہ تک ... خانماں برباد ہوئے
گر جان جو کچھ ... بجز رنجوں کے کچھ نہ تھا۔ اس وقت سید کا ستارہ اقبال عروج پر تھا۔
دور و نزدیک کوئی مقابل نہ تھا۔ اس نے درگاہ سینٹ پیٹرز سے اپنے بال بچوں کو بڑی عزت
و احترام سے بلایا۔ ... کا خود مختار بادشاہ بن کر ریاست کے قرب و جوار میں شہنشاہ تسلیم کیا گیا
شاہ ارگون نے ... کر کے ظل حمایت ... تمام ہمسایوں نے ... خراج دینا منظور
کیا ... سے اس کو ایک لاکھ بیس ہزار اشرفیاں سالانہ وصول ہوتی تھیں۔ دس ہزار
والیٔ **البراسن** ۔ دس ہزار حاکم **البونٹ** سے چھ ہزار ... **مرو وڑ** روے
سے ... آخر ... کی فتح کے خواب دیکھنے لگے۔ ... کہا کرتا تھا کہ ایک
راڈرک نے سلطنت دی، دوسرا **راڈرک** ... سے ... شکست
... "حیات سید" میں اس کے معرکہ کی کیفیت اس طرح لکھی ہے :

دن گذر گیا۔ رات آئی ... سید ... **سینٹ پیٹر** ... **ہیلیوم**
امام خطیب ... نماز صبح پڑھائی اور حمد و ثنا کے بعد ... سورہ ...
بڑی رقت ہوئی۔ ہر شخص نے اپنے گناہوں کا اعتراف ...
ان کو نہایت جوش دلایا اور کہا کہ جو شخص آج کے دن ... ہو گا ...
دیتا ہوں ... کہ اس کے صغائر و کبائر معاف ... اللہ تعالیٰ ... پھر سید
کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ ... صبح ... نماز پڑھائی اور ...
درخواست کرتا ہوں کہ آج جو شخص اول میدان میں ... دشمن کو ...
سید نے ان شاء اللہ درخواست کو منظور کیا ...
چلے اور شہر کے اس دروازہ سے باہر نکلے جس کو باب ...
تھے کیونکہ دشمن کا بڑا زور اسی طرف تھا اور باقی دروازوں پر ...
... **الوفیرز** اپنے دستہ ...
اور سید اپنے ... ہزار ... دشمنوں کے مقابلہ ...

Marfat.com

تنگ تاریک مقامات ۔ دشوار گذار گھاٹیوں سے گزرتی کمینگاہوں کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر دائیں طرف کو جھکے تاکہ دشمن اُن کے اوٹ کے بیچ میں آجائیں ۔ میر عسکر نے باقاعدہ جماعت بندی کرکے پیدل فوج کو جھنڈا بڑھانے کا حکم دیا ۔ مسلمان یہ دیکھ کر جو اس باختہ ہوئے اور بہت گھبرائے ۔ مگر پھر بھی سنبھل کر بہت جلدی گھوڑوں پر زین ڈال خیموں سے باہر نکل آئے ۔ ادھر سید نے حکم دیا کہ جھنڈا آگے بڑھے ادھر ڈان ہیرا ہمو امام خطیب گرجا نہایت پھرتی سے اپنے دستہ سمیت باہر نکل آیا اور ایسے طور سے قائم ہوا کہ فوج کے تمام منتشر حصے ایک دوسرے سے سلسلہ وار مل گئے ۔ پھر تو اس قدر کارزار ہوئی کہ صدہا خاندانی پشت غازی مرد میدان میں سرپیچ و تیغ جب کھینچتے تھے زین پشت سے گر کر پیٹ پر آگئے تھے ۔ صدہا جوانمرد سوار سرخ لباس پہنے جوشن زرہ سے نقش زمین پر تڑپ رہے تھے ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بے تحاشا کشت خون ہوا ۔ مگر چونکہ دشمن کی تعداد زیادہ تھی اس واسطے انہوں نے ایک مرتبہ پھر اُٹھتے ہوئے جوش سے حملہ کیا اور قریب تھا کہ پسپا کردیں مگر سیتاب ۔ خدا اور سینٹ یاگو کو پکار پکار کر اپنی فوج کا دل بڑھانے لگا ۔ ادھر موقع دیکھ کر الو مرفینز اپنے دستہ سمیت کمینگاہ سے دفعتاً باہر نکل آیا اور جس طرف سے سمند قریب تھا اس طرف سے دشمن پر حملہ کیا مسلمان سمجھے کہ کوئی تازہ کمک کمین سے سید کی مدد کو آپہنچی اور تہ و بالا ہوکر میدان سے بھاگ نکلے ۔ سید نے فوج سمیت تعاقب کرنا اور بے طرح خبر لینا چاہا ۔ ناظرین ! اگر میں تم سے بیان کرنا چاہوں کہ عیسائیوں نے آج کے دن کیسی داد جوانمردی دی تو یہ ممکن نہیں کہ بیان کرسکوں ۔ کیونکہ ہر جوان نے ایسے ایسے کارنمایاں کئے کہ کوئی شخص اگر دیکھتا ہے تو بیان نہیں کرسکتا خصوصاً سید نے اس قدر داد جوانمردی دی اور اس قدر مسلمانوں کو قتل کیا کہ اس کے تمام ہاتھ خون میں تربتر تھے اس روز وہ اپنے آپ کو اپنے گھوڑے (بویکا) پر ایسی اچھی طرح جم کر بیٹھا دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا اتفاق سے وقت ایک دفعہ شاہ یوسف اس کے سامنے آگیا اور سید نے اس پر تین دفعہ وار کیا ۔ مگر یوسف وار خالی دیکھ کر تلوار کی جست سے بچ گیا ۔ کیونکہ سید کا گھوڑا ہر حملہ میں آگے نکل جاتا تھا تیسری دفعہ جب وہ پلٹا تو بادشاہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بہت دور نکل گیا تھا ۔ چنانچہ یہاں سے بھاگ کر اس قلعہ کاٹڑا میں پناہ لی ۔ اس سے زیادہ سید دل نے تعاقب نہیں کیا اور مسلمانوں کو اس قدر بے دریغ قتل و غارت کیا کہ بیاسی ہزار میں سے کل پندرہ ہزار میدان سے جان بچا کر بھاگے ۔

ناظرین مشہور ہے کہ انقلاب زمانہ کی نظر ہمیشہ یکساں نہیں رہتی ۔ لڑائی کا فیصلہ ہمیشہ یکطرفہ رہتا ہے ۔ جو ہمیشہ غالب رہتے ہیں وہ آخر کو مغلوب بھی ہوجاتے ہیں سید کی فتح نصیب فوجوں کو

Marfat.com

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۵۸

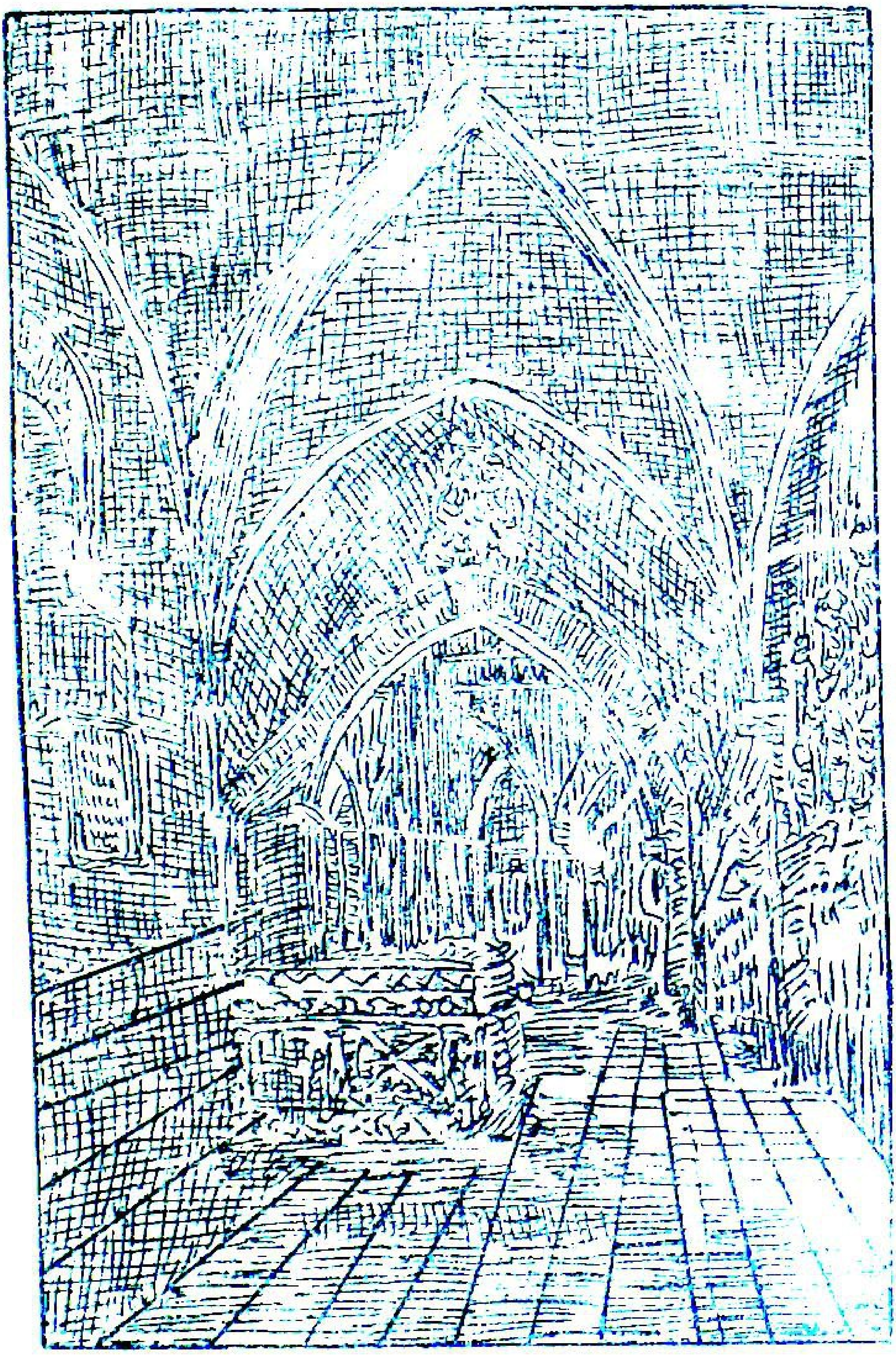

السید کی قبر

Marfat.com

بالآخر حملہ آور بن مسلمانوں کو لوٹا اتنا بڑا انتقام سے نعش کے دیہہ المبارز جولائی ۱۸۹۹ء میں مرگیا
جوارمین اس کی لاش کو طرح طرح کے معالجات سے عطر اور ممو رکھے اس پر شب بیداری کرتے
رہے۔ فسانہ نویس لکھتا ہے کہ اس کے بعد مرحوم کی وصیت کے موجب لاش کو ابوبکا کے [illegible] کی
پشت پر بٹھا کر ایسی طرح باندھ دیا کہ دور سے زندہ معلوم ہوتا تھا۔ آنکھیں منور اور [illegible]
تھیں۔ چہرہ بالکل شگفتہ ہوا تھا۔ اور ڈاڑھی کے بال سینہ پر پڑے تھے۔ اس کی وفاداری اور تلوار
ہاتھ میں تھی۔ کوئی تمیز نہ کر سکتا تھا کہ زندہ ہے یا اس کی لاش۔ اس کے بعد سید کا [illegible]
چھوڑ کر معہ فوج آگے چلا۔ بیچ میں جوارمین ابوبکا کی رکاب اور لگام تھامے [illegible]
کے ہمراہ اس کا جوان اور سب سے پیچھے اس کی بیوی ڈونا زمینا [illegible] اپنے [illegible]
اونٹوں سے [illegible] کی سواری آہستہ آہستہ شہر سے نکل کر [illegible] کے درمیان سے [illegible]
[illegible]

بارھواں باب

"خاندان بنی نصر"

غرناطہ

جب فرننڈو اور الفنسو جیسے مدبّر و اولوالعزم فرمانروا ہوں اور سید المبارز جیسے جانباز
دلاور سپاہی۔ تو پھر فتح اندلس میں کیا تھا؟ صرف وقت کی دیر تھی لیکن حقیقت وہی ہے جو ہم بیان کرچکے
ہیں کہ ہر قوم کی ترقی اور عروج کا وقت اور ہے۔ جس کے بعد تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ دنیا کے تمام
اولوالعزم اور فاتح قوموں کا یہی انجام ہے۔ قدیم مصر اور اس کے خالق علوم کو کس کی نظر کھا گئی۔ یونان
اور اس کے افلاطون حکمت۔ سکندر رزم۔ ارسطو بزم کس خاک میں مل گئے؟ وہ رومۃ الکبریٰ جو کبھی دنیا
کا مایۂ ناز دارالحکومت تھا اور وہ اس کے قیصرِ اعظم جو شہنشاہ ہفت اقلیم کہلاتے تھے۔ کس زمین کے
پیوند ہو گئے؟ ایسیریا۔ کارتھیج۔ فینشیا۔ میڈیا۔ بابیلونیا ہزاروں عظیم الشان
اور جلیل القدر سلطنتیں انتہائے کمال کو پہنچ کر تنزل پذیر اور آخر کو نیست و نابود ہو گئیں۔ اسی طرح
سلطنت قرطبہ بھی بڑھی اور بڑھ کر گھٹ گئی۔ اس قوم کی ساعتِ ناگزیر اب گویا قریب آ پہنچی تھی۔
بنی مروان کے آنے اور الحاق اندلس کرنے سے پیشتر ہی ان میں پھوٹ پڑ چکی تھی اور جب وہ نکالے
گئے تب بھی باہمی نفاق اسی شد و مد پر تھا۔ انہوں نے پولیٹکل اسٹیج کو ابھی پوری طرح خالی نہ کیا
تھا کہ ایک اور نئے ایکٹر نمودار ہوئے۔ نزاع نشست و فتنہ برخاست یعنی بنو المہدی جو ایک
متعصب اور موحد محض فرقہ کے پیرو قوم تھے۔ جب افریقہ میں بنی مروان کو مغلوب و مستاصل کر چکے تو
اس صوبہ کی فتح اور الحاق کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اپنے پیشرو اور مغلوب خاندان کی پوری پوری حالت
کریں۔ یہاں سلطنت کی یہ حالت تھی کہ مدت سے "مرحوم و مغفور" ہو چکی تھی۔ اس کے اجزائے منفرد
یعنی شاہزادگان خود سر پہلے ہی ایک دوسرے سے بیزار اور موقع ملے تو دلی کاوشیں نکالنے پر تلے
بیٹھے تھے۔ اس سے حملہ آوروں کو اور بھی آسانی ہوئی۔ چنانچہ ۱۱۴۵ء میں جبل غرناطہ الجیسراس
پر قابض ہوئے۔ ۱۱۴۶ء میں سیوائل اور مالگا پر اور اگلے چار برس میں قرطبہ اور باقی اضلاع

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۵۱

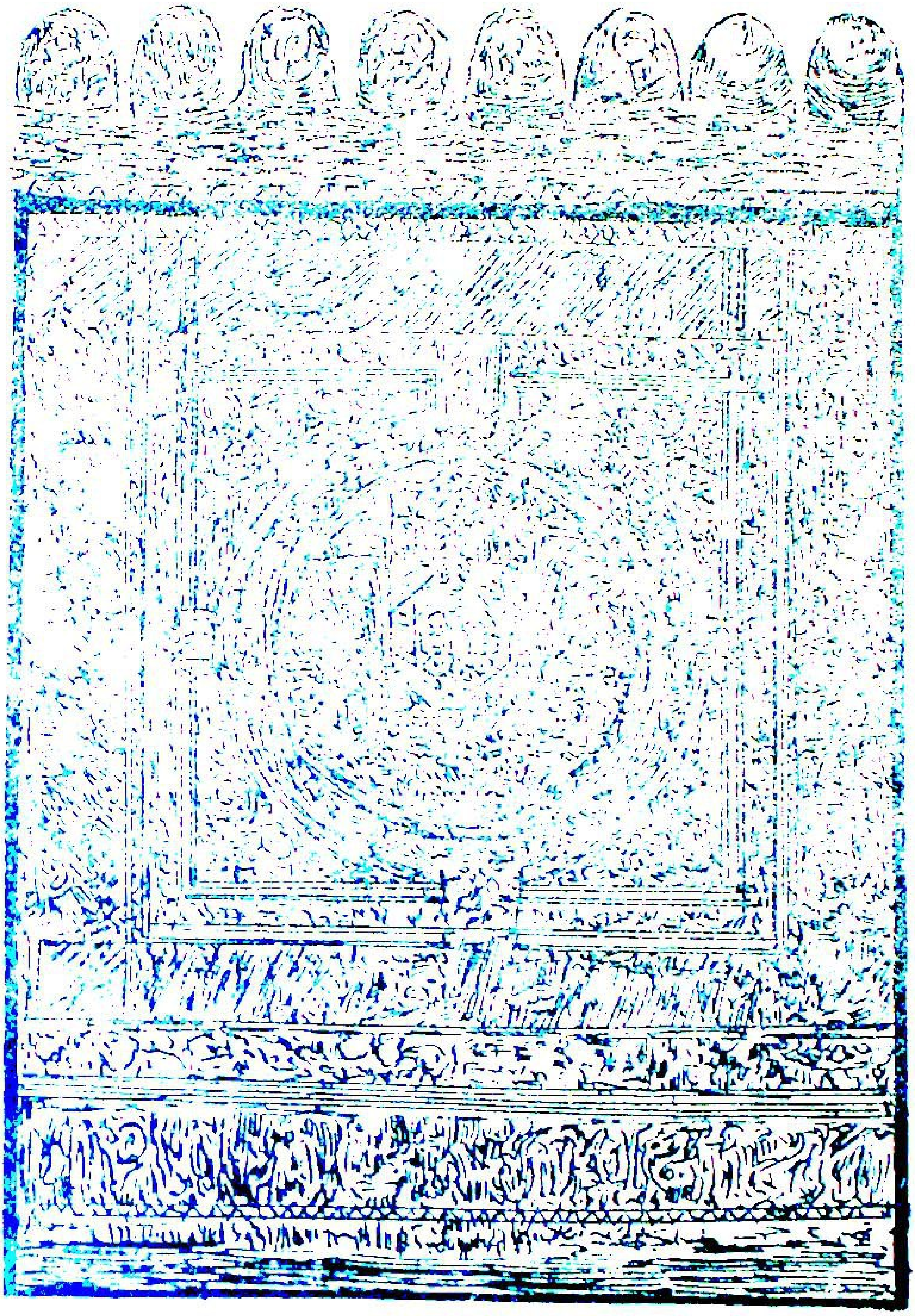

بنو المہدی کا پرچم

Marfat.com

Marfat.com

متعلق صفحہ ۱۵۶

شاہ دنزاط کی ڈھال

Marfat.com

Marfat.com

غالب ہو گئے۔ اگرچہ بعض عامل کچھ عرصے تک [illegible]

کی مدد حاصل ہوئی اور [illegible] [illegible]

بنو الموحدین [illegible]

دونوں ہی میں مستحکم حکمرانی کی یہی وجہ ہے کہ [illegible]

مدت سے عوام [illegible]

نہ صرف عالموں کو وہ کتب خانوں میں لاتے تھے [illegible]

دوسرے قبیلہ سے [illegible]

اور بس [illegible] حیثیت سے جب کبھی وہ آتے تھے تو [illegible]

[illegible] میں انہوں نے عیسائیوں کو الارکس کے میدان پر جو [illegible]

بھاری شکست فاش دی جس میں ہزاروں [illegible] اور مسلمانوں کے [illegible]

[illegible] جلد ہی [illegible] گیا۔ چنانچہ ۱۲۱۲ء میں لاس ناواس کے خونی میدان میں [illegible]

شکست کا فیصلہ ہوا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی [illegible]

بھاگی جس کی [illegible] پہنچی [illegible]

آنے لگے اور دولت موحدین کو زوال شروع ہو گیا۔ [illegible]

تسلسل سے اپنا [illegible] تھے اور اب جو انہوں نے [illegible]

ہسپانیہ میں نفاق شروع ہو گیا اور [illegible]

حملے شروع کر دیے [illegible]

[illegible] اور ۱۲۳۲ء تک [illegible] ہو گئے [illegible]

[illegible] ابن ہود نے قبضہ کیا [illegible] جنوبی حکومت شروع ہوئی [illegible]

[illegible] ۱۲۳۲ء میں [illegible] حکومت [illegible] "بنو نصر" [illegible]

[illegible] ہے +

"بنو نصر" [illegible] اندلس میں مسلمانوں کی [illegible]

[illegible] ۱۲۳۲ء [illegible] فرڈیننڈ [illegible]

[illegible]

[illegible] +

والنسیا اراگون نے بلاد ویلنشیا۔ مرشیا اور سیوائل فتح کر کے اس کو کمتر کر دیا جس سے اب ان کی حکومت صرف اسی قدر حصہ ملک میں رہ گئی جس قدر میں زمانہ حال کا صوبہ گرنیاڈا (غرناطہ) ہے یعنی وہ اضلاع جو کوہستان سرانویڈا کے قریب اور ساحل سمندر پر المیریا اور جبل الطارق کے درمیان واقع ہیں +

اس تنگ سرزمین میں محدود ہو کر مسلمانوں کی قسمت میں دو سو پچاس برس اور اسپین پر حکومت کرنا لکھا تھا۔ اگرچہ ہر طرف وہ اپنے کامیاب حریفوں سے گھرے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی ان کی جنگی طاقت کچھ کم یا کمزور نہ تھی۔ امصار و بلاد مفتوحہ کے والنٹیئر باشندے مغلوب یا سنہائے اسلام کے دلاور سپاہی جو اپنے مسیحی فاتحوں سے از بس متنفر تھے سلطان غرناطہ کی تلوار سے خدمت کرنے کے لئے ہر طرف سے جمع ہو گئے۔ کیونکہ اب اس کے سوا کوئی مسلمان بادشاہ ملک میں باقی نہ رہا تھا۔ اور اس لئے وہ "اس قحط الرجال" زمانہ میں بسا غنیمت معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ مورخوں کا قول ہے کہ ویلنشیا سے پچاس ہزار۔ اور سیوائل۔ زیرس۔ کیڈز سے ایک لاکھ مسلمانوں نے بھاگ کر سلطان کی ظل حمایت میں پناہ لی۔ لیکن باینہمہ غرناطہ کو تاج کسٹائل کا حلقہ بگوش و باجگزار ہونا پڑا۔ ابن بنی نصر کا بانی ابن الاحمر[51] جو اصلی سرداران عرب کے قبیلہ سے تھا۔ اگرچہ نہایت دلیر اور اولوالعزم شخص تھا مگر اپنے حریفوں کی جو اب تقریباً تمام اسپین پر قابض و متصرف تھے تاب مقاومت نہ لا سکا۔ اور بالآخر شاہ فرننڈو اور اس کے فرزند و جانشین الفنسو ملقب بہ "العالم" (مؤلف حیات السید) دونوں کا مطیع و باجگزار رہنے پر مجبور ہوا۔ ایک دفعہ گو اس نے اپنے آپ کو اس کند عنایت سے آزاد کرنے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس واقعہ کے بعد مسیحیوں نے غرناطہ کا کبھی رخ نہیں کیا بلکہ اس کو اسی کے حال پر چھوڑ کر خود مفتوحہ اضلاع کے نظم و نسق اور چھوٹے دعویداران سلطنت کے انسداد میں جو وقتاً فوقتاً ملک میں پیدا ہوتے تھے مصروف ہو گئے۔ البتہ مسلمانوں نے ان پر اکثر یورشیں کیں لیکن آخر کار ان کو اس دوم درجہ کی خود سر حکومت پر طوعاً کرہاً قناعت کرنا پڑی۔ بلکہ ۱۲۶۳ء میں تو محمد دوم سلطان غرناطہ نے مسیحیوں کو بارہ ہزار ڈوکیٹ (ایک سکہ) بطور خونبہائے امن بھی دیا ان دو صدیوں میں مسلمانوں کے قبضہ سے ملک کا بہت کم حصہ نکلا۔ صرف قلعہ جبل الطارق ایک مرتبہ ہاتھ سے جا کر پھر آ گیا۔ مگر مسیحیوں نے پھر اس کو چھین لیا۔ علاوہ ازیں چند اور مقامات بالخصوص الجیراس کو فتح کر کے کسٹائل میں شامل کیا۔ فی الجملہ مسلمانوں کی سلطنت کی وسعت پندرھویں صدی کے اوائل تک تقریباً اتنی ہی رہی جو تیرھویں صدی کے اول پچاس سال میں تھی +

---

۵۱ اس کے بدن کی جلد اور بالوں کا رنگ نہایت خوبصورت اور سرخ تھا +

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۵۱

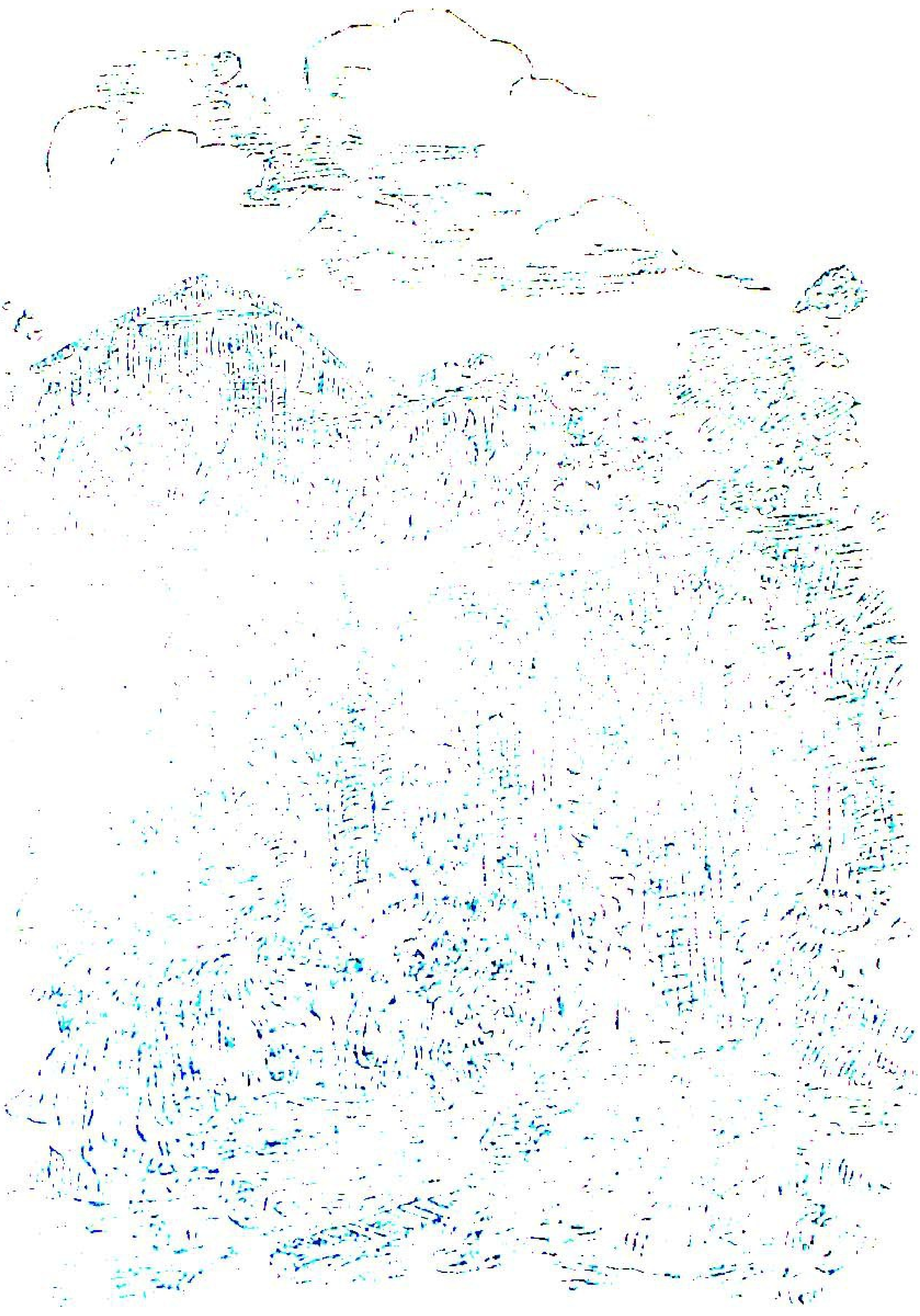

نقشہ قصر واقع قریب غرناطہ

Marfat.com

Marfat.com

غرناطہ کا یہ زمانہ نہایت امن و آسائش سے گذرا کوئی فتنہ و فساد برانگیختہ نہیں ہوا۔ اور یہاں کو علوم وفنون کی ترقی و تہذیب و شائستگی کی اشاعت کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ بہت کم عرصہ میں غرناطہ بلحاظ علمی و کسبی کمالات اور شاہانہ طرز معاشرت کے رشک قرطبہ بن گیا۔ اس کی عالیشان اور خوبصورت عمارتیں تمام بر اعظم میں شہرۂ آفاق ہوئیں۔ قصر الاحمر یا الحمرا[1] جس کی بے مثال و اعجوبہ روزگار صناعی (یہ اس ٹوٹی حالت میں بھی سیاحان یورپ کو حیرت میں ڈالتی ہے۔) اسی حالت میں طیار ہوا۔ اس کی تعمیر میں مسلمانوں نے فن معماری سنگتراشی اور فن مصوری کے وہ وہ کمالات دکھلائے ہیں اور اس کے در و دیوار میں نقش و نگار کی ایسی عدیم المثال پچیکاری، گلکاری کا طلائی کام کیا ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے صناع آج تک اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ خود غرناطہ کی وضع قطع اور شاندار عمارت کو دیکھئے تو دو مستحکم قلعوں کے درمیان گویا کوہ نور ہیرا معلوم ہوتا تھا۔ اور ابھی تک معلوم ہوتا ہے۔ مشہور کوہستان سیرا نویڈا کی بلند اور کشیدہ قامت چوٹیاں جو ہمیشہ برف سے سفید رہتی ہیں عہد اسلام میں جبال الثلج کہلاتی تھیں۔ ان کے دامن میں ایک نہایت سرسبز و شاداب اور وسیع الفضا میدان دور تک پھیلتا چلا گیا ہے جس کو "ویگا" کہتے ہیں۔ ویگا کے کنارہ ایک طرف غرناطہ واقع ہے اور دوسری طرف الحمرا مثل ایک مستحکم محافظ کے سر فلک کشیدہ اس طرح کھڑا ہے جس طرح ایکرپولس[2] کے میدان قدیم اہل ایتھنز (مدینۃ الحکما) کا مشہور

---

[1] الحمرا کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس میدان میں یہ واقع ہے اس کا رنگ کچھ لال سا ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں اس کی تعمیر شروع ہو کر چودھویں صدی عیسوی میں ختم ہوئی۔ واشنگٹن ارونگ نے ۱۸۲۹ء میں شہزادہ (ڈولگوروکی) کے ہمراہ اس کی سیر کی۔ اپنے وہاں کے مختصر زمانہ قیام کے حالات میں ایک دلچسپ رسالہ بھی لکھا ہے جو اس مقام کی یادگار ہے۔

[2] ایتھنز یا مدینۃ الحکما یونان کا قدیم دارالخلافہ اور مشہور شہر ہے جو علم و حکمت [illegible]

حصار حصین اکروپولس شہر کی کسی بلند عمارت یا اگر زیادہ وسیع و دلچسپ نظارہ منظور ہے تو الحمرا کی عالیشان چھت پر چڑھ کر سامنے نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ "ویگا" میں ہر طرف ملائم سبز رنگ کا زمین فرش بچھا ہے جا بجا گلزار و مرغزار نارنگیوں اور انگوروں کے باغات جن کی نظارت تر و تازگی میں گلشن فردوس کا جلوہ نظر آتا ہے لہلہا رہے ہیں صاف اور شیریں پانی کے چشمے عجب خرام ناز سے تھم تھم کر بہتے ہیں ایسا نظر فریب منظر، موزوں موقع اور ایسی فرحت افزا اور خوش آئند آب و ہوا اندلس کے کسی شہر کو نصیب نہیں ہوئی۔ جبال الثلج کی تیز برفیلی ہواؤں کی بدولت شدید موسم گرما میں بھی عجب لطف آرام سے گذرتا ہے۔ زمین انتہا سے زیادہ قابل زراعت بلکہ زر و جواہر ریز ہے الحمرا کی کرسی کے لیئے مسلمانوں نے "ویگا" کا ایک ایسا موزوں بلند حصہ مثل سطح مرتفع پسند کیا ہے جس کو چاروں طرف سے ایک معمول سے زیادہ ڈھلوان نالا بطور خندق گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے دامن میں شمال کی جانب دریائے ڈارو موجیں مارتا ہے۔ اس قدرتی خندق کے کنارہ کنارہ چاروں طرف اندر کی جانب بلا لات سنگین دیواریں جن پر جا بجا مناسب فاصلہ سے عالیشان مینار ایستادہ ہیں اس سطح مرتفع کو محیط ہیں مقام محاط جو شرقاً غرباً زیادہ سے زیادہ ۸۰۰ گز یا نصف میل لمبا ہے شکل میں کچھ کچھ ایسا ہے جیسا ایک مخروطی شکل کا پتہ کسی سطح اور مستوی پتھر کے ٹکڑے پر۔ قصر کے اندر جانے کا راستہ ایک بڑے جنگی مستحکم اور گلناری رنگ کے برج سے ہے جس کا دروازہ "باب العدل" کہلاتا ہے یہ وہی مبارک برج ہے جس میں کبھی خلفائے **بنو نصر** مثل عبرانی ججوں کے معدلت گستری کیا کرتے تھے۔ اندر داخل ہو کر زمین کرسی سے ۲۸ فیٹ بلند و خوبصورت پتھروں پر جو ایک خوشنما محراب بشکل سم اسپ میں نصب ہیں ایک بڑی کنجی اور ہاتھ کا نشان کندہ دکھلائی دیتا ہے برج کو طے کر کے جب سیاح اندر پہنچتا ہے تو اپنے آپ کو دفعتاً ایک مربع احاطہ کی شکل کے ایوان میں پاتا ہے جس کے ایک جانب وہ نا تمام عمارت ایستادہ ہے جس کو چارلس پنجم نے شروع کیا تھا۔

چنانچہ وہ برآمدہ جس کو طے کر کے قصر الاحمر کے خاص دروازہ پر پہنچتے ہیں اس عمارت کے ایک گوشہ کو کاٹتا ہوا گذرتا ہے اور سیاح کو ایک اور اس سے بھی زیادہ خوبصورت ایوان میں داخل کر دیتا ہے جس کو **ایوان الآس** کہتے ہیں کیونکہ آس کی گنجان بیلیں اس کی دیواروں کو چاروں طرف سے اپنے قدرتی دامنوں میں چھپائے ہوئے ہیں یہاں سے ایک تنگ ... خوشنما راستہ طے کر کے ایک تیسرے ایوان میں پہنچتے ہیں جو قریباً ۱۴۰ فیٹ طویل اور ۷۰ فیٹ عریض ہے

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۶۰

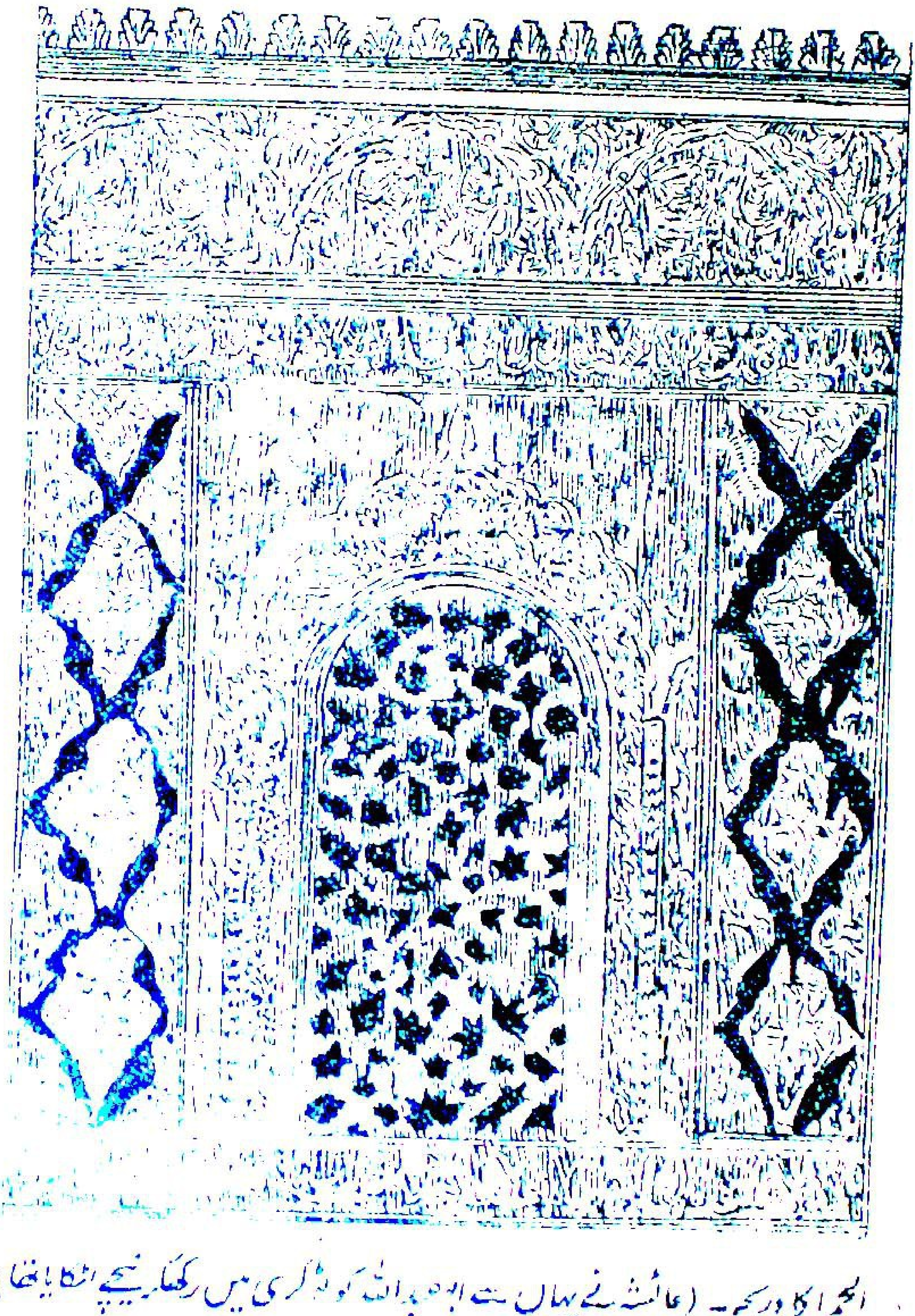

الحمرا کا دریچہ۔ (عائشہ نے یہاں سے ابو عبداللہ کو ٹوکری میں رکھ کر نیچے لٹکایا تھا)

Marfat.com

Marfat.com

نقشہ میدان ویگا
غرناطہ والحمرا وغیرہ

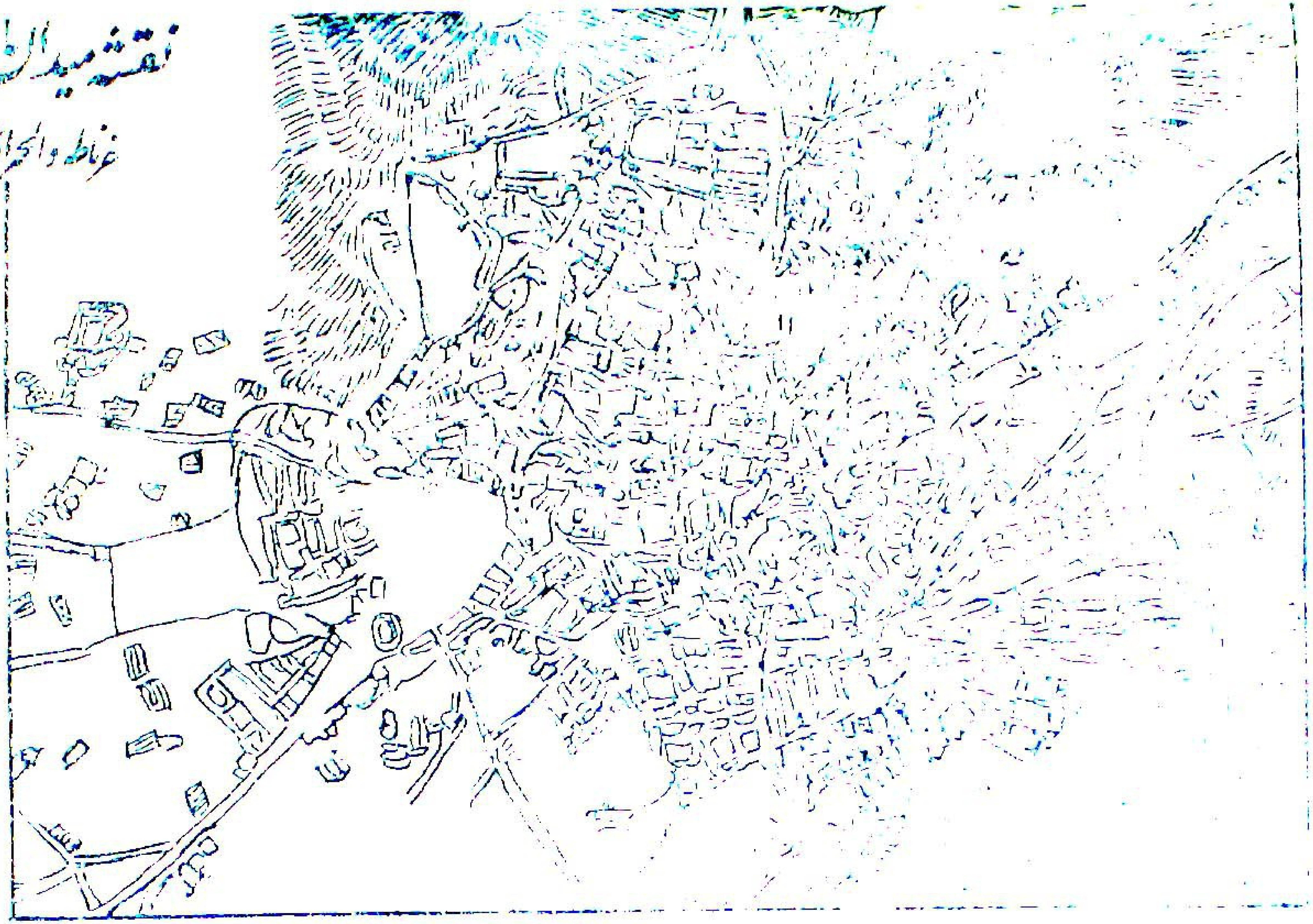

Marfat.com

Marfat.com

آفتاب کی درخشندہ شعاعیں ہر طرف سے بے روک ٹوک اس ایوان کی قدرتی فضا کو اس قدر نظر فریب کرتی
ہیں کہ آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ عین وسط میں صاف و شفاف پانی سے لبریز ایک بڑا حوض یا تالاب
بنا ہے جس میں رنگ برنگ کی سنہری مچھلیاں آزادی سے اِدھر اُدھر تیرتی پھرتی ہیں۔ تالاب کے چاروں
طرف ادھر کنارہ کنارہ اودھر فاصل دیواروں سے ملے ہوئے خوش قطع برآمدے [illegible] باندھے کھڑے
ہیں۔ جن کی منقش چھتیں بیشمار خوشنما اور سرو قد ستونوں پر ٹھیری ہیں۔ شمالی دیوار سے ملا ہوا ایک بڑا
کا عالیشان مینار بشکل مربع اس قدر بلند ایستادہ ہے کہ تمام افق نظر سے چھپ جاتا ہے۔ یہ درجہ
فی الحقیقت " دارالامن السرور" ہے۔ تالاب کے مخرج اور مدخل اور آبشاریں بنانے میں نہایت صناعی
کا کمال دکھایا ہے۔ پانی ایسے بڑے حوض میں اس قدر آہستہ آہستہ داخل ہوتا اور نکلتا ہے کہ ذرا بھی
آواز نہیں ہوتی۔ وہاں اس میں بیشمار چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اس قدر خوش رنگ کہ آفتاب کی سنہری شعاعیں
جب شفاف پانی سے گذر کر ان کے ہفت رنگ سنہری پروں پر پڑتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا بہترین
آبدار ہیرے لعل و زمرد و نیلم و پکھراج پانی کے بیچ میں بے شمار بکھرے پڑے ہیں۔ مقام اس قدر محفوظ
ہے کہ کوئی بیرونی آفت اس کے امن و سرور میں ذرہ بھی مخل نہیں ہو سکتی ◆

اگرچہ اس ایوان میں داخل ہو کر قوت سامعہ بالکل معطل ہو جاتی ہے بجز اس کے چشم ہر طرف [illegible]
گویا ہر شے نقش بر آب بمثل تصویر ساکت ہیں پھر بھی وقت [illegible] ایستادہ ہے مگر یکتائی
کچھ ناگوار طبیعت یا امن وحشت انگیز طبیعت سے نشان نہیں ہوتا اور بربادی جیسا آباد ویران مقام
پر اوشتین سیاح کے دل پر طاری کر دیا کرتی ہے۔ اگرچہ یہ مکان بے کہیں ایک تن بیجان ہے بیدار [illegible]
شوقینہ داخل ہوتا ہے مثل تصویر عالم خاموش پیدا کرتا ہے۔ اور عبرت کے ساتھ ملول واپس آتا ہے
لیکن پھر بھی اگر وہ چاہے تو ممکن ہے کہ ان بادم زمانہ مکانات کے مکین ان عالیشان عمارات کے
مرحوم مالک عالم خیال میں اس سے ہمکلام ہوں اور ساتھ ہو کر سیر کراتے پھریں۔ انہیں کی معیت میں [illegible]
سیاح اس ایوان سے آگے بڑھتا ہے اور اول ایک نہایت خوبصورت ہشت پہلو نمائش والان [illegible]
میں پہنچتا ہے جس کو " بارگاہ " کہتے تھے اور یہاں سے ایوان [illegible]
نظر والے ہی عالم خیال میں وہ دیکھتے ہے کہ جناب [illegible] آپ [illegible]
ظل اللہ خلیفہ [illegible] [illegible] سلطنت [illegible]
اراکین دربار۔ اعیان سلطنت [illegible] ایستادہ [illegible]
اور خوب نظارہ یہاں سے [illegible] ایوان عالیشان [illegible]

Marfat.com

مطلا و مشجر یعنی بالا خانے نشستگاہیں۔ رنگ رنگ کے تراشے ہوئے کاشی نزاکت کے بنے پھول پتیاں تیار ہیں
ادھر چھت کی سطح کی جواہر نگاری۔ زر ترین طلائی۔ بلوریں رنگ کی شگوفہ کاری جن میں جا بجا چاند
ستارے اور زریں تاجوں کی شکلیں تک رنگ کی تراش کر اس قدر خوبصورتی سے بنائی گئی ہیں کہ
جگمگاتے ہوئے آسمان کا جلوہ نظر آتا ہے۔ نظر کے لئے زنجیر پا ہو جاتے ہیں جب اس کو یہاں بھی
قرار نہیں ہوتا۔ تو گردش کرتی ہوئی دیواروں پر آتی ہے جن کی سفید سنگ مرمری استرکاری کی
نزاکت اور چمک سے خیرہ ہوتی ہیں۔ استرکاری پر قدیم متبرک زمانہ سکوں کے نمونے طرح طرح کے دلربا
کتبے جن کے خط گلزار اور عجیب و غریب خطوں میں لکھے ہوئے حروف جا بجا پچیکاری اور گلکاری
کے بیچ بیچ میں نقش کاریگری اور نزاکت سے کندہ ہیں کہ دیواروں کو قدرتی گلزار کا نمونہ بنا دیتے ہیں
دیوار میں ایک طرف بلندی پر دریائے ڈارو کی جانب وہ دریچہ کھلا ہے جس سے پانچ برس ہوئے کہ
عائشہ نے ابو عبد اللہ کو ایک ٹوکرے میں بٹھا کر نیچے لٹکا دیا تھا! یہ وہی عجیب منظر ہے جس کی
بابت چارلس پنجم الحمرا کی سیر کر کے کہتا تھا "اس شخص سے زیادہ بدنصیب دنیا میں کون ہوگا جو اس
رشک گلزار ارم سے یکلخت نکال دیا جائے" سیاح کا نازک دعوات خیال مسلمانوں کی مرحوم شوکت
عظمت سے مسرور الوقت و محو حیرت ہو کر رفتہ رفتہ پندرھویں صدی کے واقعات کی طرف متوجہ ہوتا
آہ! انقلاب پسند زمانہ کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔ کیسے کیسے پردے الٹتا ہے! وہ دیکھتا ہے
کہ اسپین کا سین بالکل بدلا ہوا ہے۔ ملکہ ازابلا تخت پر جلوہ فرما ہے نئی دنیا کا دریافت کرنے والا
پابوس ہو کر خالق امریکہ کولمبس سراپا ادب سامنے کھڑا التماس کرتا ہے "غلام کو اجازت دیجئے کہ بندہ نواز
حضور کے مضافات میں ایک نیا بر اعظم داخل کرے۔ اور تاج مرصع کو ایک نئے در یتیم سے زینت دے"
ایوان السفیر کے اندر سے سیر کر کے سیاح چھت کے اوپر پہنچتا ہے جس پر چونہ گچ کا پختہ فرش
ہے۔ چھت کا راستہ ایک خوش قطع زینہ سے ہے جس کی تنگ سیڑھیاں متواتر گھومتی ہوئی عموداً
بلند ہوتی ہیں۔ یہ وہ مبارک زینہ ہے جس پر کبھی گل اندام شہزادیوں اور جوان رعنا شہزادوں کے جھرمٹ
ٹھہرائے ہوئے قدموں سے اس لئے چڑھتے تھے کہ بلند فصیل کے محفوظ مورچوں سے کسی آنے والے غنیم کی
فوج یا میدان "دیگا" میں معرکہ آرائی کرنے والوں کی قسمت کا فیصلہ دیکھ لیں۔ غرض جب سیاح اوپر پہنچتا
ہے تو عجیب دلفریب منظر دیکھتا ہے۔ اس کی متجسس نظر بعد تک وسیع الفضا میدان میں نیل بینوس
کو ڈھونڈتی پھرتی ہے جس کے قبضے کے لئے سیدیا اور بلال نے متواتر زور آزمائیاں کی ہیں۔
جب اولوالعزم کولمبس مایوس و دل شکستہ ہو کر ملکہ ازابلا کے دربار سے ناکام پھرا اور اس

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۶۳

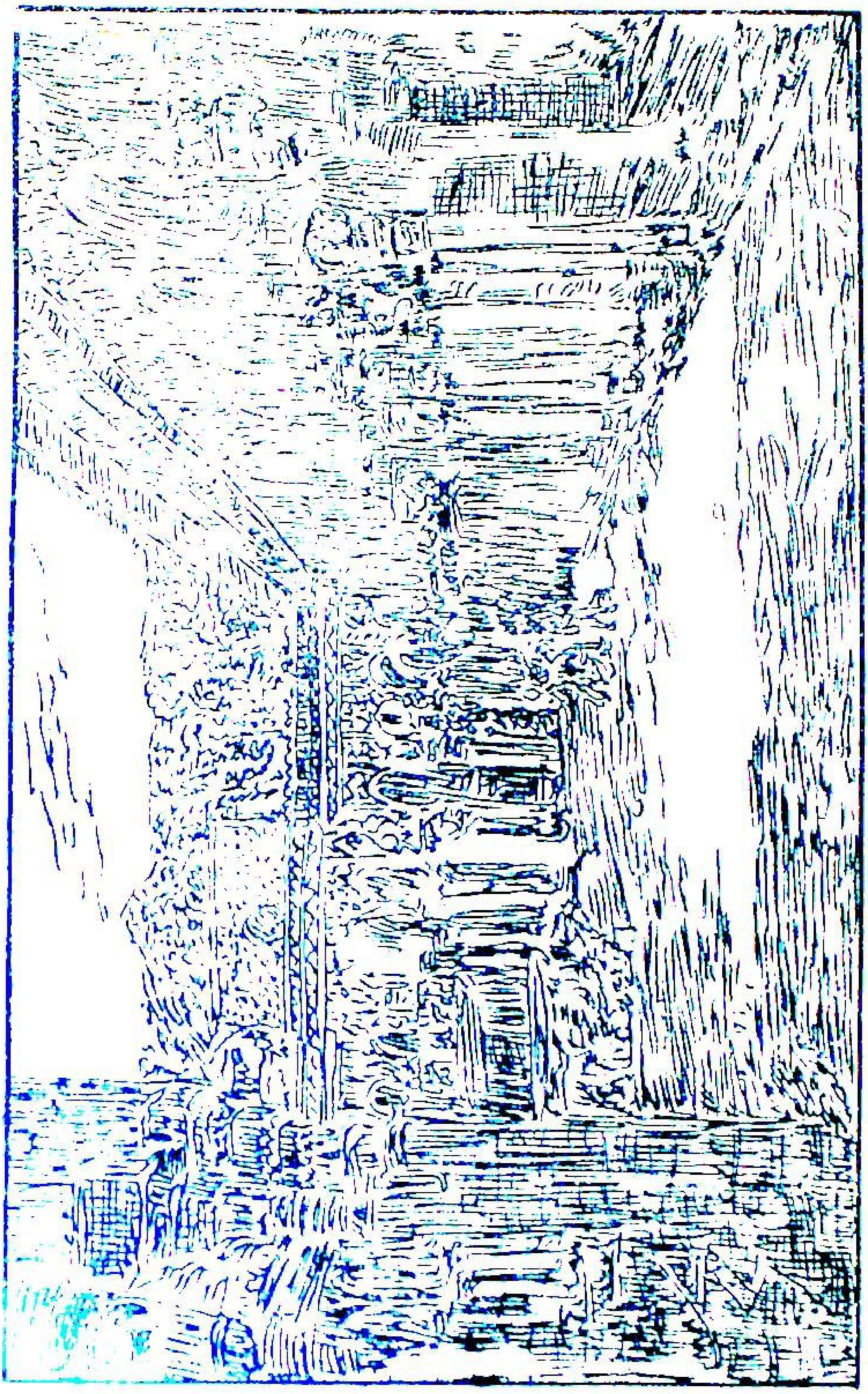

ایوان الاسد

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بنایا گیا ہے اور ایک گنبد نما کوٹھری میں مثل ہینہ سیمرغ الگ سے لگ رکھا ہے اور روشنی کے لئے مناسب بلندی پر نہایت خوبصورت جالیاں بنی ہیں جن میں جا بجا ستارے اور گلاب کے پھول لگے ہیں ÷

قصر الاحمر میں سب سے زیادہ رفیع الشان عمارت **ایوان الاسد** کی ہے جو وسعت میں ایوان الآس سے کسی قدر چھوٹا ہے مثل اور ایوانوں کے اس میں بہت خوش وضع برآمدے ہر طرف پٹے باندھے ہیں جنکی چھتیں سنگ مرمر کے ۱۲۸ ستونوں پر جو تین تین اور چار چار کی ترتیب سے مناسب فاصلہ پر ایستادہ ہیں ٹھیری ہوئی ہیں۔ اور اگرچہ کچھ زیادہ بلند نہیں۔ مگر ان کے در و دیوار کا مشجر اور مطلا غلاف۔ خوبصورت نقش و نگار عربی کتبوں کے جلی قلم سے لکھے ہوئے حروف جو نہایت نزاکت اور خوبصورتی سے گلکاری کے بیچ میں کندہ کئے گئے ہیں۔ رنگا رنگ کی شگوفہ کاری اور اسی قسم کے اور کمالات فن معماری و دلربائی زینت نقش کی بیشمار خوشنما محرابیں جو دو نو طرف سے بل کھاتی ہوئی اٹھکر دو کے عین سمت الراس پر مل جاتی ہیں۔ محرابوں کی پیشانی پر وہ خوبصورت ترنج نمد قبے اور کشیدہ قامت مینار یاں جو موقع موقع پر مزین ہیں۔ سفید سنگ مرمر کے حوض۔ اور وہ خوش قطع تالاب جس میں سنگ مرمر کے بارہ مصنوعی شیر اپنے بڑے بڑے دہانوں سے صاف و ٹھنڈے پانی کی دھاریں چھوڑتے رہتے تھے۔ وغیرہ اس قسم کے عجائب غرایب ہیں کہ اگر شاعروں اور فسانہ نویسوں نے ان کی تعریف مبالغہ کی حد تک پہنچائی ہے تو کچھ تعجب نہیں ÷

اس ایوان کی سیر کرنے سیاح بذریعہ ایک خوبصورت دروازہ کے جو حسب معمول رنگ برنگ کے نقش و نگار سے ایک اطلسین لباس پہنے ہوئے ہے ایوان بنی سراج میں داخل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس خاندان کے اکابر ابو عبد اللہ کے اشارہ سے اسی ایوان میں قتل ہوئے تھے اور یہی وجہ تسمیہ ہے چنانچہ فرش کے ایک پتھر پر چند دھبے بھی دکھائے جاتے ہیں جو گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں ضرور خونریزی ہوئی تھی اور سریع الاعتقاد سیاح یقین بھی کر لیتے ہیں۔ عام روایات خواہ کچھ ہی ہوں مگر اس ایوان کا ظاہری دلفریب منظر ایسی خونریزی کے لئے موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی خوبصورت چھت جو بلورین شگوفہ کاری سے ایک جگہ کا تاج استادہ معلوم ہوتی ہے۔ چھت کی ۱۶ خوشنما دریچیاں جن کے ذریعہ آفتاب کی روشنی اندر داخل ہو کر اور بلور سے اکتساب نور حاصل کر کے در و دیوار کی زیبا رنگی۔ محرابوں کی سرخ اور لاجوردی گلکاری کو دوبالا کرتی ہیں۔ غرضکہ ہر ایک شئے مبدء امن و سرور معلوم ہوتی ہے اور اگر تاریخ کے پاس خاطر سے نہیں تو بپاس خاطر انسانیت ہم کو شبہ ہے کہ ابو عبد اللہ مرحوم کے دامن پر خون کا دھبہ ہو ÷

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۶۴

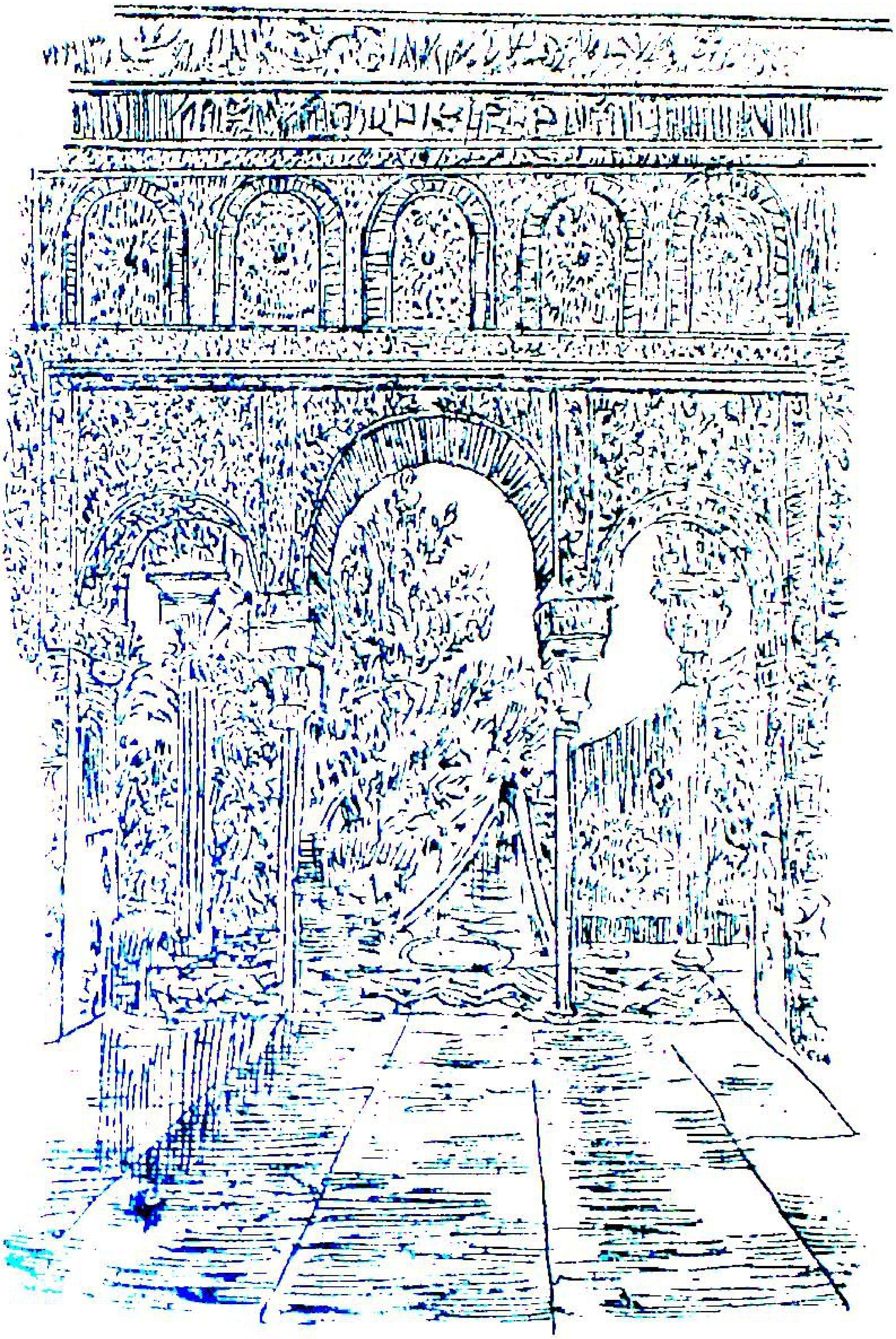

روضۃ الناظرین

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۶۵

قندیل مسجد غرناطہ

Marfat.com

اگر ان پرانی عمارات اور ان کی بے مثال صناعیاں ایک ایک کر کے دیکھیں تو وقت نہیں تھا
اس لئے یہاں ایوان [illegible] مقبرہ [illegible] کی طرف جو دو طرف بہتا اور نیچے
درختوں، گلاب اور طرح طرح کے پھولوں اور پودوں سے آراستہ لوس موالی نوس (خندق نما)
کو کاٹ [illegible] کے [illegible] ہوتی ہے [illegible] الفاظ [illegible]
[illegible] کا نقشہ [illegible] ایسا پتہ [illegible] نہیں
بلند شہر کی قطع وضع کے مکانات اس طرح معمولی سادگی پیش نظر کرتا ہے۔ دیواروں میں [illegible] دیکھئے
ہوا اور روشنی کی آمد و رفت کے لئے کوئی ذریعہ نہیں۔ بالاخانے پر آمدے [illegible] تمام
خراب و خستہ گرد آلود [illegible] ہیں [illegible] دیواروں کی رونق رنگ شدہ نقش و نگار
جس نے صناعان [illegible] کو بھی حیران کر دیا تھا سفیدی کے نیچے [illegible] بالکل ماند ہو گئی ہے
اسی طرح کندہ کئے ہوئے [illegible] اور پھول پتے سب بے نور آنکھوں کی طرح بے آب ہیں
غرض کہ اس قصر کی اندرونی خوبصورتی اور زیبائش بلکہ تمام انسانی صناعی کے کرشمے [illegible]
[illegible] کی طرح مدت ہوئی رخصت ہو چکے ہیں۔ البتہ قدرت کے لازوال کرشمے ہنوز موجود ہیں۔ انہیں
[illegible] کی نظافت اور تر و تازگی اسی طرح دل فریب ہے گو خوش [illegible] کے لئے۔ اس اچھلتے ہوئے
[illegible] آج تک دنیا کی ناپائداری [illegible] چند دن ہیں اور اس کے پاکیزہ اور شیریں پانی کے چشموں تک ابھی تک
سبیل لگی ہے لیکن [illegible] کے لئے۔ چنانچہ ایک چشمہ قصر کے طول میں [illegible] ایک مصنوعی
گذرگاہ سے بہتا ہے جس کے ایک حصہ پر سلسلہ محرابوں کی بین [illegible]
[illegible] نہایت تیزی کے ساتھ بہتا ہوا جب باہر نکلتا ہے تو سدا بہار (ایور گرین) بیلوں [illegible]
کھاتی ہوئی ندیاں اس کو ہر طرف سے اپنے سبز دامنوں میں چھپا لیتی ہیں۔ ادھر شمشاد [illegible]
[illegible] کے درخت جو دو طرف موزوں فاصلہ سے [illegible] کھڑے ہیں اپنے [illegible]
قنات کھینچ دیتے ہیں تا آفتاب کی دست درازی [illegible] اس کے [illegible]
جنہیں تیرتے ہوئے چشمے [illegible]
جھیلوں سے [illegible] ہوتے ہیں کہیں [illegible]
کہیں [illegible] میں [illegible]
[illegible] تمام کے [illegible] جس کو دیکھ کر [illegible]
[illegible] حال [illegible] حیرت ہوتی ہے۔

Marfat.com

دل شگفتہ اور نگاہیں تازگی [illegible] ہے۔

اپنی [illegible] کے [illegible] جو [illegible] بیان [illegible] موجود [illegible]

[illegible] صاف اور [illegible] پانی کے چشمے [illegible] باغ [illegible] روح کو تازہ [illegible] والے [illegible]

[illegible] کے چھوٹے [illegible] نگفتہ [illegible] پھول [illegible]

شاداب [illegible] باغ جہاں اغیار کو خیال [illegible] محل [illegible] خوشگوار [illegible]

[illegible] میں [illegible] عجیب و غریب [illegible] خود [illegible] بادشاہ

جنوبی ملکوں کے باغات محلات [illegible] کھینچتے وقت [illegible] شوق سے [illegible]

ایک [illegible] ذکر ہے کہ کونٹ آولی بیاد [illegible] غرناطہ [illegible] کے [illegible] سید [illegible]

تھا اور وہ علی الصباح اپنے [illegible] ہمنشینوں کے مجمع میں شہر سے [illegible]

ان ہوادار کمروں اور سرسبز باغوں میں [illegible] رنگ [illegible] نظر [illegible]

لازم تھا چنانچہ یہاں پہنچکر ہمارے نوجوان [illegible] شاداب [illegible]

بات کی خوشنما روشوں پر ادھر ادھر بے ترتیبی ہو کر گھومنے لگے بعض [illegible]

بے ترتیب کھڑے ہو کر یا ٹہلکر جھلملاتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے لگے کوئی باغ کی [illegible]

نشستگاہوں میں اور کوئی ان برآمدوں میں جا بجا جنکے سنگ مرمر کے [illegible]

بانسے دکھائی دیتے تھے۔ جو ذرا متین اور سنجیدہ مزاج تھے اور جن میں [illegible]

اور چوپاستونوں میں بیٹھ کر نظارہ کرنے لگے۔ الحمرا۔ غرناطہ۔ وسیع الفضا میدان [illegible]

اور پہاڑوں کا سیاہ بل کھاتا ہوا سلسلہ۔ انتہائے نظر پر۔ دور سے چمکتا [illegible] معلوم [illegible]

طاری ہے۔ ہم اسی خیال میں تھے کہ یکایک طنبورہ کی [illegible] اور طبلہ کی تھاپ [illegible]

[illegible] کے سرسبز و شاداب وادی [illegible] لہلہاتے تمام ہوا کو معمور کرتی [illegible] طرح [illegible]

[illegible] بے قابو ہو گئی۔ غور کر کے دیکھا تو کوہستانی سلسلہ اور اس مقام کے درمیان [illegible]

[illegible] اور مینار [illegible] تھا۔ اور اس قدر محو تھا کہ بعض خاص اندلس کی رنگین مزاجوں کے [illegible]

[illegible] ہی پر بے تکلف لیٹے لگا رہے تھے اور بعض ساز کے ساتھ ناچ رہے تھے۔

روضۃ الناظرین کی وسیع المنزل عمارت جسکو ہر حرز مانہ کی نظر کھا گئی ہے [illegible] میدان [illegible]

بے تکلف نظارہ کر سکتے ہیں الحمرا کی شکستہ و منہدم [illegible] سلسلہ [illegible]

[illegible] ہوئے سایہ کے ساتھ ساتھ صاف معلوم ہوتا ہے اور پیچھے کوہستان [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

صدا ہیں فتح کے نعرے تھے اور مجروحوں کی دردناک چیخیں ہر کوچہ و بازار سے نکلیں۔ تمام اطراف شہر میں ایک
تہلکہ مچ گیا۔ ابوالحسن ایک جری فوج لے کر غرناطہ سے تیز قدم کوچ کرتا۔ کوہستانی درّوں سے بے معلوم
گزرتا اور ہی رات کے قریب حوالے شہر میں آ پہنچا جس وقت مسلسل اور تیز طوفان شدہ بارش سے
اندھا کر دینے والی ہے [illegible] ادھر ادھر چھپتا پھرتا تھا اور شہر پناہ اور برج ہوا کے جھکڑوں سے گونج رہے تھے
اس وقت مسلمان کمین گاہ سے نکل کر تمام شہر پناہ و دیگر مقامات پر بڑھ چکے تھے اور نہایت اطمینان سے
بے خبر باشندوں کو خبر ہوئی تو اس وقت جب تمام شہر میں دار و گیر اور قتل عام شروع ہو گیا۔ خوف زدہ
سمجھے کہ گویا آسمانی بلائیں طوفان کے ساتھ شہر پر نازل ہو کر فصیل اور قلعہ کے تمام برجوں اور کنگروں
پر پھیل گئے ہیں۔ ہر طرف صدائے جنگ بلند ہوئی۔ فصیل قلعہ کے اوپر نیچے شہر کے کوچہ و بازار میں
ہر ہر گوشہ سے آوازیں پیدا ہو رہی آتی تھیں۔ دشمن کہیں معلوم نہ ہوتے تھے مگر ہر جگہ تھے رات کی
تاریکی میں چھپے مقررہ اشاروں کنایوں پر برابر کام کیے جاتے تھے۔ مظلوم سپاہی سوتے سے
چونک کر ڈیروں سے نکل کر بے تحاشا بھاگتے تھے مگر راستے میں کسی مسلمان کی برہنہ شمشیر سے کٹ کے
پھر ہمیشہ کے لیے سو جاتے تھے اور اگر بچ نکلتے تو سیدھے ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے کہ کہاں جائیں اور
کس طرف بھاگیں۔ اس تیرہ و تار حالت میں اگر اتفاقیہ کہیں روشنی کی جھلک پڑتی تھی تو ہر طرف چمکتی
ہوئی ننگی تلواریں ناگن کی طرح لپکتی اور شرارے جھاڑتی دکھائی دیتی تھیں۔ جو سرکشی کرتا تھا۔
سرنگوں سامنے گرتا تھا۔ بالآخر اس کشمکش کا خاتمہ ہوا۔ جو تلوار سے بچے وہ گھر کے پوشیدہ مقامات میں
ادھر ادھر ہو رہے یا بندی بن کر فاتحوں کے قدموں پر جا گرے۔ اگرچہ شہر کا طوفان فرو ہو گیا تھا ہتھیاروں
کی جھنکار بھی اب کہیں سنائی نہ دیتی تھی مگر آسمانی طوفان ہنوز اسی شدت پر تھا اور اسی طرح
ہیبتناک آوازیں نکالتا تھا جس کا جواب کبھی کبھی مسلمان سپاہی جو غنیمت کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتے
تھے خوشی کے نعروں میں دیتے تھے۔ بدنصیب باشندے اپنی پیشانی کی پیش آمدوں پر کانپ ہی رہے
تھے جو دفعتاً ہر گلی کوچہ میں قرنا کی آواز سنائی دی۔ جو گویا اس بات کا اشارہ تھا کہ ہتھیار کھول دیں
اور قلب شہر کے چوک میں سب اکٹھا ہوں۔ چنانچہ یہاں وہ سب سپاہیوں کی حراست میں رہے۔ جب
صبح ہوئی تو ایک عجیب خوفناک سین پیش نظر ہوا جس کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے وہ باشندے
جو صرف چند گھنٹہ پیشتر اقبال و دولت کی بخشائشوں سے مالا مال تھے اور مسرت و آرام بالکل مطمئن اور
بے فکر خوابگاہوں میں داخل ہوئے تھے اس وقت جاڑے کے طوفان اور بارش میں برہنہ تن بلا امتیاز
مدارج و عمر۔ بلا امتیاز جنس بھیڑیوں کی طرح کھڑے تھے۔ بے رحم ابوالحسن نے اُن کی آہ و زاری پر

Marfat.com

کچھ التفات نہ کیا اور حکم دیا کہ سب قیدی بنا کر غرناطہ لیجائے جائیں اور فوج کا ایک جرّار دستہ بطور محافظ شہر و قلعہ میں چھوڑ کے اور ان کو سخت حفاظت کی تاکید کر کے خود مع باقی فوج ظفر موج منصور دارالامارات کو عود کیا۔ اور زہرہ کا فوجی جھنڈا مع بے انتہا مال غنیمت بطور علامات فتح ساتھ لئے غرناطہ میں داخل ہوا۔ ادھر جب لوگ کفار پر فتح پانے کی خوشی میں عید کی تیاریاں کر رہے تھے تو بدنصیب بندیوں کا قافلہ یہاں پہنچا۔ شکستہ حال بڈھے جوان عورتوں اور بچوں کی ایک جماعت تکان سفر اور رنج و مایوسی اور نامرادی سے چہروں پر زردیاں چھائی ہوئیں۔ بکری کے گلے کی طرح آگے آگے اور سپاہیوں کا ایک گروہ ہانکتا ہوا پیچھے پیچھے شہر پناہ میں داخل ہوا۔ غرناطہ کے تہذیب یافتہ باشندے یہ جب ان مقہوروں کا مرقع دیکھ کر رو پڑے اور سمجھے کہ یہی آغاز تنزل ہے چلا چلا کر کہتے تھے "ہائے

اے غرناطہ! تیری بربادی کا وقت آن پہنچا۔ زہرہ کا خون ناحق تیری گردن پر ہوگا"

چنانچہ عرصہ بھی بہت ہی لگا کہ فرڈیننڈ کے ولادر مارکوئس نے اچانک حملہ کر کے الحامہ پر قبضہ کر لیا اور اس میں ایک مسیحی فوج کی چھاؤنی قائم کر کے گویا مسلمانوں کے دارالسلطنت کی شہر پناہ کے نیچے ہی غیر سلطنت میں صلیب نصب کی۔ ابوالحسن نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے مگر ایک پیش نہ گئی یہی انکی بہادری سے خود کی حفاظت کرتے رہے اور جب تک ایک جرّار فوج بطور کمک نہ آتی تھی برابر لڑتے رہے۔ اب تو باشندگان غرناطہ کو مایوسی ہوئی۔ ہر شخص فریاد کرتا تھا۔ افسوس لے میرا الحامہ! الحامہ ہاتھ سے نکل گیا! افسوس! غرناطہ کی کنجی کس طرح کفار کے ہاتھ میں آگئی۔ اس کے بعد دس برس قلعہ بقلعہ سلطان غرناطہ کی آزادی بھی رہی۔ کیونکہ کونٹ آف تولیڈو و اندلسیا نے بعد پیچھا تمام ملک کو تاخت و تاراج اور تہ و بالا کر کے بالکل برباد کر دیا۔ چنانچہ پرسکاٹ ان واقعات کی تفصیل وقائع نگار بیان کرتا ہے:-

؎ ارونگ نے اپنے تاریخی ناول میں جو ... کی ... راہب کو وقائع نگار فرض کر کے مسلمان ... کی ... نسبت اس کی زبانی بیان کی ہے ... [illegible] ... میں ... [illegible] ... راہبوں کے ... [illegible] ... وہ اب جو میں معرکہ آرائی کے وقت میدان جنگ میں ... [illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... واقعات کو ... [illegible]

یہ دیکھ کر مومنین کا دل باغ باغ ہوتا تھا کہ مسیحی مجاہدین اور ان کا سردار ... ۔ انہیں بد ہے ایک جہاد ہے گویا ۔ کئی سر سبز و شاداب علاقے تباہ اور برباد کرکے اور اس کے دھوئیں اُڑا کے کامیاب واپس آرہے تھے ۔ ایک لمبی قطار مال غنیمت سے گرانبار خچروں کی مسلمان بندیوں کا ایک بڑا قافلہ جس میں بڈھی عورت ، مرد اور بچے تھے جو تاتاری گائیوں ، بھیڑوں اور بکریوں کے گلے کھینچتے چلے آرہے تھے ایک گرد کے آگے آگے الحمرا کی اراضی کی ڈھلوان بلندی پر ادھر اُدھر لگی کر جھنڈے دکھائی دیتے تھے رات کے وقت ایک خوفناک سین پیش نظر ہوا یعنی سیاہ دھوئیں کے بادل آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ملے ہوئے دیہاتوں کی ہر چہار اطراف سے بلند ہوئے ۔ شہر کی فصیلوں پر عورتیں سر کھولے اکٹھی تھیں ۔ اور اپنا گھر بار جلتا دیکھ کر چیخیں اور بین کرتی تھیں ۔

فرڈیننڈ اپنی کامیابیوں سے جوش میں آکر اسی قسم کی ترکتازیاں کرتے تھے جن کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ لوٹ مار ہو اور ایک دوسرے کی آتش جوش بھڑکے ۔ بالآخر مسیحیوں نے زیادہ جرأت کر قدم مارنا چاہا ۔ اور ادھر صوبہ مالگا پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا ۔ چنانچہ جنوبی علاقہ جات کی فوجیں مسلح اور تیار ہو کر مارکوئس آف کیڈز (نواب کیڈز) اور دیگر نامور سرداروں کی کمان میں روانہ ہوئیں وقائع نگار بیان کرتا ہے کہ "جمعہ کا دن تھا کہ یہ مبارک فوج ۔ انتی کویرا کی ... شہر سے علی الصباح بڑے تزک و شان سے نکلی اور شبانہ روز منزلیں طے کرتی کوہستانی دروں سے اپنے زعم میں بے خبر گذرتی چلی ۔ چونکہ وہ سرزمین جس پر حملہ کرنا تھا ۔ دور دراز فاصلہ پر مسلمانوں کے علاقہ میں ساحل بحیرہ روم کے قریب واقع تھی ۔ اس لئے وہ دوسرے روز قریب شام سے پیشتر منزل مقصود پر پہنچ سکی دشوار گذار کوہستانی مقامات طے کرنے میں ان کو اکثر کبھی نہایت گہری اور پتھریلی گھاٹیوں سے گذرنا پڑتا تھا جس کے برابر ایک چھوٹا سا چشمہ نہایت تیزی سے بہتا نظر آتا تھا ۔ گذرگاہ میں جابجا ٹوٹے ہوئے پتھر ۔ پاش پاش چٹانیں اور ناہموار مقامات دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ موسم گرما میں پہاڑی ندی سے سیراب ہو کر چشمہ نے جبراً اپنا راستہ صاف کیا ہے اور مزاحم پتھروں کو ادھر اُدھر سے لڑھکا کر نیچے لا ڈالا ہے ۔ اور کبھی اُن کو کسی پہاڑی دریا کے بالکل خشک گذرگاہ سے چلنا پڑتا تھا جس میں جابجا سنگین چٹانوں کے بڑے بڑے ٹکڑے اور تراشیدہ سالم پتھر سخت مزاحمت کرتے تھے ۔

نیچے کی یہ حالت تھی اور اوپر سے پہاڑ کی اونچی اونچی چوٹیاں اور ڈھلوان چٹانیں دونوں طرف سے جھک کر راستہ کو سرنگ نما بناتی تھیں جس کے تنگ و تاریک گوشوں کو سیف الدین کی معرکہ آرائیوں

له نوٹ دیکھو باب بارہ "فتح غرناطہ" مولف

بیر شیبون کو ڈھونڈنے جانبازوں نے کمین گاہیں بنا رکھا اور ریوڈ مدتوں قزاق ان میں چھپ کر غریب الوطن مسافروں کو مال و جان سے محروم کرتے رہے ہ

آخر تیسرے پہر دستہ ہو بہادر دستہ پہاڑ کے ایک بلند مقام پر پہنچا جس کی دونوں طرف نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ خوشنما میدان پھیلا ہوا ہے ایک حصہ چہرہ روم کے میدانوں یا پانی سے طرح دور سے چمکتا دکھائی دیا۔ انہوں نے اس کو گویا لشکر ہرمیس یا قیصر کی روایت اول سمجھ کر جوش مسرت سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیا اور بہ چل پڑے رات کی تاریکی میں بند دختے بالآخر وہ اس مقام پر پہنچے جس میں چھوٹی چھوٹی بستیاں اور آباد وادی ہر طرف وسعت سے پھیلی ہوئی واقع ہیں اور اکثر کو آباد بتاتی ہیں۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ ان کی بلند نظر امید پوری سے مایوس ہوئیں کیونکہ باشندے اس الیغار سے واقف ہو کر پہلے ہی تمام مال مویشی نکال لے گئے تھے اور خود اہل و عیال سمیت کوہستانی قلعوں اور برجوں میں جا چھپے تھے ہ

دامن تنگ نا کامی سے منفعل ہو کر اور کچھ بس نہ چلا تو انہوں نے تمام خالی گاؤں اور جنگل میں آگ لگا دی۔ اور بعد ازاں امید کامیابی پر قسمت آزمائی کرتے آگے بڑھے حصہ دار اپنے غنیمت ذوالنون الیزید ونی الکیلا اور دیگر سرداروں نے اپنے اپنے دستہ کے جوانوں سمیت تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ راستہ میں چند مسلمان کسان مویشی لے کر اسی تنگ وادیوں کی طرف جنگل سے لئے جاتے تھے ان کو گرفتار کر لیا ہ

نیا قاعدہ جس وقت علاقہ کی آتش جنگ سے شعلہ زن تھی اور پہاڑ کی چوٹیوں کی غریب ساکنوں کی جھونپڑیوں کے شعلوں سے روشن کر رہی تھی۔ اس وقت دائرہ عقب کا افسر یعنی والی ستیا کو اپنے ماتحت جوانوں میں فوجی قواعد کے موجب پابندی اور ترتیب قائم رکھنے میں نہایت تندہی کر رہا تھا تا کہ اگر کسی طرف سے حملہ ہو جواب دینے کے لئے مسلح تیار رہیں۔ آخر وقت مقدس ... اور تہ کے چند جوان مال غنیمت کی تلاش میں ... ہمراہ ہو لئے تو افسر نے ان کو فوراً واپس بلا کر سخت سرزنش کیا ہ

آخر چلتے چلتے وہ پھر ایک ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ دشوار گذار تنگ وادی تک پہنچے جس کو عبور کرنا تھا یعنی ہر طرف نہایت اونچی اونچی چٹانیں ... خوفناک گڑھے جن کو عبور نہ کر پانی بہتے ہوئے ... سنگین چٹانوں اور ... ان مقامات نے ... تمام ... کی ترتیب باقاعدہ ... ممکن تھی ... رستہ ... [illegible]

[illegible]

اس کی روشنی میں وہ ان گھوڑوں سے بمشکل بڑھ رہے تھے کبھی ناہموار اور ڈھلوان چٹان پر کبھی کسی اونچے ٹیلے کے اوپر کھڑے پتھروں کے انبار پر کبھی کسی گہری خوفناک غار میں اتر جاتے تھے کبھی ایسے بلند ٹیلے سے گذرتے تھے کہ پہاڑی بکرے بھی ان سے بمشکل گذرتے ہونگے۔ غرضکہ اس بلندی و پستی کو طے کر کے وہ ایک جلتے ہوئے گاؤں کے پاس سے گذر رہے تھے۔ آگ کی روشنی سے جوان کی نظر ادھر ادھر پڑی تو معلوم ہوا کہ موقع بے طرح مخدوش و خطرناک ہے۔ یعنی مسلمانوں کی ایک بڑی جمعیت ایک بلند غار کوہ پر برج میں چھپی ہوئی تھی۔ انہوں نے جب اس بہادر بستہ کے مسلح سوار و کو اونچی نیچی چٹانوں سے سخت کشمکش کے ساتھ افتاں و خیزاں راستہ طے کرتے دیکھا تو جوش مسرت سے نعرے لگاتے ہوئے برج سے باہر نکل آئے اور اس خمیدہ چٹانوں پر جوان اصحاب کہف کے سروں پر جھکی ہوئی تھیں وہ ادھر ادھر پھیلے۔ بڑے بڑے پتھروں اور نوکدار لوہے کی چیزوں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ والیے نہیں اگر سنگ باری سے متاثر ہو کر کمک کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑانے سے مارکوئس اولیویہ تو قریب ہی تھا۔ یہ سنتے ہی مثل شیر کے ہمراہ رفیقوں کے دستہ سمیت مدد کے لئے جھپٹا۔ اس کو آتا دیکھ کر دشمنوں نے سنگساری سے ہاتھ کھینچا۔ ادھر والیے سنبھلا کو ہوش آیا کہ اس خوفناک درہ سے فوج کو باہر نکالے۔ چنانچہ رہبروں کو باہر نکلنے کا حکم دیا۔

رہبر اپنے ذہن میں محفوظ اور سہل راستہ سمجھ کر ایک طرف کو چلے مگر درحقیقت وہ نہایت ہی ڈھلوان اور چٹانی مقام تھا جس سے پیادہ سپاہی بمشکل ہاتھ پاؤں ملا کر گذر سکتے تھے اور سوار تو بالکل بے دست و پا تھے۔ اور غضب یہ کہ اس مقام پر بھی ایک بلند خمیدہ چٹان جھکی ہوئی تھی جس سے مسلمان ان پر پتھروں کا مینہ برسا رہے جاتے تھے۔ اور جوش مسرت سے اس قدر وحشتناک آواز نکالتے تھے بیروں کے دل دہل جاتے تھے۔ بعض جگہ راستہ اس قدر تنگ اور ناکافی تھا کہ سوار پیادے ایک ایک کر کے گذر رہے تھے۔ اس حالت میں دشمنوں کے وار اکثر کارگر ہوتے تھے اور گھوڑا سوار سمیت اوپر سے پھسل کر نیزہ سے پہاڑ کا حرکت کا لمحہ بوجھ کر تحت الثریٰ کا رخ کرتا تھا۔ اور اس آخری منزل سے پہلے کسی نمازی مرد کا سد راہ ہوتا تھا۔ تمام ارد گرد کی پہاڑیوں پر ہزاروں آگ کے الاؤ جو اکرنے کے لئے روشن تھے۔ ہر ایک چوٹی ہر ایک چٹان پر ایک شعلہ بلند تھا۔ جس کی روشنی کی وجہ سے سب کا سب مجموعہ تمام کر سکتے تھے کہ دشمن لشکر روں کی طرح کہاں چھپتے ہیں بلکہ وہ اس زمان سے اس چٹان پر وقتاً فوقتاً نکل نکل کے جھپٹتے تھے اور جب انسان

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

ہیں شاید وہ جذبات خود فروشی سے مانگا [illegible]

ہوا اور اپنے مجاہدین کی طرف رخ کر کے بولا "خبردار! [illegible]

ہو کر اور ہمارا جسمانی [illegible] معاف نہیں کر سکتی لیکن روحانی [illegible] ہر وقت کھلا ہے [illegible]

سب ملک جان ہیں! یہاں ٹھہرنے سے بچو۔ اس سے کچھ حاصل نہیں کہ دشمن [illegible]

Marfat.com

خون بہائیں گے۔ آؤ! ان عموداً بلند چٹانوں ہی کو جنگی برجیاں اور کنگرے سمجھو اور اوپر چڑھ چلو۔ تاکہ نئے جانفروشی کریں"۔ یہ کہتے ہی اُس نے گھوڑے کا رُخ پھیرا اور نعرہ لگا کر چڑھائی شروع کر دی پھر تو یہ نوبت ہوئی کہ تمام مجاہدین کیا سوار کیا پیادہ ایک ساتھ نعرے لگاتے اپنے جانثار سردار کے پیچھے آگے بڑھ رہے تھے۔ اور سب نے نیت کر لی کہ جب موت کے سوا کوئی مفر باقی نہیں تو دشمن ایسا آخری وار سہنے کیوں خالی رہے۔ ادھر جب وہ اس کٹھن راستے کو طے کر رہے تھے۔ تو دشمنوں نے موقع پا کر اوپر سے سخت طوفانِ سنگباری شروع کر دیا۔ گویا اس حالت میں "سنگ آمد و سخت آمد" کا مضمون ہو رہا تھا یعنی سنگین چٹانوں کے بڑے بڑے ٹکڑے اوپر سے ایک ہیبت ناک آواز کے ساتھ بے محابا لڑھکتے اور چھوٹے چھوٹے پتھروں کو جماعت میں ساتھ لیتے فوج کے بیچ سے نکل جاتے تھے۔ پیاسے بھوک اور تکان کی شدت سے بے تاب یا زخموں سے بے دست و پا ہو کر سہارے کے لئے پاس کے گھوڑوں کی دُم یا عِنان تھام لیتے تھے۔ ادھر گھوڑے جا بجا بکھرے ہوئے بے ڈول پتھروں کے بیچ میں قدم نہ جما کر یا کسی دشمن کی وار سے اچانک زخمی ہو کر بری طرح ٹھوکر لیتے تھے اور اُن ڈھلوان نشیب سے سوار پیادوں سمیت لڑھکتے۔ اونچے نیچے ٹیلوں سے ٹکراتے۔ لوٹ پوٹ کھڈوں میں آ گرتے تھے۔ اس کشمکشِ جانفروشی میں الفریڈ یعنی فوج کا جھنڈا بردار بھی فقط کہیں غائب ہو گیا۔ اس سے پہلے ذوالنے سٹینڈ باگ کے اور بہت سے اعزا و اقارب بھی اسی طرح کہیں غائب ہو چکے تھے۔ غرض مختصر بہادر سپہ سالار جمعیت سمیت چوٹی پر پہنچا تو پیش نظر یک مہیب اور بے انتہا مصائب و آلام کا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ وحشت انگیز چٹانوں اور ناہموار گڑھوں کا ایک بے ترتیب سلسلہ سامنے تھا۔ جن پر خونخوار دشمنوں کے دل کے دل استقبال کے لئے کھڑے تھے پیچھے تدبیر کی گہری گھاٹی لقمہ کرنے کو منہ پھیلائے تھی۔ فوج میں کوئی جھنڈا تھا نہ کہ با ترتیب سپاہیوں کی جماعت بندی کی جاتی۔ سب اِدھر اُدھر بکھرے نفسی نفسی پکارتے تھے اور اسی فکر میں تھے کہ سنگدل چٹانوں کی ٹھوکروں اور دشمن کے تیر و تفنگ سے کیونکر بچیں۔ مسیحی لشکر نے جب اِن فدائی اور صف شکن ہدست کو اس طرح شکستہ حال و منتشر دیکھا تو غم و غصہ سے بے تاب ہو کر کہنے لگا " یا اللہ! آج ان گنہگار بندوں پر تیرا سخت ہی عتاب ہے۔ تو ہی بزدل کفاروں کو شیر دل بہادر بنا دیتا ہے اور تو نے ہی گلہ بانی کرنے والے کسانوں اور مفلس دہقانوں کو آج ان

ف۵۔ اس موقع پر ہم یہ یاد کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اسلامی فوج کا بیشتر حصہ اس طرح اور ایسی جگہ پر یہ سانحہ گویا سورۃ الم ترکیف کے دوسرا شانِ نزول تھا لیکن فرق معنوی تو نہیں لفظی اس قدر ہے کہ وہ اصحاب الفیل تھے اور یہ اصحاب الفرس +

Marfat.com

سلطان اور جنگ آزما سپاہ اور دل ہی دل میں فتح و نصرت سے محروم ہے۔ زرطحانہ [illegible] بیتاب ہو کر قریب تھا کہ اگر
سوار نہیں تو کم سے کم پیدل ہی سپاہیوں کو ادھر ادھر سے سنبھال اور ہیبت کر دشمن پر دیوانہ وار
جھک پڑے [illegible] ہیبت کے وقت میں آنکھیں بائیں لگے ہوئے
تھے اور وحشت [illegible] کی کہ آپ صرف اپنی فکر کیجیے۔ اگر آپ یہاں ٹھہریں گے تو
گرفتار یا قتل [illegible] ہلاک ہو جائیں گے کچھ حاصل نہ ہوگا بہتر ہے کہ بھاگ چلیے۔ اگر جان بچے تو دشمن
[illegible] انتقام لینے کے لئے وقت کیا کمی ہے۔ والیٔ سیستان [illegible] اس مشفقانہ نصیحت
[illegible] آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگا "یا رب العالمین! تو دیکھتا
ہے کہ میں ان گناہوں سے [illegible] نہیں بچا [illegible] یہ کیا ہیں؟ صرف تیرے
دست قدرت [illegible] ہے کہ ہم کو ہماری بدکاریوں کی سزا ملے" یہ کہہ کر اس نے
رہبروں کو [illegible] کیا اور خود گھوڑے [illegible] اس سے پہلے دو مسلمانوں کو مزاحمت
کرنے کا موقع [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible] الله [illegible]
[illegible]

نتیجہ یا تو مسلمان پسپا ہوئے تھے یا بالکل ہزیمت خوردہ ہو کر میدان سے بھاگ نکلے۔ اس معرکہ میں سلطان ابو عبداللہ دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

جب غمزدہ رعیت کی یہ جماعت بچی کھچی غرناطہ میں داخل ہوئی تو ہر طرف ماتم ہونے لگا شخص ایک دلخراش لہجہ میں نوحہ کرتا تھا۔ ہائے غرناطہ! تیرے آفتاب حسن و جمال پر کیسی تیرگی چھا گئی ہے؟ تیرے چہرۂ عالمتاب پر آج یہ ماتمی نقاب کیوں پڑا ہے؟ تیرے گلستان شجاعت پر کس لئے آج خزاں کا عالم ہے۔ آہ اے غرناطہ! تیری شمع شبستان رزم آج دیار غربت میں بزم عدو کا چراغ ہے۔ افسوس! تو بے پناہ رہ گیا۔ تیرا عالیشان ایوان (الحمرا) جس میں جوان رعنا سردار زرق برق وردیاں پہنے۔ ہتھیار زیب بدن کئے مبارزت کے لئے گھوڑوں پر سوار ہر طرف جمع ہوتے تھے آج سونا پڑا ہے۔ تیرے خوشنما اور پر رونق بازار جن میں فراش تندرست فرش چاندنی بچھاتے تھے۔ اور طنبوروں کی دلکش آواز کیسی لحن داؤدی کے ساتھ مل کر ہر طرف گونجا کرتی تھی۔ آج ان پر بھی سناٹے کا عالم طاری ہے۔ تیرے آراستہ بالاخانے جو کبھی نغمۂ سرود سے بزم عشرت رہتے تھے آج ماتم کدہ کیوں ہیں۔ تیرے کشیدہ قامت اور سرسبز پہاڑوں پر طبلے کیوں خاموش اور دم بخود ہیں۔ تیری بھلی چھولی گلزار اور سرسبز گنج باغ نقش و نگار عجیب لئے اب کیوں خالی ہیں۔ پیارے غرناطہ! الحمرا میں آج کس لئے ہر طرف سناٹا ہے۔ اس کے آراستہ کمرے ابھی تک لیموں۔ نارنگی اور ترنج کی خوشبو سے مہک رہے ہیں لیکن افسوس کوئی سونگھنے والا نہیں۔ اس کے مرغزاروں میں مرغان خوش الحان نغمہ سنج ہیں۔ مگر افسوس کوئی سننے والا نہیں۔ تیرے خوش قطع حوضوں کا پانی تیرے عالیشان ایوان کی سنگ مرمری دیواروں سے سر ٹکرا رہا ہے۔ اور تیرے چشمے بے آبروئی پر دُر اشک بہا رہے ہیں کیونکہ جہان پناہ کا راج کہیں نہیں دکھلائی دیتا۔ افسوس الحمرا کا چراغ گُل ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے گُل ہو گیا۔

ادھر مسیحیوں نے ابوعبداللہ کو گرفتار کر کے قرطبہ کو چلتا کیا۔ اور فردیننڈ نے میدان نوال دیکھ کر ویگا کی تمام زرخیزی اور خوبصورتی کو تخت و تاراج کر کے بالکل خاک میں ملا دیا۔ جب بڈھا ابو الحسن اپنے علاقہ میں واپس آیا تو یہ حالت دیکھ کر نہایت غضبناک ہوا مگر غرناطہ کی چار دیواری سے باہر کیا بس چل سکتا تھا۔

Marfat.com

تیرھواں باب
غرناطہ کا خاتمہ
اور
ابوعبداللہ کی پھانسی

سلطان ابوعبداللہ کے صدمہ گرفتاری نے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت کو اور بھی کمزور بنا دیا [illegible]

کرتے ہیں کہ اندلس کے زوال کا بڑا سبب یہی ہے کہ ابو عبداللہ۔ فرڈیننڈ "حالا کشیدہ" میں تھا۔

غرضکہ جب سلطان غرناطہ بندیوں کی حیثیت سے دربار قرطبہ میں پہنچا۔ تو شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابلا بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور شاہانہ مراسم تواضع مدارات کیں۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے ناصح مشفق بنکر اس کو بہت کچھ سمجھایا مسلمانوں کی شکستہ حالی عموماً۔ اور اس کی مایوسانہ حالت اور مخدوش موقع خصوصاً۔ ادھر اس کے مقابلہ پر مسیحیوں کی روز افزوں ترقی اور کامیابیاں یاد دلائیں۔ اور آثار بہت سا دیکر اس بات پر راضی کر لیا کہ آئندہ وہ اپنے آپ کو تاج قرطبہ کا ہوا خواہ و مطیع سمجھے۔

ابو عبداللہ کو کٹھ پتلی کی طرح خوب ہاتھ کے اشاروں پر لانے کے بعد انہوں نے غرناطہ کو رخصت کیا۔ جہاں کہ اس دوران میں ابو الحسن کو ایک مرتبہ پھر موقع مل گیا تھا کہ قلعہ الحمرا پر اپنا جھنڈا نصب کرے۔ قدیم ہوا خواہوں کی مدد سے شہر کے اس حصہ پر جم کر جس کو البیسین کہتے تھے۔ ابو عبداللہ نے تدبیر و حکمت عملی سے اول راستہ صاف کیا اور پھر حصار القصبہ پر جو قلعہ الحمرا کے عین مقابل واقع تھا۔ قابض ہو کر باپ کا مقابلہ شروع کر دیا۔ اور لگاتار بے ترتیب لڑائیوں سے ایک طوفان برپا کر دیا۔ جو ابو الحسن کی بیبیوں کی باہمی حسد و عداوت سے اور زیادہ تیز ہوا۔ ابو عبداللہ کی والدہ عائشہ کو اپنی سوت ضرایا سے جو ایک مسیحی عورت تھی سخت رشک تھا۔ کیونکہ ابو الحسن اس کو تمام بیبیوں سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ امرائے دربار نے موقع پا کر ایک ایک کو سنبھال لیا چنانچہ ارا گون کا ایک بربری قبیلہ بنی جرہ عائشہ کا طرفدار ہوا۔ اور قرطبہ کا ایک قدیم خاندان بنی سراج ضرایا کا حامی ہوا۔ اور دونوں میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی جس کا آخر کار نتیجہ ہوا کہ فرقہ آخر الذکر کے بر غنہ سردار نہایت بیرحمی سے الحمرا کے اس ایوان میں قتل ہوئے جو آج تک مقتولین کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ یہ کہ ابو عبداللہ اس خونریزی کا سبب تھا۔ ایک مشتبہ امر ہے جس کی بابت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

فتحمند فریق بنی سراج کے ظل حمایت میں ابو عبداللہ اس چھوٹے سے قلعے کے اندر کچھ عرصہ اور باپ کا مقابلہ کرتا رہا۔ مگر ابو الحسن عمر رسیدہ ضعیف یا جیسا کچھ تھا بیٹے کے لئے کافی تھا۔ جو آخر کار المیریا میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ اس وقت سے غرناطہ کی حکومت کی گویا تنصیف ہو گئی۔ آدھے میں ابو عبداللہ جو ہر جگہ ہمیشہ ناکام اور رزم و بزم دونوں میں بے نیل و مرام رہتا تھا اور قومی مذہبی دشمنوں کا ہوا خواہ و مطیع ہونے کے سبب شریف و معزز مسلمانوں میں سخت

نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور آدھے میں ابوالحسن یا یوں کہو کہ اُس کا برادرِ حقیقی الزغل (یعنی شجاع)
کیونکہ بڈھے باپ کو بیٹے کی ناسعادتمندانہ سرکشی اور انجام کار سلطنت کی تباہی کا صدمہ زیادہ عرصہ
اُٹھانا نہیں پڑا۔ اس واقعہ سے کچھ دنوں بعد بینائی سے معذور ہو کر پھر جلد ہی بارِ عظمت سے ہمیشہ
کے لئے سبکدوش ہو گیا۔ مؤرخوں کو شک ہے کہ اُس کی موت دغا سے وقوع میں آئی۔

اُندلس کے جلیل القدر اور ناموَر فرمانروایانِ اسلام میں الزغل سب سے آخری تھا۔ نہایت
دلیر اور جانباز مردِ میدان۔ نہایت عالی ہمت اور اولوالعزم فرمانروا۔ مسیحیوں کا پکا مخالف اور پورا
مدِمقابل۔ اگر اُس کا حاسد اور ناعاقبت اندیش بھتیجا مزاحم و مخل انداز نہ ہوتا تو خیر یہ تو نہیں کہا
جا سکتا کہ غرناطہ پر مسیحی کبھی فتح و قبضہ حاصل ہی نہ کر سکتے مگر کچھ شک نہیں کہ اُس کے جیتے جی یہ بات
ہرگز میسر نہ ہوتی۔ بنی سراج کے قتل سے جو فریقِ غالب کو کامیابی ہوئی تھی یا آلمیریا کے ہاتھ سے
نکل جانے سے جو فریقِ مغلوب کو ناکامی ہوئی تھی۔ اگر فریقین اسی پر اکتفا کرتے اور آئندہ کیلئے
ساکت رہتے۔ تب بھی کچھ ہرج نہ تھا۔ مگر افسوس اُنہوں نے جہاں تک ہو سکا نئے نئے قصے
قضیئے کھڑے کئے اور اور زیادہ فتوح حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ کاربردازانِ قدرت
جب کسی سلطنت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو اول سلطانِ وقت کی عقل پر پردہ ڈالدیتے ہیں۔" نہ
اُس میں عاقبت اندیشی کا مادہ باقی رہتا ہے اور نہ دشمن کے پہچاننے کی تمیز۔ اُس کی سوءِ تدبیری اور
کورعقلی نہ موجودہ کی اصلاح کر سکتی ہے اور نہ آئندہ کی رخنہ بندی۔ طمع اور نفسانیت اگر حد سے
نہ بڑھیں تو صفاتِ انسانی ہیں ورنہ شیطانی۔ لیکن یہ بھی قوم و قبیلہ۔ ملک و رعیت بلکہ دنیا بھر کا
فائدہ۔ اگر اُس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں۔ تو اُس کی چشمِ تنگ میں پرِ پشہ کے برابر
بھی منفعت نہیں رکھتا۔

فرمانروایانِ غرناطہ کی عجیب ہی حالت تھی۔ گویا ان پر ایک ایسے جنون خیز دیوانے
ایک سرے سے حملہ کیا تھا جس میں انسان اپنے آپ کو آپ ہلاک کر ڈالتا ہے۔ انہوں نے
فرصت کو غنیمت جاننا بالکل چھوڑ دیا تھا ایسے نازک وقت میں جبکہ مسیحیوں کو پسپا کرنے [illegible]
ضرورت تھی ایک ایک شخص [illegible] عاقبت اندیشی سے باہم متحد
ہو کر اپنی مجموعی طاقت [illegible] البتہ [illegible] دونوں فریق قومی دشمن کے
مقابلہ پر [illegible] یا اگر اس کو استحکام میں
لے ڈالیں [illegible] غرناطہ [illegible] ایک دوسرے کے [illegible]

Marfat.com

تھے۔ اپنے اپنے ساختہ پرداختہ بادشاہوں کے باہمی حسد وعداوت کو بڑھاتے بھڑکاتے رہتے تھے۔ جدت پسند متلون المزاج۔ انقلاب کے شائق۔ عام اس سے کہ نتیجہ پہنچے گی ہو کر بربادی۔ بادشاہوں کے عزل ونصب کو بہترین مشغلات زندگی سمجھتے۔ جب تک کوئی بادشاہ ہر محاذ پر ہر جنگ میں فتحمند رہتا اور سرزمین کفار سے بیش بہا غنائم لاتا تب تک وہ اس کے ظل حمایت کو ظل اللہ سمجھتے۔ اور اگر اتفاقیہ کہیں اس کو ناکامی ہو گئی اور وہ نامراد واپس آیا۔ بس پھر تو اس کے لئے شہر میں جگہ تھی نہ دل میں۔ وہ اس کے دروازے بند۔ اور اندر دوسرے بادشاہ کے جلوس کی تیاریاں۔ خوشی کے نعرے اور دعائیہ نغمے۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ دوسرا بادشاہ ابو عبداللہ ہے۔ الزاغل ہے۔ یا اور کوئی خوش نصیب۔ مگر شرط یہ ہے کہ اہل شہر کے جدت پسند دل میں مسرت گھر کئے ہو۔

اب سنئے کہ ابو عبداللہ تو ادھر اس دھن میں تھا کہ جس طرح ہو سکے اپنے دلاور چچا الزاغل کی اولوالعزمیوں کو مسدود کرے۔ ادھر مسیحی اپنے کام میں برابر مصروف تھے اور اس تباہی کے قریب پہنچی ہوئی سلطنت کے محدود علاقہ کو روز بروز محدود کئے چلے جاتے تھے۔ تاج و تخت بیا تو کل [illegible]۔ کل وہ تو پرسوں یہ۔

چنانچہ ۱۴۸۴ع میں فرڈی ننڈ نے اپنے ایک نئے توپخانہ کی مدد سے جو لومبر کہلاتا تھا الورا اور دیگر قلعہ جات پر قبضہ کیا۔ لگے ہاتھوں کاٹن۔ فرطمہ۔ رونڈہ [illegible] مگر [illegible] الزاغل نے بھی خوب بدلہ لیا۔ اور کلاسٹریوا کے مجاہدین کو ان کی کمینگاہوں میں ہر طرف سے [illegible] کر کے بے انتہا کشت وخون کیا۔ تاہم مسیحیوں کی روز افزوں ترقی مسدود نہ ہوئی۔ چنانچہ ۱۴۸۶ع میں ایک انگریزی تیر اندازوں کے دستہ نے اپنے سالار ارل اور لارڈ سکیلز کے تحت لوشا کو فتح کیا۔ الورا اور موکلن بھی اسی طرح سر ہوئے اور جب اس کی خبر غرناطہ میں پہنچی تو مسلمان سخت حیرت زدہ اور حواس باختہ ہو کر چلاتے کہ "افسوس! غرناطہ کی داہنی آنکھ پھوٹ گئی" اس پر مسیحیوں نے طنزاً یہ جانبہ جڑ دیا کہ "نہیں لکہ [illegible] مسیحیوں کے بادشاہ نے مسلمانوں کے لکہ کی داہنی بازو کاٹ لی"۔ خلاصہ یہ کہ سلطنت کا مغربی حصہ [illegible] فرڈی ننڈ اور اس کی ہمجلیس رفیقہ (ازابلا) دبا بیٹھے۔ اور اندلس کا وہ عظیم الشان درخت جس کا مبارک سایہ کبھی تمام جزیرہ نما پر پھیلا ہوا تھا۔ حادثہ پسند زمانہ کی خزاں خیز ہوا سے برہنہ شاخ ہو جاتا تھا الزاغل جب مسیحیوں کے مقابلہ سے فی الجملہ ناکام واپس ہوا تو غرناطہ پہنچ کر خود بخود نامقبول ہو گیا۔

Marfat.com

کیونکہ اہل شہر ناکام بادشاہ کی حکومت پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے ابوعبداللہ کو
المریہ سے بلا کر بادشاہ بنا لیا۔ اس نے جب یہاں آ کر دیکھا کہ چچا کا مخالف بن کر غرناطہ میں قدم جمانا
آسان نہیں تو مسیحیوں سے کچھ فوج اور امداد لے کر اس سے چچا کا مقابلہ شروع کیا۔ اسی اثنا
میں خبر پہنچی کہ شاہ فرڈیننڈ نے قادس پر کا محاصرہ شروع کر دیا ہے۔ غرناطہ کے تمام مسلمان اس خبر سے
سخت غضبناک ہوئے۔ کیونکہ قادس الحمرا کی کنجی تھا اور اسکا تمام سلطنت میں غرناطہ کے بعد دوسرا
درجہ تھا۔ اس کا موزوں اور محفوظ موقع۔ بلند فصیلیں۔ عمدہ قامت اور سنگین چٹانوں اور عمیق و
ناپیدا کنار سمندر سے محاط۔ انگورستان۔ سرسبز مرغزار۔ شاداب چشمے۔ ہری بھری کھیتیاں۔ اتنا
اور ان سب سے بڑھ کر اس کی شہر پناہ اور دیگر سامان حفاظت۔ یہ سب ایسی خصوصیتیں تھیں کہ اگر اندلس
بھر میں اس کو دوسرا درجہ دیا جاتا تو بےجا نہیں۔ اگر یہ مقام ہاتھ سے نکل گیا تو کل شہر
کا حمرا بھی ان ٹھوکر کھانے والوں کے قبضہ میں ہوگا۔ غرض کہ تمام شہر میں ایک جوش پیدا ہو گیا
اور الزغل جو حال ہی میں [illegible] جنگ و جہاد [illegible] کا بہت مشتاق تھا۔ اپنے بہادر دستہ فوج کو لے کر
مسیحیوں کے پنجے سے چھڑانے چلا۔ اگرچہ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ میں ایسا [illegible]
غرناطہ میں چھوڑے جاتا ہوں جو [illegible] ہے اور میری غیبت سے فائدہ اٹھائے اور [illegible]
عظمت [illegible] پامال کرلے اور اگرچہ وہ دوراندیش لوگ وہ ابوعبداللہ [illegible]
بجانب تھا۔ لیکن [illegible] الزغل [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

الذاجل کو "دنما باز نما کرام" کا خطاب دیا اور معزول کر کے ابو عبداللہ کو تخت نشین کر دیا جب الذاجل آیا تو
دل شکستہ باقیماندہ فوج کے ساتھ شہر پناہ کے قریب آیا تو دروازہ بند پایا اور منظر کو دیکھا
کہ الحمرا کے بلند مینار پر ابو عبداللہ کا پرچم لہرا رہا ہے یہ اس نے سمجھ لیا کہ بے وفا شہر
جو ناکامی کو جرم عمد سمجھ کر معاف نہیں کیا کرتا۔ آج اس مصیبت میں مجھے اپنے دل میں جگہ
دینا نہیں چاہتا۔ فوراً دروازہ سے پھرا اور کاڈکس میں جا کر حکومت قائم کر لی۔

ادھر مسیحیوں نے قلعہ و بلز کو لے کر خاص مالگا کا محاصرہ شروع کر دیا جس کی بلند فصیلیں
دیگر سامان حفاظت ہی بہت بڑی سد راہ تھے۔ باہر ہر طرف اونچے اونچے سنگلاخ پہاڑوں کا حلقہ
اندر عالیشان اور نہایت پائدار فصیلوں کی حفاظت سامنے سے ایک مضبوط جنگی قلعہ کی بنا
پھر اس پر جبل الفر کی کشیدہ قامت اور سنگین چوٹیوں کی آڑ محصورین بسہولت تمام ہر طرف سے محفوظ
ہو کر محاصرین پر جو ایک کھلے میدان میں پڑے تھے آگ اور لوہے کا مینہ بے تکلف برسا سکتے تھے
مزید براں۔ فوجی محافظت کا اہتمام بھی ایک شیر دل مسلمان حامد کے سپرد تھا یعنی الزجری جو حامد زد
کا عامل اور مسیحیوں سے اسی بنا پر سخت درجہ متنفر و بیزار تھا کہ انہوں نے بچھو اور سنگین قلعہ
چھین لیا تھا۔ اس نے تمام باشندوں اور نیز افریقی سپاہیوں کے ایک مختصر سے دستے میں جو رندہ
سے اس کے ساتھ آیا تھا ایک جوش پیدا کر کے سب کو مرنے مارنے پر آمادہ کر دیا اگرچہ اہل شہر
ایک جز ان دوست پیشہ وروں اور دکانداروں کے کوئی جنگی جتھا باقی نہ رہا تھا۔ مگر الجملہ والے اس کے
ساتھ نہ تھے۔ وہ اپنی ہمت و جسارت سے جبل الفر پر چڑھ کر بیٹھا حفاظت کرتا رہا۔ اور جب فرڈیننڈ نے
ایک مرتبہ اس کو رشوت سے قابو میں لانا چاہا تو اس نے بڑی بلند ہمتی سے قاصد کو حقارت آمیز کلمات
میں جواب دے کر واپس کر دیا۔ اور جب دوبارہ قاصد بھیج کر اس شرط پر صلح کا پیغام دیا کہ شہر چھوڑ
جائے اور اگرچہ صلح پسند اہل شہر نے اس شرط کو بخوشی منظور بھی کر لیا۔ مگر اس نے یہی جواب دیا
کہ جاؤ اپنے بادشاہ سے کہدو۔ کہ میں شہر کو تمہارے لئے خالی کرنے کے لئے نہیں ہوں بلکہ تم سے
خالی رکھنے کے لئے۔ فرڈیننڈ نے آخر کار مجبور ہو کر حملے شروع کر دیئے اور اول صرف جبل الفر کو نشانہ
بنایا۔ شاہی توپخانے جو "سیون سسٹرز آف سپین" (ہسپانیہ کی سات بہنیں) کے نام سے مشہور تھا
اس قدر سخت گولہ باری کی کہ تمام قلعہ پر دھوئیں اور آگ کے شعلوں کا ایک گھٹا ٹوپ معلوم ہوتا تھا۔
ہر طرف دمدمے بند ہے تھے اور دن رات آگ برستی تھی۔ اسی اثنا میں مسیحیوں نے ایک مرتبہ
اس بات کی کوشش بھی کی کہ مقام زور پر حملہ کر کے چھین لیں اور جنگی سیڑھیاں لگا کر چڑھے بھی مگر

Marfat.com

متعلقہ صفحہ ۱۸۲

Marfat.com

Marfat.com

شیروں الزوجری اور اس کے جانباز دستوں نے سال بھر تک اولو العزمی سے مقابلہ کیے اور جلد بھڑک اٹھنے
والی چیزوں کا اس طرح رشتہ [illegible] سے سینہ سپر رہا بڑے بڑے پتھر اور چٹانوں کے ٹکڑے اس کثرت
سے اٹھا کر پھینکے اور [illegible] اور بلند مقامات پر چڑھ کر تیروں کی اتنی بوچھاڑ کی کہ حملہ کرنے
والی جماعت کو سخت نقصان کے بعد پیچھا ہٹنا پڑا جب اس طرح بھی کامیابی نہ ہوئی
تو مجاہدین نے [illegible] بعض فصیل و برج بارود سے اڑا دئیے۔ (ابھی تک
تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ بارود سے یہ کام لیا گیا) مگر محصورین اسی طرح ثابت قدم اور بانکے
تیر برساتے رہے۔ [illegible] مجاہدین اور جنگ آزما فوجیں شہر پناہ پر جھکی تھیں۔ بلکہ اگر [illegible]
مجاہدوں [illegible] کہ ابھی [illegible] کی نامور شجاعت بڑی مشہور صفت شجاعت اور دلاوری کے انبار
تھے [illegible] لیکن ایک قلعہ سر نہ ہوتا تھا آخر [illegible] نقب لگانے کی تدبیر لائیں۔
[illegible] ایک تازہ جوش پھیلا [illegible] تیار کرا کر نصب کیے
گئے [illegible] سوال [illegible] مرگئے لگانے [illegible] اور [illegible] والوں کو
[illegible] قلعہ [illegible] سے بنایا گیا
[illegible] نہیں کیا لیکن [illegible] اور الزوجری حصار
[illegible] ہے۔

[illegible] فیصلہ [illegible] قوم کا ہزار سالہ ایوان حکومت
[illegible] کے [illegible] صورت میں
[illegible] کی [illegible] کو دانشمند
[illegible] کے [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی
[illegible]
اور [illegible] کے [illegible]

Marfat.com

بچا سکتے تھے لیکن تیر قضا سے کون بچا سکتا۔ زمینی آفت (مترجم) اگر ٹل جاتی تو ضرور کوئی بلائے آسمانی نازل ہوتی۔ کیونکہ زوال کا فتوے لکھا جا چکا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا" ۔ (مترجم)

جب محاصرین کی دشمنی کارگر نہ ہوئی۔ تو قحط نے خبر لی۔ اہل شہر فاقوں کی شدت سے الزجری کی دلیرانہ صلاحوں کو چھوڑ کر پیشہ وروں کی نیک صلاحیں ماننے لگے۔ بیرونی مدد کی توقع تو کیا ہوتی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ الذابل نے البتہ پھر ایک مرتبہ محصورین کو بچانے کی کوشش کی۔ اور اپنی ٹوٹی پھوٹی جمعیت ادھر ادھر سے سمیٹ کر گاڈکس سے چلا۔ مگر افسوس "بدنصیب" بھتیجا اپنے لئے تو تھا اس کے لئے بھی اسم بامسمے ہوا۔ ابو عبداللہ نے یہ خبر سنکر حسب عادت جنون نفاق کے انداز دکھائے۔ اور جوش وحشت میں افواج غرناطہ کو حکم دیا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس بہادر دستہ کو جو کمک کے لئے مالگا جا رہا تھا۔ راستہ ہی میں جا لیا اور سب کو مار کر بھگا دیا۔ ادھر الزجری کا ہر طرف سے مایوس ہو کر پھر ایک آخری حملہ کیا۔ مگر سخت کشت و خون کے بعد اس کو بھی ناکام پسپا ہونا پڑا۔ شہر میں وبائے قحط روز بروز ترقی پر تھی۔ لوگ فاقوں کی شدت سے جاں بلب تھے کمبخت مائیں۔ بھوک سے تڑپتی ہوئی شیرخوار بچوں کو الزجری کے گھوڑے کے قدموں پر لا ڈالتی تھیں اور رو رو کر فریادیں کرتی تھیں کہ بند کیجئے ہمارا بندوبست کیجئے۔ آذوقہ کا نشان نہیں۔ ہم سے ان بے زبانوں کی تڑپ لوٹ نہیں دیکھی جاتی۔ آخر کار شہر پناہ کھول دیا گیا الزجری اپنے بہادر دستہ سمیت جبل الفخر میں محصور ہو کر بدستور مقابلہ کرتا رہا۔ مگر کب تک اپنے ہی سپاہیوں سے مجبور ہو کر آخر اس نے بھی دروازہ کھول دیا۔ شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابلا نے اس اولوالعزم اور دلیر شخص کی خوب ہی قدر کی اور اس کو ایسا قید کیا کہ جیتے جی رہائی ممکن نہ ہوئی کچھ پتہ نہیں کہ اس کا کیا انجام ہوا۔

محاصرین کا دراز سلسلہ ختم ہونے پر جب دروازہ کھلا تو فاتح محصورین۔ بدحواس شہر [illegible] بھوکوں سے آذوقہ خریدنے اور لڑ لڑ کر ایک دوسرے سے بڑھ جانے میں مصروف ہو گئے اندلسی سپاہی ہر چند کہ فاقہ کی شدت اور محاصرہ کی سختی سے ازبس ماندہ و شکستہ حال تھے مگر ان کی مغرور نظریں ہنوز اسی تمکنت سے ادھر ادھر پڑتی تھیں۔ ان کو اس دلیری کے بدلے انہی غلامیت کا تمغہ ملا۔ باقی کل باشندگان شہر کی بابت حکم ہوا۔ کہ خونبہا دیکر جہاں چاہیں چلے جائیں بایں شرط کہ جو کچھ مال و متاع اور اثاث البیت ان کے پاس اس وقت موجود ہے وہ [illegible] اس وقت دیں۔ باقی آٹھ ماہ کے عرصہ میں ادا کر دیں ورنہ غلامیت قبول کریں۔ چنانچہ مردم شماری اور

Marfat.com

خانہ تلاشی کے بعد سب کو شہر سے نکال باہر کیا۔ صبحِ رخصت صبحِ قیامت کا نمونہ تھی۔ ایک بڑی جماعت ضعیف العمر، ناتواں اور پیری سے ناتوان مردوں۔ بے کس و بے پناہ عورتوں۔ نوجوان پردہ نشین لڑکیوں کی جن میں اکثر بڑے امیر و شریف خاندانوں سے تھیں۔ لٹے ہوئے قافلہ کی طرح اسباب سے گرانبار۔ شکستہ حال۔ تباہ و برباد۔ جلاوطن۔ شہر کے کوچہ و بازار سے گزرتی اور القصبہ کی طرف جاتی دکھائی دی۔ اس عظیم الشان شہر اور رفیع المنزل مکانوں سے جن میں اُن کو پھر کبھی قدم رکھنا نصیب نہ ہوگا وہ اس طرح کرب و بیقراری سے رخصت ہوتے تھے جس طرح روح جسم سے۔ کفِ افسوس ملتے۔ اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے نوحہ کرتے جاتے تھے "الوداع! الوداع اے پیارے مالقا! اے رشکِ فردوس ارم شہر! تیری مشہورِ زمانہ شان و عظمت! تیرے سنگین قلعوں کی وہ مضبوطی ہونے والی حفاظت آج کہاں ہے؟ تیرے سربفلک کشیدہ مینار آج کس خاک میں مل گئے؟ تیری بلند بالا دیواریں تیرے ناز پروردہ فرزندوں کو اب اپنے دامنِ شفقت میں کیوں نہیں چھپاتیں؟ افسوس آج جلاوطن ہو کر وہ تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتے ہیں۔ تاکہ غریب الوطن و بیکس بن کر آپس میں ایک دوسرے کا ماتم کریں۔ افسوس! اُن کی جانسوز مصیبت پر کوئی دلسوزی کرنے والا نہ ہوگا۔ اُن کی آہ و زاری پر تپ درد سے ناواقف اجنبی لوگ حقارت سے ہنسیں گے" نہ معلوم اس دلخراش حالت میں۔ تمام سامان۔ مالقا سے نکال کر سیوائل میں آباد کئے گئے۔ بعد ختم میعاد معینہ جب بقیہ خونبہا طلب کیا گیا۔ اور وہ بجز نقد جان کچھ نہ پیش کر سکے۔ تو بموجب شرط عہدنامہ پندرہ ہزار کس ہمیشہ کے لئے نسلاً بعد نسلاً غلام قرار دیئے گئے۔ اور اس طرح فرڈینینڈ کی [illegible] حکمت عملی سخت تشدد اور وحشیانہ جبر پر ختم ہوئی +

عیسائی اب اندلس کے تمام مغربی حصہ پر بدستور قابض تھے مشہور قلعہ جات سیبانیاڈی۔ رونڈا۔ اور مالقا پر بھی صلیبی نشان کے پھریرے اُڑتے تھے صرف ایک غرناطہ ہی باقی تھا جس پر ابو عبداللہ چند روزہ حکومت میں پھولا ہوا تھا۔ سو اُس کی یہ حالت تھی کہ مالقا کی فتح پر اس نے اپنے حامی شاہ فرڈینینڈ اور ملکہ ازابلا کو تہنیت دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ مشرقی حصہ میں البتہ شیر دل الزغل۔ ہنوز اُسی دلیری سے مقابلہ پر جما ہوا تھا۔ اور سامان [illegible] مایوس و دل شکستہ جمعیت میں جس قدر دو چار قوم پرست ہستیاں زمانہ کی نظروں سے بچی ہوئی تھیں۔ ان کو جھنڈے تلے اکٹھا کر کے جبین سے المریہ[1] تک بالکل آزاد و خود مختار حکومت کر رہا تھا۔

[1] اندلس کا مشہور بندرگاہ جو ساحل بحیرۂ روم پر واقع ہے +

...نیز ... مشہور شہر ملاگا، کس اور باز ا بھی اسی کے قبضہ میں تھے۔ اور ان سب
بڑھ کر کوہستان البگزہرا اور اس کے وہ سنگین قلعے اور سنگلاخ مقامات جن میں جفاکش
پہاڑی قوموں کے ہزاروں ایسے نوجوان طفولیت ہی سے شجاعت کی تعلیم پاتے تھے۔ اس کے
سرسبز و شاداب وادی جن پر خیمہ ہائے جنانیں ہر طرف سے اٹھ کر شامیانے تانے ہوئی تھیں۔ جنکے
سرد اور پاکیزہ پانی کے چشمے جو کوہستان سیرا نویڈا کی بلند برفیلی چوٹیوں کی بدولت ہمیشہ سیراب رہتے
تھے۔ بھیڑوں۔ بکریوں اور ہر قسم کے مویشیوں کے بیشمار گلّے۔ لیموں۔ نارنگی۔ ترنج۔ شہتوت۔
انار۔ انگور کے ہرے بھرے باغات۔ غرضیکہ کوہستان کیا تھا۔ ایک پورے صوبہ کا نعم البدل تھا۔
[illegible] میں فرڈی ننڈ مسلمانوں کے اس علاقہ کی طرف متوجہ ہوا اور تمام فوجیں
اندلسیا میں اکٹھا کر کے اور ان کو ہر طرح مسلح تیار کر کے مغرب کی طرف سے بڑھا اور اول باز ا پر حملہ
کیا۔ مگر یہاں اس کی ترقی مسدود ہو گئی۔ کیونکہ الذاجل نے جو ابھی اپنے پرانے ہتھکنڈے بھولا نہ تھا
عیسائیوں کو بزور شمشیر فصیل شہر سے پسپا کرتے ہی بالا بالا ان کے علاقہ جات میں غارت گری شروع کر دی
پہلا تو یوں ہی گذرا۔ اگلے سال فرڈی ننڈ نے پھر تازہ دم ہو کر باز ا پر از سر نو حملہ کیا۔ مگر اس
مرتبہ فوج کو فضول حملوں میں ضائع کرنے کے بجائے اس نے تمام گرد و نواح کا علاقہ تاخت و تاراج
کر کے محصورین کے ذرائع رسد بالکل مسدود کر دی کہ جن کا نتیجہ خواہی نخواہی قحط اور فاقہ کشی تھا۔ خلاصہ
یہ کہ اگرچہ محاصرہ میں چھ مہینہ صرف ہوئے اور کئی ہزار جانیں میدان جنگ۔ آپس مقابلوں اور
اور بیماری وغیرہ میں ضائع ہوئیں لیکن انجام کار دسمبر ۱۴۸۹ء میں شہر فتح ہو گیا۔ چونکہ باز ا ایک
مشہور اور مضبوط قلعہ تھا۔ اس لئے اس کے ہاتھ سے نکل جانے سے الذاجل کی قوت کو سخت
نقصان پہنچا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ وہ قلعے جو البگزہرا کے تمام اندرونی محفوظ اور مستحکم مقاموں کی کنجی
تھے۔ رشوت یا حکمت عملی سے سب فتح ہو گئے۔ الذاجل ایک دانشمند اور معقول شخص تھا۔ یہ رنگ زمانہ
دیکھ کر سمجھا کہ زمانہ کا وقت قریب ہے ٹل نہیں سکتا۔ چار ناچار اطاعت قبول کی اور شہر
المیریا خود بخود عیسائیوں کے سپرد کر دیا۔ لیکن بزدلی سے ہرگز نہیں۔ بلکہ مشیت ایزدی سے مجبور ہو کر
فرڈی ننڈ نے ابتداً اس کے ساتھ اتنا سلوک کیا کہ اس کو شاہ اندرکس کا خطاب دیکر کوہستان
البگزہرا کا ایک چھوٹا سا حصہ اس کی حکومت کے لئے نامزد کر دیا۔ لیکن الذاجل کب گوارا کر سکتا تھا
کہ جس ملک میں اس کی عزت اور ذلت برباد ہو جائے۔ اسی ملک میں وہ دست نگری کی شرمناک زندگی
بسر کرے۔ کچھ عرصہ بعد اپنی ریاست فروخت کر کے افریقہ چلا گیا۔ یہاں سلطان فیض نے سخت وحشیانہ

۱۔ [illegible] مشہور شہر فلسطان

برتاؤ کیا اور اُس کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اُس کی باقی زندگی اس قدر مصیبت اور تنگدستی۔ اس قدر ذلت و خواری میں گذری کہ اُس کو بیان کرتے ہوئے پائے قلم میں آبلے پڑتے ہیں۔ جو لوگ اُس کو اس حالت کس مپرسی اور لباس دریوزہ گری میں دیکھ کر پہچانتا تھا وہ حیرت سے اُس کا مُنہ تکتے رہ جاتا تھا۔ اُس کی کہنہ اور دریدہ عبا پر عربی میں لکھا تھا "میں ہوں اندلس کا بدنصیب بادشاہ مجھ سے عبرت لو" تنگ القلب اور خدا ترس لوگ اُس کو پڑھ کر کلیجہ تھام لیتے تھے۔

اب مسلمانوں کے پاس صرف غرناطہ باقی تھا۔ ابو عبداللہ اپنے دیرینہ حریف چچا کی معزولی کی خبر سنکر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اور قاصد کی طرف متوجہ ہو کر بولا "اب کوئی شخص مجھ کو بدنصیب کیسے؟ اب میری قسمت نے پلٹا کھا لیا۔" مگر قاصد نے جواب دیا کہ "ہوا ہمیشہ ایک رُخ نہیں چلتی آج اگر اُس طرف ہے تو کل ضرور اس طرف ہوگی۔ بہتر ہے کہ جہاں پناہ ان خوشیوں کو کسی بہتر اور زیادہ مطمئن حالت کے لیے اُٹھا رکھیں" قاصد نے پتہ کی بات کہی یا کیا؟ اس سے بحث نہ تھی۔ وہ تو چچا کو دست و پا بریدہ سمجھ کر امید موہوم پر تکیہ کئے ہوئے تھا اور وہ اپنی حالت سے [illegible] نہ تھا کہ لوگ عموماً اُس کو کفار کا خیر خواہ۔ قوم و ملک کا دشمن اور مردود نام سمجھ کر سر بازار [illegible] اور ملامت کرتے تھے۔ شاید وہ اپنے ذہن میں یہ سمجھتا تھا کہ جب شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابلا پُشت پر ہیں تو پھر کس بات کی فکر ہے۔ وہ خود حاکم بنا رہینگے۔ اور یہ [illegible] ہوا تھا کہ [illegible] میں جب اُس نے مسیحی بادشاہ کو الذابل کا علاقہ فتح کر لینے پر آمادہ کیا تھا۔ تو کوئی قطعی عہد نامہ کی ایک شرط یہ بھی قرار دی تھی کہ اگر اس تمام علاقہ پر بشمول قلعہ بات گا ڈسک اور المیریا پر مسیحی قابض و متصرف ہو جاوینگے۔ تو ابو عبداللہ ازخود غرناطہ خود بخود سپرد کر دیگا۔ چنانچہ الذابل سے فارغ ہوتے ہی فرڈی ننڈ نے اپنے کوتاہ اندیش مجاہد کو خواب خرگوش سے جگایا۔ اور بطور یاددہانی لکھ بھیجا کہ ہم اپنی شرط معاہدہ پوری کر چکے ہیں آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے اور غرناطہ کو جلد خالی کیجئے۔ ابو عبداللہ کچھ دنوں تک لیت و لعل کرتا اور ٹالتا رہا۔ فرڈی ننڈ نے صاف لکھ بھیجا کہ اپنا وعدہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ شہر خالی کیجئے ورنہ وہی سلوک کیا جائیگا جو مالگا سے کیا جا چکا ہے۔ اب تو ابو عبداللہ کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور حیران و پریشان ہوا کہ اب کیا جواب دے۔ لیکن اہل شہر نے ایک دلیر شمبلع [illegible] کو سرگروہ بنا کر معاملہ ہاتھ میں لیا۔ اور جواباً لکھ بھیجا کہ "اگر آپ ہم سے ہتھیار لینا چاہتے ہیں تو خود آئیے اور لیجئے!"

اس وقت میدان ویگا بالکل مالامال تھا۔ ہر طرف کھیتیاں ہری بھری اور باغات سرابستہ

سے الدے کا ٹرے تھے الذجل اور ابو عبداللہ کی باہم زور آزمائیوں سے جو سالِ گذشتہ میں اسکو سخت نقصان پہنچا تھا۔ امسال اس کی تلافی ہی ہوئی تھی۔ اور ایک نہایت اعلےٰ درجہ فصل خوشہ چینوں کی انتظاری کر رہے تھے۔ جو غرناطہ کی طرف سے یہ دلیرانہ جواب پہنچا۔ فرڈی ننڈ ایسے عمدہ موقع پر چپ بیٹھنے والا نہ تھا۔ اپنی معمولی عیاریاں سنبھال کر فوراً ویگا کی طرف متوجہ ہوا۔ پچیس ہزار سپاہیوں کی جری فوج نے مور و ملخ کی طرح تمام میدان میں پھیلکر متواتر چالیس دن تک اس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور جب خوب اچھی طرح لوٹ گھسوٹ کر چٹیل میدان بنا چکے تب واپس قرطبہ ہو گئے بس ۱۴۹۰ء کی ایک فصل کے لئے تو یہ قحط کا انتظام کافی تھا۔ مگر اسی سال میں ایک دفعہ اور اسی قسم کی غارت کرنا باقی تھی۔

ادہر رعیت کی مردانہ ہمت سے بادشاہ کی کمر ہمت بندھی۔ قاعدہ ہے کہ صد درجہ کی مایوسی انسان میں ہر درجہ کی دلیری پیدا کر دیا کرتی ہے۔ شیر دل (موسیٰ) کے اکسانے سے ابو عبداللہ نے جنگ کی تیاری کی۔ اور اس کمی اور کمزوری پر شمشیر بکف دشمنوں کے علاقہ کی طرف بڑھا۔ گرد و نواح کے تمام مسلمان کیا اونٰے کیا اعلےٰ ہر چند کہ مسیحیوں کو خط غلامی یا اطاعت لکھ چکے تھے۔ مگر شاہ غرناطہ کو سلاح جنگ سے زیب بدن کئے ہوئے دیکھ کر ان کے دل بڑھے۔ اور تمام عہد و پیمان بالائے طاق رکھ کر۔ ادھر ادھر سے اس آخری جہاد میں شریک ہو گئے اور مسیحیوں سے چند قلعے فتح کر کے ویگا کے قصاص میں تمام مسیحی علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اس وقت کا جوش و خروش اور اتفاق و یکجہتی دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ گویا غرناطہ پر ایک مرتبہ پھر عالم شباب آنیوالا ہے۔ لیکن افسوس یہ صرف ایک سنبھالا تھا جس طرح غروب کے قریب پہنچا ہوا آفتاب فطرت کے پریدہ رنگ چہرہ پر ایک آخری تیز جھلک ڈال کر دفعتاً افق کی تاریکی میں چھپ جایا کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لب بام آفتاب اقبال کا یہ آخری پر تو تھا۔ ۱۴۹۱ء میں شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابلا جہاد کے لئے سالانہ دورہ پر اٹھے۔ اور عہد کیا کہ غرناطہ کا فتح او قبضہ حاصل کئے بدون ہرگز واپس نہ ہونگے چالیس ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار کا ایک جرار لشکر اور بڑے بڑے صف شکن جرنیل ہمرکاب ہمرکاب میں تھے مثلاً ڈالیے لیون۔ والئے سینٹ یاگو۔ والئے کیڈیز۔ نواب ٹنڈلا۔ نواب کبرا حاکم ولینا۔ اور مشہور شیر جہیدان مالگا یعنی ڈون النسو والئے آگیلر۔ ادھر الحمرا میں حسن کے بلند میناروں سے غنیم کی فوج غبار میں ملتبس صاف دکھلائی دیتی تھی۔ ابو عبداللہ نے مشیران کونسل کو جمع کیا۔ بعض نے اس بات پر زور دیا کہ مقابلہ کرنا فضول اور لاحاصل ہے۔ مگر موسیٰ

Marfat.com

Marfat.com

شبخون کے لئے نکلا۔ اور شہر کے چور دروازہ سے سنتری کو گرفتار کرکے اور اندر داخل ہو کر بخطِ مستقیم
بازار سے گذرتا جامع مسجد پر پہنچا۔ اور اُس کو عفت مآب مریم مقدس کے نام پر وقف کرکے اور ایک
پتھر پر لفظ مریم مقدس کندہ کرکے بطور نشانی اُس کے دروازہ پہ جڑ دیا۔ اور اتنے اہل شہر بیدار
ہو کر سپاہیوں کو جمع کرتے رہے۔ وا لٹے پلگر گھوڑے کو مہمیز کر حیرت زدہ باشندوں کے ہجوم
کو کاٹتا راستہ کرتا۔ انا فانا شہر پناہ پر پہنچا۔ اور یہاں بزور شمشیر نکلکر کیمپ میں جا داخل ہوا۔ فتح غرناطہ
کے بعد جب مسیحیوں نے اس پر قبضہ کرکے جامع مسجد کو گرجا بنایا تو اس شبخون کے ہیرو کو ہمیشہ یہ حق
حاصل رہا کہ عبادت کے وقت گھسنے والوں کے طائفہ کے ساتھ صدر مقام پر بیٹھے۔ لیکن اس قسم کے
دلیرانہ شبخون سے محاصرہ کو کیا تقویت پہنچ سکتی تھی۔ نہ وہ چند چھوٹے چھوٹے جواب و سوال جو
اس وقت تک ہو چکے تھے کچھ کار براری کر سکتے۔ آخر فرڈی نند نے اپنے پرانے داؤ پیچ شروع
کئے۔ اور کیمپ سے جو اتفاقیہ جلکر خاکستر ہو گیا تھا۔ ایکدن بے خبر نکلکر ویگا کے ہرے بھرے مال و دولت
پر اچانک آن پڑا۔ اس خوان نعمت کو بچانے کے لئے مسلمان ایک مرتبہ اور شہر سے نکلے جس کے
بعد پھر کبھی اُن کو نکلنا نصیب نہیں ہوا۔ ابو عبداللہ اور شیر دل موسٰے نے اپنے رسالوں سمیت
خوب داد مردانگی دی اور جان توڑ کے لڑے۔ مگر پیادہ فوج کچھ ایسی جری اور بہادر نہ تھی۔ مسیحیوں
نے اُن کی بے طرح خبر لی اور دروازہ تک پیچھا کیا۔ موسٰے نے اس غم و غصہ میں واپس ہو کر عہد کیا کہ
ایسی کمزور فوج کو پشت پر لے کر آئندہ کبھی کھلے میدان میں تیغ و سپر ہو گا۔ فی الحقیقت مسلمانوں کی
یہ آخری جنبش تھی۔ دس برس کامل وہ چپہ چپہ زمین کے قبضہ کے لئے حملہ آوروں سے مردانہ وار تیغ و سپر
رہے۔ جس جگہ ایک دفعہ قدم جما لیتے تھے۔ پھر متزلزل نہ ہوتے تھے مگر افسوس اب اُن کے پاس بجز
غرناطہ کے کچھ باقی نہ تھا۔ اس کی چہار دیواری ہر طرف سے بند۔ تمام بیرونی دنیا سے تعلق قطع
اور امید دستگیری منقطع کئے خود سرے پر جمے ہوئے تھے۔ فرڈی نند نے سمجھا کہ ایسی حالت
میں قحط کے زور سے دروازہ کھلوانا زیادہ مناسب ہے۔ یہ دھن باندھ کر اُس کے پیشرو
خلیفہ اعظم عبدالرحمن ثالث نے طلیطلہ کے محاصرہ میں جو تدبیر کی تھی وہی اس نے اختیار کی
یعنی ہفتہ بھر کے اندر اندر شہر غرناطہ کے محاذ میں ایک چھوٹا سا قصبہ آباد کر لیا اور اپنے مذہب
کی عزت میں اس کا نام "سانتافی" رکھا۔ جو اپنے بسانے والے کے استقلال و اولو العزمی کی یادگار میں
ابھی تک اسی طرح موجود ہے۔ یہاں بیٹھ کر فرڈی نند غرناطہ کے دم واپسین کا انتظار کرنے
لگا۔ فی الحقیقت قحط نے اس موقع پر وہ کام کیا کہ لاکھ بہادری ہوتی تو نہ کر سکتی۔ اہل شہر سد رمق

Marfat.com

کی صورت سے مجبور ہو کر ابو عبداللہ سے مع اندرونی کمیٹی اور مشاورین کے ساتھ شرائط صلح
طے کرنے پر اصرار کرنے لگے۔ آخر کار بدنصیب بادشاہ کو ماننا پڑا۔ مگر بہادر موسیٰ نے اس صلح
میں شریک ہونا پسند نہیں کیا۔ اس کی رگوں میں ہاشمی خون جوش مار رہا تھا۔ اس کا دل اپنے غیور
اسلاف کی یاد سے لبریز تھا۔ غم و غصہ کی حالت میں سیدھا گھر پہنچا مسلح ہو گیا بدن کو سجا کے اور
اپنے وفادار گھوڑے پر سوار ہوا شہر سے باہر نکل گیا اور پھر کہیں اس کا پتہ نشان نہیں ملا۔ کہتے
ہیں کہ راستہ میں دشمنوں کی ایک جماعت سے اس کی مٹھ بھیڑ ہوئی جس میں دس مسلح اہل قشتالہ
جوان تھے۔ موسیٰ نے تو خود سر کو کفن باندھ کر شہر سے نکلا تھا اور ہتھیلی پر جان لئے پھرتا تھا۔
اس کی آرزو تھی کہ زیادہ زندہ رہ کر شکست غرناطہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے پہلے وہ موت کی آغوش
میں قضا کو عزیز رکھا۔ اس جماعت کو دیکھ کر خوشی سے آگے بڑھا۔ انھوں نے پیام مبارزت دیا۔ اس
نے بدل و جان قبول کر کے سب پر ایک ساتھ وار کیا۔ اکثر کو تہ تیغ کیا۔ باقی زخمی ہو گئے۔ آخر خود بھی
بے چور ہو کر خستہ زین سے فرش زمین پر آ گرا۔ اس دلیر اور مغلوب دشمنوں کے سامنے جو حضور جرأت کا مظاہرہ
کیا گیا۔ سپاہیوں نے اس کے ساتھ بھی کرنا چاہا مگر موسیٰ نے نہایت نفرت سے منہ پھیر کر جواب دیا
کہ "میری آرزو ہے کہ میری لاش بھی دشمنوں کے شرمندۂ احسان نہ ہو!" چنانچہ اس نے پھر ایک وار کیا
اور دشمنوں کے ہاتھ کٹتا رہا اور جواب و سوال کرتا رہا۔ یہاں تک کہ خدا پاؤں نے بالکل جواب دے دیا۔
اور پھر ایک اٹھتے ہوئے جوش اور آخری جنبش سے کوشش کر کے اس نے اپنے آپ کو دریائے شنیل
میں گرا لیا۔ زخمی ہتھیاروں سے گرانبار بدن اس کے کہ جینے کے لئے ایک آخری دم بھی
لے کے "حذر من الموت" کا الزام لے۔ گرتے ہی غرقاب فنا ہو گیا۔

بے غیرت ابو عبداللہ کا نام نہاد ۔ ۲۰ ربیع الاول ۸۹۷ھ کو عہد نامہ پر دستخط کے
دستخط ہو گئے اور یہ شرط ٹھہری کہ ایک مدت معینہ کے لئے التوائے صلح ہے۔ اگر اس عرصہ میں کوئی
بیرونی مدد کہیں سے آ جائے تو خیر ورنہ شہر فرڈیننڈ اور ازابیلا کے حوالہ کر دیا جائیگا۔ بدنصیب ابو عبداللہ
نے سلطان ترکی اور شاہ مصر کو خطوط لکھے مگر سب بے فائدہ رہے۔ وہ کرتے کیا کرتے

پنپا ہیا تب بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع

مہلت کے ایام ختم ہو کر آخر بدنصیب ابو عبداللہ نے مجبور ہو کر فرڈیننڈ کو لکھا
نہیں آئے اور ہمارے گھروں کو ہمارے ہاتھ سے لینے پر بند کر لئے۔ ناظرین! اس سے زیادہ عبرتناک
اور دردناک منظر تم نے کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ نصرانی فوج ہیں رحم کے نعرے لگاتی شہر سے ناتمانی عہد پر

نکل کر ادھر ادھر بکھر گئیں کہ میدان ویگا میں بہتی باقی تھیں۔ بدنصیب مسلمان بھی ہمہ عدہ مختصر سپاہ
ایک طرف کو دم بخود کھڑے زمانہ کی نیرنگیوں کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ سب سے پہلے فوج کا لہراتا ہوا
الحمرا میں داخل ہوا اور ادھر ٹورے ڈی ویلا (مینار کمیرس) کی کشیدہ قامت چوٹی سے ایک صلیب
ہوا میں بلند ہوتی دکھلائی دی اور اس کے ساتھ ہی "سینٹ جیمس" کا پرچم لہراتا نظر آیا۔ تمام
فوج نے جو میدان میں ہر طرف پرے باندھے کھڑی تھی "سینٹ یاگو!" کے
نعرے بلند ہوئے۔ سب سے اخیر کسٹائل اور اراگون کا متحد جھنڈا مینار پر نصب کیا گیا۔ شاہ
فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا تمام فوج کے ساتھ سربسجود ہوئے اور اس بڑی اور آخری فتح
پر خدا کا شکر بجا لائے۔ شاہی بینڈ نے مذہبی گیت گائے۔ ادھر جبل الشہداء کے دامن میں چند
جان نثار رفیقوں کو دائیں بائیں لئے خانہ برباد اور بدنصیب ابو عبداللہ کھڑا تھا جب فرڈی نینڈ
کی سواری پاس آئی۔ تو اس نے اپنا سمجھ ہاتھ بڑھا کر غرناطہ کی کنجیاں اس کو سونپ دیں۔ اور
خود کوہستانی دروں کی طرف چلا۔ لیکن حب الوطنی نے دشمن پر کچھ "تلاطم" پیدا کیا۔ از خود رفتہ ہو کر
پہاڑ پر چڑھا اور ایک نگاہ کوہ پر جس کو پاؤں لگتے تھے کھڑا ہو کر حسرت انگیز نگاہ سے اپنی گذشتہ
شان و شوکت کا نظارہ کرنے لگا۔ وسیع الفضا میدان ویگا۔ الحمرا کے سر فلک کشیدہ مینار۔ [illegible]
اور اس کے قریب ساختہ و پرداختہ۔ غرضکہ وطن مالوف کی تمام عمارات اور گل گلزار کو ایک نگاہ حسرت سے
وداع کیا۔ اور جب ضبط الم سے تاب نہ رہی تو "اللہ اکبر" کا نعرہ مار کر زار و قطار رونے لگا
اس کی والدہ عائشہ نے جو پاس کھڑی تھی کہا "جس چیز کو تم مردوں کی طرح نہ بچا سکے اس پر
آج عورتوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ"۔ یہ مقام جس سے ابو عبداللہ نے اپنے وطن کو ہمیشہ
کے لئے وداع کیا۔ اسپین میں آج تک "مسلمانوں کا دم واپسیں" کہلاتا ہے۔ مگر ہم (مترجم)
ابو عبداللہ کی نگاہ واپسیں کہنا مناسب سمجھتے ہیں۔ غرضکہ یہاں سے ابو عبداللہ افریقہ میں چلا گیا
جہاں اس نے انتقال کیا اور اس کے ساتھ اسلامی عظمت کا انجام بھی اندلس کی طرح ویرانہ کر گیا۔

ابو عبداللہ کا نوحہ

جس وقت ... میدان کی ... [illegible]
حالت ... [illegible]
... [illegible]

Marfat.com

ابو عبد اللہ خاتم السلاطین
غرناطہ کی تلوار

Marfat.com

گونج سنائی دیتی تھی۔ اور وہاں مسلمانوں کی قسمت کی آواز قلعہ الحمرا میں مسیحیوں کے مذہبی گیت گائے جانے لگے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہلال کے تمام پھریروں کے بجائے کسٹائل اور اراگون کا متحد جھنڈا میناروں پر نصب ہوا۔ ایک بادشاہ ایوانِ حکومت خالی کر کے روتا ہوا رخصت ہوتا تھا۔ اور دوسرا مظفر و منصور داخل ہو کر قبضہ کرتا تھا۔ رخصت ہونے والا بادشاہ رخصت ہونے سے پیشتر اپنی سفید ڈاڑھی نوچتا اور نوحہ کرتا تھا۔ رخصت اے غرناطہ! اے بے نظیر شہر! افسوس! اے فخر گلستان! سات سو برس بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ گذرا کہ مسلمانوں نے آ کر تیری عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ تیری مادرانہ آغوشِ شفقت میں اُس نامور اور جلیل القدر نسل نے برسوں پرورش پائی۔ صدیوں تو نے اس اولوالعزم قوم کی جس نے کبھی کسی کے سامنے سر نہ جھکایا تھا۔ ناز برداری کی۔ افسوس! آج وہ تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتے ہیں وہ دلیر جانباز شجاع۔ وہ مغرور کسٹائل کا سر جھکا دینے والے اور جان نصرانیت پر آفت لانے والے غازی جو رجز سے مست ہو کر صف شکن حملے کیا کرتے تھے۔ تیری ہی زرریز کان کے لعل تھے تیری دل انگیز آب و ہوا نے ان کے مزاج میں ایسی جرأت مضمر کر دی تھی کہ نوجوان کے لئے یہ ادنیٰ بات تھی کہ کسی حور وش نازنین کے غم ہجر یا صدمۂ رقابت سے بیتاب ہو کر بلا تکلف جان دے دیں۔ یا اپنے ہادی برحق پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پاک یا اپنی عزت پر بے تامل قربان ہو جائیں۔ شجاعت تیرے مردم خیز خطہ کا ایک چشمۂ آبیاری تھا۔ اور تیرے عزیز الوجود فرزندوں کے بلند پرواز حوصلوں کا سدرۃ المنتہیٰ۔ وہ تلوار کی آب کو پانی سمجھتے تھے اور تلوار کے جوہر کو جوہر انسانیت! آہ لے دیکھ! میں دیکھتا ہوں کہ تیرے بڑے بڑے محلوں پر دشمن سوز جلوہ گر ہے۔ تیری خوشنما سرسبز باغ پر خزاں کا عالم ہے۔ تیرے شان دار اور پر رونق الحمرا پر تیرگی چھائی ہے۔ تیرے چھوٹے چھوٹے گلزاروں کی نفاست اور تروتازگی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی ہے۔ افسوس! میں دیکھتا ہوں کہ ان کے رنگ برنگ خوشنما پھولوں کی نازک پنکھڑیاں صدمۂ حوادث سے کملا کملا کر خاک میں ملتی جاتی ہیں۔ آہ! بدنصیب بادشاہ اس فردوس زمین سے اس طرح نکال دیا جائے کس منہ سے عزت کا دعویٰ کر سکتا ہے کس حیثیت سے گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کا خوش نام زبان خلائق پر آئے۔ ہرگز نہیں۔ اب اس کی باقی عمر کسی گوشۂ تاریک میں دنیا سے منہ چھپائے گمنام بے نشان ہو کر گذرے گی۔ وہ اپنی حالت پر آپ ماتم کرے گا۔ وہ غم کے سوا نہ کوئی اس کا مونس و غمخوار

Marfat.com

ہو گا ۔ اور بیکسی کے سوا کوئی فاتحہ خوان ۔

اے لوحت ۔ شاید ہمارے ترحم القاب اور خداترس ناظرین ۔ ایسے عبرت ناک خاتمہ پر اشکباری کریں ۔ شاید دنیا کی ناپائداری ۔ اس فرودگاہ زندگی کی نظر فریب مگر فنا پذیر خوشیاں ۔ حرص و دولت کی کشاکشیں جو ہمیشہ ہماری ساخت ناگزیر کا انتشار کیا کرتی ہیں ۔ ذیومی جاہ و حشمت حاصل کرنے کے راستے جو ہمیشہ منزل گور پر ختم ہو جایا کرتے ہیں ۔ شاید اس قسم کے خیالات اُن کے دلوں پر مستولی ہوں اور اُن کو ابوعبداللہ مرحوم اور غرناطہ مرحوم کے ساتھ دلی ہمدردی کرنے پر مجبور کریں ۔ لیکن ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ کوئی غیر متوقع نتیجہ نہ تھا ۔ نہ یہ زیادتی کچھ مسلمانوں پر بیجا تھی ۔ جو قومیں ناعاقبت اندیشی سے اپنے ملک و وطن سے جمیع تعلقات منقطع کر کے مفتوحہ بلاد کو زادبوم اور مسقط الراس بنا لیا کرتے ہیں اور مفتوحہ قوموں کو ۔ باوجود اُن سے ہر پہلو پر مختلف ہونے کے بیگانگت کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ اُن کو ایسے سخت انجام پر جبراً راضی ہونا پڑتا ہے ۔

بہتر ہوتا ۔ اگر مسلمان اندلس کو ذریعۂ آمد سمجھتے اور بس

هذا عبرة لاولی الابصار ۔

المترجم

Marfat.com

چودھواں باب

تلوار کے زور سے دینِ مسیحی کی اشاعت

بدنصیب مسلمانانِ اندلس یوں تو ابوعبداللہ کے ہاتھوں پہلے ہی تباہ ہو چکے تھے۔ لیکن اُس کی تباہیٔ اسپین اور زیادہ سخت اور مسلسل مصائب آلام کا پیش خیمہ ہوئی۔ غرناطہ نے جن شرائط پر اطاعت قبول کی تھی وہ کچھ ایسی سخت اور غیر واجبی نہ تھیں اور ابتدائی حالات دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ کیتھولک گورنمنٹ حسبِ وعدہ مسلمانوں کے عقائدِ مذہبی یا قانونِ مجاریہ میں وقت میں کسی طرح کی دست اندازی نہ کرے گی۔ **ہرنینڈو۔ آرک بشپ** (ایک مذہبی افسر) جو ایک سلیم الطبع اور آزاد منش تھا۔ جبراً عیسائی کرنا بالکل خلافِ عقل سمجھتا تھا۔ مسلمانوں کے حقوق کی دل سے قدر کرتا تھا۔ بجائے قوت کے علمی قوت سے اُن کو اپنی طرف مائل کرتا۔ سب کے ساتھ بلا عذر رعایت یکساں مہر و ملاطفت سے پیش آتا۔ اور جہاں تک ہو سکتا تھا تبشیر کے طریقے اختیار کرنے کی کوشش کرتا۔ حتیٰ کہ اپنے ماتحت واعظوں کو عربی پڑھواتا اور ہر چند کہ خلافِ شرع تھی لیکن خود بھی عربی زبان میں نماز پڑھاتا تھا۔ اس قسم کے تالیفِ قلوب سے اُس نے عوام الناس کے دلوں پر یہاں تک قابو کیا کہ ۱۴۹۹ء کے حالات دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ ابتدائے نصرانیت میں یروشلم میں جو کیفیت تھی وہ اب غرناطہ میں ہونے والی ہے۔ ایک دن تین ہزار آدمی عیسائی ہوئے جن کے چہروں پر پادری صاحب نے "پاک خوشبودار پانی چھڑک کر" انہیں مُردہ سے زندہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کی قسمت!

انہیں دنوں میں ملکہ ازابلا نے **کارڈینل زیمنس** کو **ہرنینڈو** کی مدد کے لئے بھیجا۔ اس شخص کو نرمی سے اشاعت مذہب پسند نہ تھی۔ کیونکہ وہ کلیسائی مجاہدین کا [illegible] جہاد کا بڑا شائق اور اس میں نہایت سرگرم رہتا تھا۔ اگرچہ اسی وقت تک جب تک ممکن ہوتی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کفار کو دوزخ کے عذاب الیم سے نجات دلائے خواہ وہ پسند کرتے یا نہ کرتے۔ یہ دھن باندھ کر اُس نے یہ طریقت تمام ازابلا کے ذہن نشین کرا دیا کہ اتنی رعیت ہمارے مخالف بنے ملک کے دامن پر جو چند دھبے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس بات پر

؎ دیکھو ڈاکٹر ہیلکوان کی کتاب۔ ڈان جون آف آسٹریا۔ باب اول صفحہ ۱۱۵۔

Marfat.com

راضی ہو گئے کہ مسلمانوں کو مذہبی بنا پر شدید عقوبت دی جائے۔

اہل غرناطہ کو اس وحشتناک طریقے سے قابو میں لانے کی ابتدائی کوششیں ناکامی پر ختم ہوئیں۔ بعض پکے دیندار مسلمانوں نے عیسائی ہونے سے سخت انکار کیا۔ اور جرم بغاوت میں گرفتار ہوئے۔ اتفاق سے ایک عورت بھی اسی جرم میں ماخوذ ہوئی۔ اور جب اُس کو جبراً قید خانے میں لے جانے لگے۔ تو شہر کے حصہ البیسین کے تمام باشندے حمایت پر اُٹھ کر اُس کو زبردستی چھڑا لائے۔ اس ہنگامہ سے تمام غرناطہ میں ایک غدر مچ گیا۔ اور ہر کوچہ و بازار میں ناگہاں پر تلواریں چلنے لگیں آخر تمام باشندے مایوسی کے عالم میں ایک جا جمع ہوئے۔ کارڈینال زمینس نہایت برافروختہ ہوا۔ گر اُس کا بس چل سکتا تھا۔ لیکن مزاج آرک بشپ حرن تلیب بردار کو ساتھ لئے آگے بڑھا۔ اور بےخوف و خطر البیسین میں داخل ہوا۔ تمام باغیوں نے ہر طرف سے آکر اُس کو گھیر لیا۔ اور اُس کے آستین و دامن پر بوسہ دیکر اپنی مصیبتیں بیان کیں۔ کیونکہ اُن کو اُمید تھی کہ وہ بیچ میں پڑکر رحم و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرادیگا۔ چنانچہ اُس نے تمام تنازعات اُسی وقت رفع کردئے۔ کارڈینال زمینس کو اس وقت ناکام آنا پڑا لیکن وہ ایسا شخص نہ تھا کہ ذرا آسانی سے اپنا ارادہ فسخ کر بیٹھتا۔ چنانچہ اس مرتبہ اُس نے ملکہ کو سمجھا کر ایک فرمان بدیں مضمون جاری کرایا کہ تمام مسلمان جلاوطن ہوجائیں یا دعوتِ نصرانیت قبول کریں۔ اور اُن کو یاد دلایا کہ تمہارے آباؤ اجداد کبھی عیسائی ہی تھے۔ خاندانی سلسلہ سے ضرور ہے کہ تم بھی عیسائی ہو پس چاہیئے کہ عیسائی مذہب کے اُصول اختیار کرو۔ اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ مسجدیں جبراً بند کردیں۔ اور لاکھوں کتابیں مسلمانوں کے عمر بھر کے علمی سرمایہ سب جلا کر خاکستر کردیا۔ افسوس اُن کو انجیل مقدس کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ انجیل جس کے ہر ایک فقرہ سے سلامت روی اور دلجوئی کی تاکید ٹپکتی ہے۔ شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابلا نے نہایت سخت جابرانہ طریقہ اختیار کیا اور یہودیوں کو بھی جو مسلمانوں سے کم مظلوم نہ تھے طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ آخر یہ سمجھ کر کہ بہ نسبت گھربار کے مذہب کا بچانا آسان ہے اکثر لوگ عیسائی ہوگئے جس سے غرناطہ کی آتش بغاوت اگرچہ فرو ہوگئی۔ لیکن الپکزرا کے کوہستانی باشندوں کا جوش ہنوز اُسی شد و مد پر تھا۔ یہ لوگ اپنے سنگین قلعوں میں بیٹھ کر مدت تک مسیحیوں کے مظالم کا مقابلہ کرتے رہے۔ مسیحیوں کی پہلی کوشش اُن کی سرکوبی کے لئے نہایت سخت نقصان کا باعث ہوئی جس کی کیفیت یہ ہے کہ اگیلر ۱۵۰۱ء میں ایک رسالہ لے کر رفع فساد کے لئے چلا یہ وہی شخص ہے جس کی شجاعت چالیس برس سے شہرۂ آفاق تھی۔ گویا جب سے اسپین

Marfat.com

میں شجاعانہ طرز رزم کی ابتدا تھی لیکن مسلمانوں نے ان کو شکست فاش دی اور سنگین چٹانوں کے بڑے بڑے ٹکڑے اس کثرت سے لڑھکائے کہ تمام رسالہ تباہ ہو گیا۔ ہم ذیل کے [illegible] اس واقعے کا نظم بہ حسب ذیل بیان کرتے ہیں:

"دولق و دق بیابان جو دامن تمنا کی طرح دور تک پھیلتا چلا گیا ہے اور جس کا ریگ سراب کی طرح شناور سیلاب [illegible] ہے [illegible] جنگل چٹانوں کے بیچ میں جہاں [illegible] سے [illegible] ہیں۔ [illegible] قدرتا ہموار اور [illegible] ہے [illegible] رکھتا ہے۔ راستے [illegible] کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے جو خونخوار کفار کی لشکرگاہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت [illegible] آفتاب کی کرنوں میں [illegible] ہیں اور [illegible] دشمن [illegible] کے انتظار میں [illegible] ان کو بھی [illegible] رسائی ہے [illegible] ایسا خطرناک [illegible] ہے [illegible] یہاں آ کر [illegible] جاتے ہیں۔ وہ زبردست اور [illegible] جنگ میں [illegible] دکھلانے کے [illegible] ہیں یہاں [illegible] ہیں۔ [illegible] خونخوار [illegible] کھڑے ہیں۔ یہاں [illegible] کی شجاعت کم [illegible] ہے [illegible] چٹانوں اور [illegible] کی طرح [illegible] ہیں جس کے [illegible] اور [illegible] بیان [illegible] کی طرح [illegible] کی چمک [illegible] دیا کرتی ہیں۔ [illegible] میدان میں [illegible] خونخوار دشمن اس کو [illegible] ہیں اور ہر چند [illegible] کوئی [illegible] آتا [illegible] برچھیوں سے اس کے [illegible] آ کر اس کے سر پر لگ رہے ہیں۔ [illegible] ایک بھی سلامت نہ رہی۔ آخر زخموں کی کثرت سے زیادہ کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی اور [illegible] کھا کر ایک دھماکے [illegible]

Marfat.com

گر گیا اور زمین پر لیٹ کر فوراً جان جاں آفریں کو سونپ دی" ٭

اس کے علاوہ ایک اور نظم اس سے زیادہ کچھ مستند بھی ہے جس سے اگیلو کا مسلمانوں کے میر عسکر کے ساتھ لڑنا اور آخر کار مارا جانا وغیرہ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اگیلر اپنے خاندان میں پانچواں ایسا شخص تھا جو کفار کے ساتھ مبارزت میں شہید ہوا ٭

مسلمانوں کی اس عارضی کامیابی کا اثر بجز اس کے کچھ نہ ہوا کہ ان کے حریفوں کے غصہ اور انتقام کی آگ اور زیادہ بھڑکی **کونٹ آف ٹنڈلا** نے قلعہ گوجار کو ہتہ کر کے چھین لیا۔ **کونٹ آف سیرین** نے ایک مسجد کو باروت سے اڑا دیا جس میں ایک وسیع صوبہ کی عورتیں اور بچے حفاظت کے لئے بند تھے۔ شاہ فرڈی ننڈ نے قلعہ لنجارن کو فتح کر لیا جو گویا تمام کوہستان کی کنجی تھا۔ اکثر مسلمان ان حملوں میں کام آئے جو بچے انہوں نے مصر۔ مراکو اور ٹرکی میں بھاگ کر پناہ لی۔ اور صنعت و حرفت کو ذریعہ معاش بنایا۔ کوہستان الپکزرا کی پہلی بغاوت تو اس طرح فرو ہو گئی ٭

اس واقعہ کے بعد پچاس برس تک ظاہرا امن رہا۔ مگر نفرت اور کینہ کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ مسلمان اگرچہ عیسائی ہو گئے تھے مگر صرف ظاہرداری کے لئے۔ گو ضروری فرائض مذہبی پورا کرتے تھے لیکن نہایت بیدلی سے۔ وہ اپنے بچوں کو آپ گرجا میں لے جا کر عیسائی کراتے مگر پادری کی نظر سے غائب ہوتے ہی فوراً بڑی احتیاط سے ان کا منہ دھو ڈالتے تاکہ بپتسمہ کے پانی کا اثر نہ رہے اسی طرح اول گرجا میں نکاح کراتے پھر گھر آ کر شرع محمدی کے بموجب دوبارہ نکاح کرتے۔ اس اذیت کے بدلے ان کو بھی دریغ نہ تھا کہ بربر کے بردہ فروشوں کو اپنے شہروں میں بلا کر بڑی تواضع مدارات سے رکھیں اور عیسائی بچوں کو پکڑ کر بردہ بنانے میں ان کو ہر طرح کی مدد دیں۔ اگر گورنمنٹ مآل اندیش اور عادل ہوتی اور عہدنامہ غرناطہ کی شرائط کی پابندی کرتی۔ تو ان آفتوں سے جو ہمیشہ رعایا کی چھپی ہوئی ناراضی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ہر طرح محفوظ رہتی۔ لیکن افسوس شاہ فرڈی نندڈ اور ملکہ ازابیلا کا جو سلوک مسلمانوں کے ساتھ کرتی تھی وہ نہ منصفانہ تھا نہ دانشمندانہ بلکہ روز بروز جفا و ظلم اور سخت دغابازی پر مبنی تھا۔ چنانچہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ تمام مسلمانوں کو حکماً مجبور کیا کہ اپنے خوش قطع لباس چھوڑ کر عیسائیوں کی پتلون اور ٹوپیاں پہنیں۔ زبان۔ رسم و رواج بلکہ نام تک بدلیں اور بجائے اس کے اہل اسپین کی زبان بولیں۔ انہیں کے طریقے سیکھیں اور انہیں جیسے نام رکھیں یہ وحشتناک قانون چارلس پنجم نے ۱۵۲۶ء میں وضع تو کر دیا۔ مگر دانشمندی سے عملدرآمد نہیں کرایا

Marfat.com

شاہی عمال البتہ اس کے زور سے دولتمند مسلمانوں سے رشوتاً روپیہ اینٹھتے تھے اور اپنی منصبی دیانتداری کو بیچتے تھے۔ اس کے علاوہ تجارت کی آزادی بالکل چھین لی گئی جس سے شاہی خزانہ خوب مالا مال ہوا۔ اور مسلمان جیسی شرعی حد اور سزا سے بڑے چندے سے محفوظ رہے آخر کار باپ نے جس قانون کا نفاذ مصلحتاً نظر انداز کیا تھا اس کا عملدرآمد ۱۵۶۶ء میں بیٹے نے کرایا اور یعنی **فلپ** دوم نے زبان، آداب، عام طرز معاشرت کے بدلنے کی سخت تاکید کی۔ اور اس غرض سے کہ مسلمان طہارت کے اہم ارکان جو منہیات شرع مسیحی میں داخل تھے ادا کرنے سے باز رہیں اس نے الحمرا کے تمام خوبصورت حمام مسمار کرا دیے۔ اس سے بڑھ کر کسی قوم کو اور کیا اذیت پہنچائی جا سکتی ہے کہ اس کے قومی حقوق یک لخت ضبط کر لئے جائیں۔ اور یہ قوم کے وہ افراد جو ہمیشہ سراج المنصور اور عبدالرحمن کے قبیل سے تھے۔ اس تکلیف کو کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اسی میں ایک ٹیکس جمع کرنے والے افسر سے جو اناپ شناپ لوگوں کو لوٹتا پھرتا تھا کچھ تنازعہ ہوا جس نے اس میگزین میں جو بھڑک اٹھنے والی اشیاء سے بالکل معمور تھا چنگاری کا کام دیا۔ ساتھ ہی چند کسانوں نے شاہی گارڈ کے بعض سپاہیوں کو جو ان کے گھروں میں حفاظت کے لئے ٹھکانا نامزد کی گئی تھی قتل کر ڈالا۔ قاتل ایک جماعت کثیر کو ساتھ لے کر اور **فریکس ابن فریکس** نامی ایک شخص کو جو بھی سرج سے تھا مگر بامساعدت روزگار سے **غرناطہ** میں رنگسازی کا کام کرتا تھا اپنا سردار بنا کر کوہستان میں گھس گئے۔ یہاں ہر طرف سے اظہار ہمدردی ہوا **ہرنینڈو ڈی ویلر** جو خلفائے قرطبہ کی نسل سے غرناطہ کا ایک مشہور باشندہ تھا مگر اپنی بد خلقیوں کے سبب [illegible] کو تج دیا تھا۔ اس کو بالاتفاق سب نے مولوی **محمد ابن امیہ** کا خطاب دے کر اندلس کا بادشاہ بنایا۔ اور ایک ہفتہ کے اندر اندر تمام پہاڑ بغاوت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ البشرات کی دوسری بغاوت تھی۔ (۱۵۶۸ء)۔

بغاوت کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی مقام نہ تھا۔ وہ سطح مرتفع جو بحیثیت ان سیرا نیوادا سے شروع ہو کر بل کھاتا ہوا ساحل بحر روم پر ختم ہوتا ہے تقریباً انیس میل لمبا [illegible] چوڑا اور جا بجا سنگین ڈھلوان چٹانوں اور گہری غاروں سے ارتفاع نما ہوا ہے کہ تمام سطح پر اول سے آخر تک کہیں کوئی مسطح مقام نہیں۔ صرف الدجل موم کی جانب یعنی **ایندرکس** کا چھوٹا سا وادی یا وسیع میدان جو پہاڑ اور بحر روم کی درمیانی زمین یا منطقہ کے واقع ہے کسی قدر ہموار ہے تین بڑے سلسلے جن میں سے ہر ایک سلسلہ سیرا نیوادا کی راہ نیچی شاخیں

چٹانوں سے منقسم و شاخ در شاخ ہے۔ ایک دوسرے کی محاذی واقع ہو کر اس سطح مرتفع کو شمالاً جنوباً کاٹتے چلے گئے ہیں۔ اور اس کو چار گھاٹیوں پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ ہر ایک گھاٹی میں چھوٹے چھوٹے پہاڑی چشمے نہایت تیزی سے بہتے ہیں۔ جو موسم سرما میں لبریز مگر گرما میں اکثر خشک ہو جاتے ہیں۔ اور **مولہاسین** (جبل مولای حسن) اور پیچو ڈیلا ولیٹا کی کشیدہ قامت چوٹیوں کو برف سے سبکدوش کر کے بحیرہ روم کو سیراب کرتے ہیں۔ اگر اس خطہ کی بخشائشوں صحت بخش آب و ہوا اور دلفریب منظر کو دیکھئے تو یہ مقام یورپ کے نہایت مشہور پر فضا اور فرحت افزا مقامات میں شمار کیا جاتا ہے۔ موسم نہایت گرم مگر خوشگوار۔ زمین بے حد سرسبز اور نہایت زرخیز۔ تمام زمین وادی بشکر کے کھیتوں اور خرما کے باغوں سے معمور ہے۔ چھوٹا سا ہموار جو ساحل آب پر واقع ہے اس قدر ہرا بھرا ہے کہ گویا مشاطۂ قدرت نے بحیرہ روم کے نیلگون دامن پر مرصع سنجاف لگایا ہے۔ اگر کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر اٹھائیے تو معلوم ہوگا کہ جس طرح ایک خوشنما روش کسی وسیع و بشکل مستطیل باغ کے دروازہ سے بخط مستقیم چل کر دو رویہ طرف سرسبز خیابانوں اور پھیلے ہوئے گلاب کے تختوں کو لئے انتہائے باغ پر تھم جاتی ہے۔ اسی طرح یہ کوہستانی سلسلہ ہرے بھرے کھیتوں۔ زیتون اور خرما کے باغوں کو ہر طرف ساتھ لئے آخیر پر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر نضارت اور تر و تازگی۔ دامن کوہ البائن کی شاداب چراگاہوں اور سرو۔ صنوبر کے باغوں کے دوش بدوش برابر چلی جاتی ہے۔ آخر بلند اور برفیلی چٹانوں کی سنگدلی اور بے مہری سے مایوس ہو کر پہاڑ کے تلے میں تہ لہ ہو جاتی ہے۔ پھر بھی موسم گرما کی تمازت آفتاب میں پہاڑ کے تنگ و تاریک مقاموں اور غاروں کے اندر جہاں برف کی رسائی نہیں۔ اکثر زمرّدین فرش بچھا ملتا ہے۔ ان تنگ گھاٹیوں میں جو آج مسکن وحوش و طیور رہ گئی ہیں کبھی مسلمان اس کثرت سے آباد تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہر گھاٹی کی سطح کی زمین تو قدرتاً ہموار اور زرخیز تھی۔ اور پہلو میں جفاکش کسانوں نے محنت مشقت کر کے سیڑھیوں کی طرح پر ہموار کھیت بنا لئے تھے جن کے تردد کاشت اور آبپاشی وغیرہ میں اس قدر تندہی اور جانفشانی کی جاتی تھی۔ کہ قلتِ اراضی کبھی قلتِ پیداوار کا باعث نہ ہوتی تھی[1]۔ تمام پہاڑ پر جگہ جگہ۔

---

[1] اندلس کی اعلیٰ درجہ کی زرخیز اور قابل زراعت اراضی کی قدر اہل اسپین آج تک نہیں کر سکے اور نہ کبھی اس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ خود گورنمنٹ کو غرناطہ کی اراضی کی طرف سے اس قدر کم توجہی تھی کہ ۱۸۱۵ء میں جاگیر خرچ خاص صرف اس لئے فروخت کر دی گئی کہ اس کا خرچ آمدنی سے بہت زیادہ تھا۔ حالانکہ مسلمانوں کے زمانہ میں یہی اراضی سرسبز باغوں کی کثرت سے ایک بڑا ذریعہ آمدنی تھی۔

Marfat.com

Marfat.com

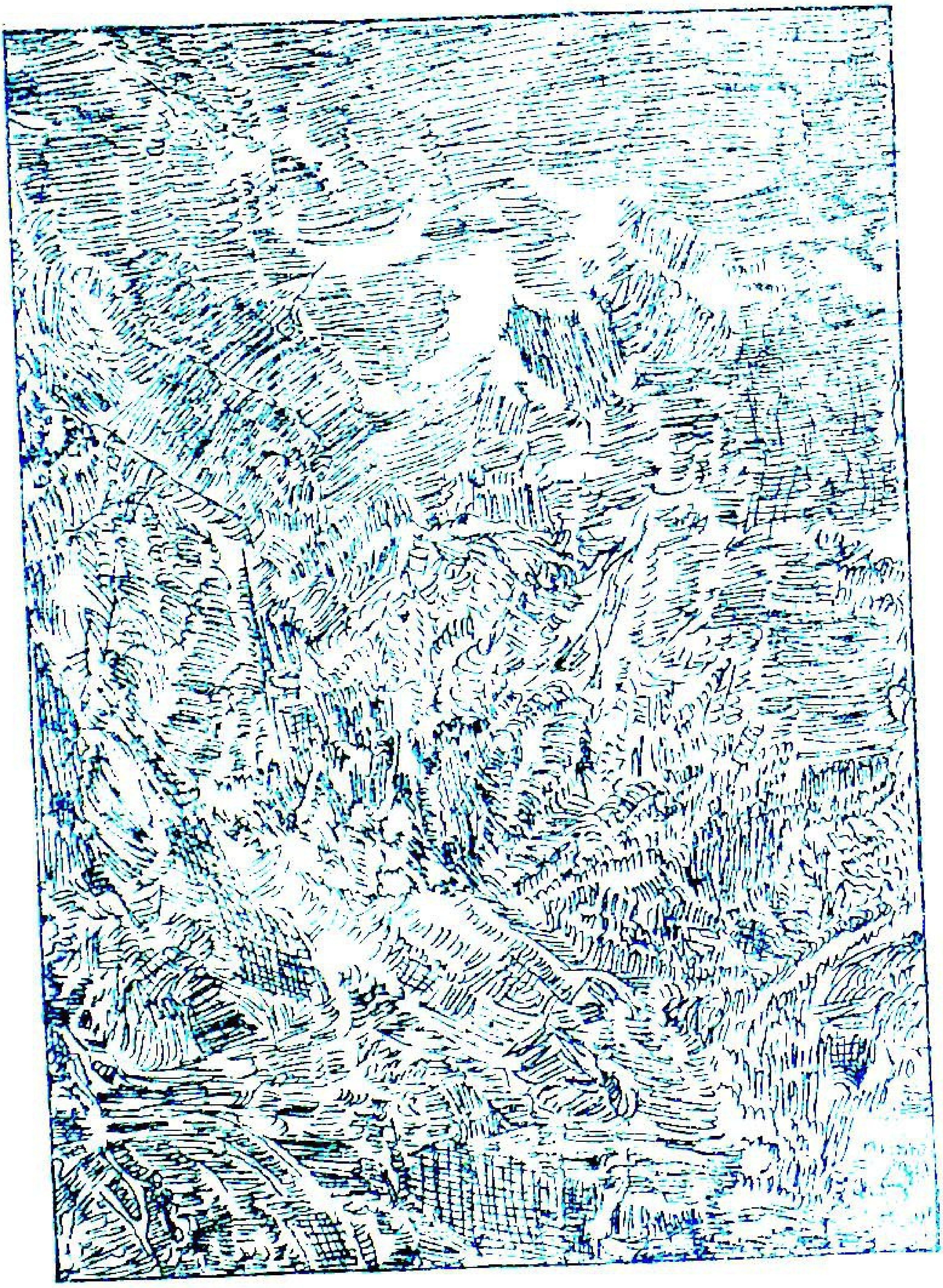

کوہستان سیرانویڈا

Marfat.com

ناہموار بلندی پر [illegible] گاؤں [illegible]
کو اگر دور سے دیکھا [illegible]
سرسبز باغات کا خوشنما آشیانہ [illegible]
پیر پنچال کی چٹانوں سے [illegible]
گھنٹوں کی ہلکی ہلکی آواز بھی دور سے عجیب دلکش معلوم ہوتی تھی [illegible]
جھیلوں کے میوہ جات [illegible] ریشم [illegible]
تجارتی منڈیوں سے [illegible] کی دولت سے [illegible]
تھے[1] یہی وہ سرسبز اور مالا مال علاقہ تھا جس کو [illegible]
ترکمان سپاہیوں نے جولانگاہ بنانا چاہتے تھے۔

یہ آتش بغاوت کوہستان [illegible]
کشمکش [illegible] منطقی [illegible]
[illegible] نہیں کیا [illegible] خونریزیاں کیں [illegible]
سخت [illegible] انگیز کشت و خون کئے اور اگرچہ [illegible]
[illegible] استقلال کے کاموں سے منقطع بھی ہو رہا ہے [illegible]
ہیں لیکن [illegible] اور مسلمانوں کی [illegible]
سمجھتے تھے [illegible] ایک قطرہ کی گنجائش نہیں [illegible]
[illegible] جوش میں [illegible]
[illegible] کو ایک ساتھ [illegible]
[illegible] مریم مقدس کی تصویر [illegible]
[illegible] پر [illegible]
[illegible] استقلال [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[1] [illegible]

صبح سے شام تک مردانہ وار مقابلہ کرتی رہیں۔ آخر کار انہوں نے پنجکارا کو چھوڑ لیا۔ اسی طرح ایک اور واقع بھی فوج کے ایک دستہ کی بابت بیان کیا جاتا ہے جو ان کے استقلال اور جوانی پر دال ہے۔ یہ دستہ بغاوت فرو کرنے کے ارادہ سے اندرونی مقامات کی طرف بڑھا۔ مگر راستہ میں ایک نہایت ہیبت ناک دریا ملا جس کے [illegible] تھے۔ اور جس کے بیچ سے ایک پہاڑی چشمہ بڑے زور شور سے بہتا تھا۔ مسلمانوں نے جو پار کر کے پل توڑ پھینکا تھا۔ اور صرف چند بوسیدہ کمزور تختے چھوڑ دئے تھے تاکہ اگر ضرورت ہو تو کوئی اکیلا جاسوس ہتھیلی پر جان لے کر آجا سکے۔ تختے کے اس طرف تو یہی خطرے تھے اور اس طرف عین ناکہ پر مسلمان تیر اندازوں کا ایک گروہ پیام اجل لئے تیار کھڑا تھا۔ سپاہیوں نے اس خطرناک مقام سے عبور کرنے سے جی چرایا۔ کیونکہ یہ ہیبت ناک غار اس پر جو [illegible] ڈر ہلکتے ہوئے تختوں کا پل۔ نیچے انتہا سے زیادہ پانی کا زور شور۔ اور سامنے دشمنوں کی تنی ہوئی کمانیں۔ گویا ہر طرف ایک تصویر مرگ دکھائی دیتی تھی۔ فوج اسی کشمکش میں تھی کہ ایک سپہ [illegible] درمیان سے نکل کر آگے بڑھا۔ اور باوجود پانی کی ہیبت ناک آواز۔ اور دشمنوں کے تیروں کی بوچھاڑ کے نہایت استقلال و متانت سے اس مخدوش پل کو عبور کرنے لگا۔ مسلمانوں کو اس قدر حیرت ہوئی کہ تیر چلانا بھی بھول گئے۔ دو اور سپاہی اس جانباز رہبر کے پیچھے پیچھے چلے جن میں سے ایک تو غار کا لقمہ بن گیا۔ اور دوسرا اس طرف پہنچ گیا۔ پھر تو فوج کا دل بڑھ گیا۔ اور نہایت تیزی سے پل کو عبور کر گئے اور اس طرف اکٹھا ہو کر ایک ساتھ دشمن پر جھک پڑی۔ اور وہ مخدوش مقام ان سے چھین لیا۔ اس معرکہ کو معرکہ تخمر یا ابولی سے موسوم کرنا چاہئے۔ اس میں ایک ہیرو تھا۔ اور [illegible] ایک [illegible] وہاں [illegible]۔ ریگ رواں کے بیابان سے گھوڑا بھگاتا گزرا تھا۔ اور یہیں ایک خطرناک پل ہے [illegible]۔

[illegible] خرناتھر [illegible] نے مہربت اور فیاضانہ سلوک سے اگرچہ بغاوت کو بہت کچھ فرو کر دیا تھی۔ اس نے [illegible] چار ہزار سواروں کے ساتھ باغیوں پر چڑھائی کر کے ان کی سرکوبی کی تھی۔ مگر اتفاق سے جو بلوہ ہوا اس میں قتل ہو گیا۔ دوسرا امیر دلیر [illegible] لوگوں کو [illegible]

[illegible] شاہ دارا [illegible]

[illegible] شکست کھائی [illegible]

[illegible]

[illegible] کے چھپانا میں سبھی تدبیروں سے نہایت [illegible] جس کو اس خونریزی سے کوئی تعلق تھا اور نہ [illegible] اس کا اقامتی [illegible] جہاں جاتا الحاق ہے - [illegible] مسلمانوں کی طاقت [illegible] اور [illegible] بعض [illegible] دیکھ کر ایک اور [illegible] اور [illegible] کیا ۔

اور [illegible] ایک نیا شخص [illegible] آگے بڑھا [illegible] برادر [illegible] جوان تھا [illegible] بچارا کو سپہ سالار بنا کر [illegible] بادشاہ نے [illegible] کر دیا [illegible] حالت نہایت [illegible] اور [illegible] آگے بڑھ کر [illegible] جنگ [illegible] اور [illegible] کے مدد [illegible] بغاوت [illegible] کی حالت [illegible]

مد سے تمام دیہات کو جلا دیا۔ باشندے یہاں سے بھاگ کر ادھر ادھر غاروں میں جا چھپے اور اپنے ہی گھروں کے دھوئیں سے گھٹ کر اندر ہی اندر رہ گئے۔ خلاصہ یہ کہ ۵۔ نومبر ۱۵۶۹ء[1] سے پہلے اس آتش بغاوت کا ایک پرکالا باقی نہ رہا لیکن یاد رکھیے۔ کہ اہل اسپین نے اگرچہ مسلمانوں کی پوری سرکوبی کی۔ لیکن افسوس اپنی قومی و ملکی عزت کو۔ آسائش و بہبود کی آیندہ کو خاک میں ملا کے۔

اس کمی اور کمزوری پر بھی پس ماندگان بغاوت کو اب بجز جلاوطنی اور غلامیت اور کس بات کی توقع ہو سکتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ۲۰ ہزار سے زیادہ مسلمان تو پہلے لڑائیوں میں کام آئے اور تقریباً ۵۰ ہزار خاص صوبہ البکزرا میں آسودن پہ بہت بہیے جیسے کہ یسیٰ و سولوں اور شہیدوں کی عزت میں ڈون جون نے کمبخت بیکس مسلمانوں کو ذبح کر کے تہوار منایا۔ جو بچے اُن کو ہر تدبیر سے جلاوطن کیا۔ کہ اول سب کو البکزرا سے باہر نکال کر۔ تمام وروں اور ناکوں پر پہرے کھڑے کئے تاکہ "حب وطن" کی مقناطیسی کشش کسی کو پھر نہ کھینچ لائے۔ اور پھر ایک جری دوست کی سخت حراست میں بند۔ گاہوں کی طرف چلتا کیا خانہ برباد جلاوطن مسلمانوں کے قافلے بھی صحیح سالم منزل کو نہ پہنچ سکے! اکثر بدنصیب صعوبت سفر۔ شدت فاقہ۔ اور بے برگ و نوائی سے بیتاب ہو کر راستہ میں غربت کی نذر ہوئے۔ کیونکہ اس ریگستان میں دریوزہ گری سے بسر اوقات ممکن تھی۔ لیکن محنت کشاورزی سے ممکن نہ تھی۔ اور اگر فرانس پہنچے تو فرانسیسیوں کی تضحیک اور سرد مہریوں کا نشانہ بنے۔ گو یہ سچ ہے کہ ہنری ہشتم نے اُن کو اس لئے غنیمت سمجھا کہ اسپین پر اپنے ہتھکنڈے دکھلانے کے لئے وہ ایک کٹھ پتلی تھے۔ لیکن اس جلاوطنی کا سلسلہ ۱۶۱۰ء تک برابر جاری رہا۔ اور قریباً پانچ لاکھ مسلمان جلاوطن اور خانہ برباد ہوئے۔ کہتے ہیں کہ غرناطہ کے خاتمہ سے لے کر سترھویں صدی کے عشرہ اول تک تیس لاکھ مسلمانوں کو دیس نکالا ملا۔

عربی وقائع نگار افسوس کے ساتھ اس فقرہ پر کتاب تمام کر کے گویا ہمدردی کا آخری آنسو بہاتا ہے "اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ تھی کہ ان کو فتح و نصرت نصیب ہو پس وہ ہر طرف مغلوب و مقتول ہوئے اور بالآخر ملک اندلس سے نکالے گئے۔ یہ مصیبت ہمارے زمانہ میں ۱۶۱۰ء کے اندر

[1] ڈی آف آل سینٹس۔ یعنی تمام بندگان دین کا یوم ذکر۔ جو ۵۔ نومبر ۱۵۶۹ء کو ہوا۔

متعلقہ صفحہ ۲۰۲

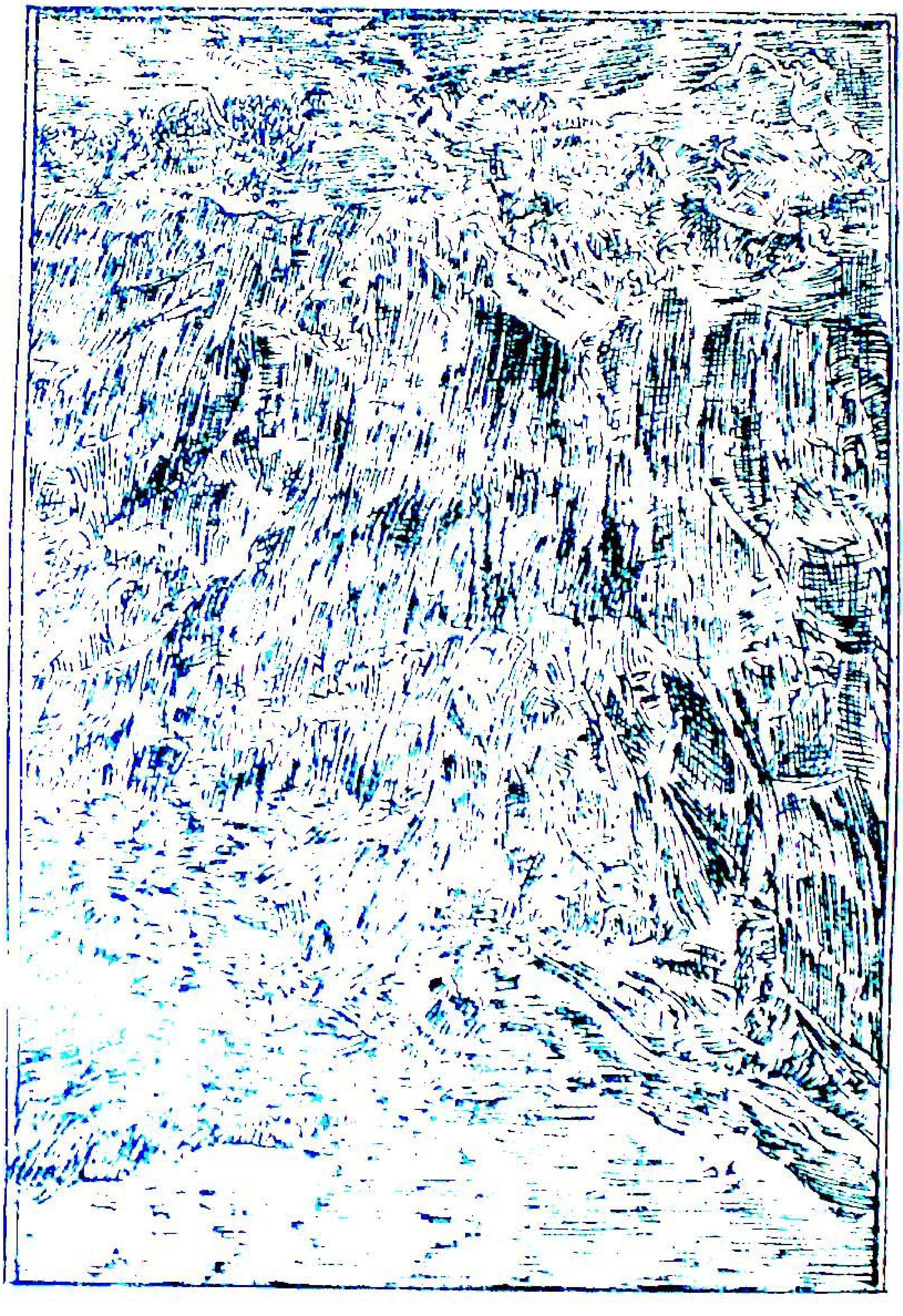

کوہستان الپائن

Marfat.com

Marfat.com

اُن پر آئی۔ بیشک خدا ہی کے قبضہ میں تمام مُلک اور سلطنتیں ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔"[1]

اہل اسپین اس وقت بالکل مبہوت تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں۔ — مسلمانوں کی جلاوطنی سے بڑھ کر اُن کو کسی بات کی خوشی نہ تھی۔ کوئی افسانہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ عجیب و غریب نہ تھا۔ کوئی واقعہ مدت تک اس سے زیادہ عجیب نہیں گذرا۔ انھوں نے قصائد لکھ کر اظہار مسرت کیا۔ لوپ ڈی ویگا نے اس واقعہ کو نیت کی طرح گایا۔ ویلز کوئس نے اس پر ایک مرقع یادگار رکھی۔ سروینٹس جیسا آزاد منش اور رحمدل شخص بھی اپنی پُرجوش مناقب کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا لیکن افسوس! صد افسوس! کسی کو اس بات کا خیال نہ تھا۔ کہ مسلمان مُلک سے جلاوطن نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی۔ وہ مسلمان جن کے ظل حمایت میں اسپین سینکڑوں برس تک سچی تہذیب اور شائستگی کا مرکز جمیع علوم و فنون کا سرچشمہ رہ چکا تھا جن کی بدولت اس کو صدیوں علمی گہوارہ اور کعبۂ تہذیب بننے کا فخر رہا تھا۔ یورپ کی کوئی قوم۔ اس جلیل القدر قوم کی ہمسری نہ کر سکتی تھی۔ کوئی ملک۔ مہذب اُندلس کا ہم پلہ نہ ہو سکتا تھا۔ تا آنکہ شاہ فرڈی ننڈ و ملکہ ازابلا اور جانشینوں کا مسلسل زمانہ بھی فی الجملہ تہذیب کا زمانہ تھا۔ مگر نہ اس قدر کہ ملکی امتیاز اور فضیلت کی دیرپا بنیاد قائم کرتا۔ غرضیکہ جب مسیحی مسلمانوں کو جلاوطن کر کے اُن کے نام و نشان تک مٹا چکے تھے۔ اُن ہی ایک کر[illegible] تو اسپین چاند کی طرح ایک بقعۂ نور معلوم ہوتا تھا۔ لیکن بہت کم عرصہ کے لئے کیونکہ روشنی خانہ زاد نہ تھی۔ بلکہ چاند کی روشنی کی طرح مستعار اور عطائے خورشید تھی۔ چنانچہ گرہن شروع ہو گیا جس کی تاریکی میں ملک اور قوم آج تک [illegible] چلی آتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی زندہ یادگاریں ابھی تک اُسی آب و تاب سے موجود ہیں۔ اور اندلس کے ماتم پر نوحہ خوانی کر رہی ہیں۔ وہ پُرفضا میدان جن کی عہد اسلام میں یہ حالت تھی کہ زیتون۔ انگور۔ اور طرح طرح کے میوہ دار درختوں کی افراط۔ ہرے بھرے کھیتوں کی کثرت سے ہر طرف صحن چمن کا جلوہ نظر آتا تھا۔ آج حالت کس مپرسی میں اس قدر ویران و سراپا خراب پڑے ہیں کہ دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔ وہ عالیشان عمارتیں جو کبھی اشرف المخلوقات کا مسکن تھیں۔ آج نشیمن زاغ و زغن ہیں۔ وہ مرکز خیر و برکت جو کبھی علماء و کاملین سے موجود [illegible] و عقل عاشرہ کا مخزن تھا آج اس میں وہ کور عقل اور جاہل مطلق قوم بستی ہے۔ جو نخوت

[1] شاید یہ اس آیت شریف کا ترجمہ ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ کا مترجم۔

ذلیل و خوار۔ نباتات کی طرح بازار میں حد سے زیادہ مبتذل و ننگِ قومیت اور ان تمام ذلتوں کی سزاوار ہے ؎

زشرحِ قصۂ من رفتہ خواب از چشمِ خاصاں را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

حامد علی صدیقی سہارنپوری

سنین	واقعات
[illegible]	جنگ [illegible] (طارق)
۷۳۲ء	جنگ [illegible] چارلس مارٹل
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	عبدالرحمن اول
[illegible]	ہشام اول
[illegible]	[illegible]
[illegible]	عبدالرحمن ثانی
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
۹۱۲ء	عبدالرحمن ثالث [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	ہشام ثانی
۹۷۸ء – ۱۰۰۲ء	المنصور (وزیر اعظم)
۱۰۰۹ء	[illegible]
[illegible] – ۱۰۲۴ء	[illegible]
۱۰۸۶ء	[illegible] اور جنگ زلاقہ
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم

حضرات ناظرین!

ہسپانیہ میں مسلمانوں کا ہزار سالہ خواب اور اُس کی تعبیر معکوس آپ کے سامنے ہے۔ دلئے زدہلی مرحوم کو جو ہمدرد ابھی تک دونوں آنکھوں سے رو دیئے جاتے ہیں۔ اُن کو چاہئے کہ اب ایک آنکھ اُندلس کے لئے وقف کریں۔ دنیا میں بلکہ تمام عالم اجسام میں بجز انقلاب کچھ نہیں۔ حدوث و تغیر اس عالم کی صفت خاصہ ہے۔ قوموں اور ملکوں کا عروج و زوال۔ وجود و عدم۔ حقیقت میں نظام عالم کا اصول قانون ہے جس سے ہر چیز ہر وقت خود بخود منفعل رہتی ہے کوئی قوم اس پستی و بلندی کی وجہ سے یا کسی وجہ سے بدنصیب و بداقبال نہیں۔ مگر قوم کی صرف وہ نسلیں جو اپنا ادبار دیکھنے کے لئے۔ ایام زوال میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ننگِ قوم کہلاتی ہیں۔ اُن کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔ لیکن وہ ایسی ہیں! ؎

گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

کہتے ہیں کہ مستقبل ایک نتیجہ محض ہے جو حال اور ماضی سے مل کر نکلتا ہے۔ اسی طرح قوموں کی بہبودیٔ آئندہ۔ اُن کی گذشتہ کی یاد اور موجودہ کی اصلاح پر منحصر ہے۔ قومی ترقی کا یہ ایک زینہ لیکن انقلاب زمانہ سے ہماری معہود ذہنی قوم یعنی مسلمانان ہند کے واقعات کچھ ایسے دقیق اور پیچیدہ ہو گئے ہیں کہ اسلاف کے کارنامے اُن کے لئے مثل کتاب سربمہر ہیں۔ تمام اسلامی تاریخیں۔ اسلامی ہیروز (نامور) کی سوانح عمریاں۔ تذکرے۔ جو مستند اور قابل اعتبار ہیں باستثنائے چند۔ صرف عربی زبان میں پائے جاتے ہیں اور عربی ہی میں پائے جانے چاہئیں جو کبھی قومی و ملکی و مذہبی زبان تھی۔ عربی کو زمرۂ علوم کے ساتھ یعنی علمائے دین کسی نامعلوم وجہ سے (ہندوستان میں) روز بروز کچھ ایسے تنگ چشم ہوتے گئے۔ یا شاید میر چشم کہ اُن کو

Marfat.com

علم ہیئت و علم ہندسہ کی پرواہ رہی۔ نہ طبعیات و فلسفہ سے تعلق رہا۔ اور نہ تاریخ سے۔ جمیع علوم و فنون کو مدارس سے نکال کر صرف علم ادب پر قناعت کر بیٹھے۔ یہ بھی صرف اس لئے کہ دینی مسائل بدون اس علوم متعارفہ کے حل نہیں ہو سکتے۔ اب یہ حالت ہے کہ علم ادب بھی مدرسوں سے خارج کر دیا گیا اور ارکان و مسائل مذہبی سے واقفیت کا نام علم ادب ہے۔ اور زمانہ حال کے ادیب محض [illegible] ہیں اس سے کوئی نکتہ چینی مراد نہیں۔ معاذ اللہ بلکہ صرف اظہار حقیقت ہے۔ ان کو خود [illegible] کا مضمون ہیچ ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ کے فرائض اس کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ دوسرے زمانہ کو نہ اپنے علمی مسائل کی تعلیم دے سکتا ہے اور نہ واجبات زندگی کی۔ اگرچہ ان فرائض اور واجبات اصول ابتدا سے آخر تک ایک ہی حالت پر ہیں۔ اور ابد تک ہوں گے۔ صورت لفظ بجائے تو بدل جائے مگر معنی نہیں بدل سکتے۔ ان وجوہ سے ہمارے پرانے بزرگان قوم بالجبر یا بالاختیار۔ نہ اپنے اسلاف کے کارناموں سے خود واقف ہیں اور نہ دوسروں کو واقف کر سکتے ہیں۔ اب رہے قوم کے نوخیز جن کے لئے ممکن ہے کہ غیر قوموں کی دست نگری کریں اور انگریزی تاریخوں سے اپنے اسلاف کے حالات دریافت کریں۔ وہ اسلاف جن کی تلوار نو سو برس کا غیر قوموں کے مسجود رہے لیکن زمانہ کی مجبوریوں سے وہ بھی نہیں بچ سکتے +

غور سے دیکھئے تو ہر قوم کی مادری زبان ہی ان کی ضروریات زندگی کی کفیل ہے۔ اسی میں ان کی تحقیق اور علوم و فنون کی اشاعت کی جاتی ہے۔ اور وہی ان کے ملکی۔ قومی۔ مذہبی فرائض کو پورا کرتی ہے۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ وہ شوقیہ کوئی اور زبان بھی سیکھیں لیکن لابد نہیں۔ مسلمانان ہند کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان تینوں ضرورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تین زبانیں سیکھنی پڑتی ہیں۔ قومی ضرورت کے لئے اردو۔ ملکی ضرورت کے لئے انگریزی اور مذہبی ضرورت کے لئے عربی یا فارسی۔ ان میں سے اگر عربی یا انگریزی سے قطع نظر کیا جائے جن میں ہمارے تاریخی ذخیرے موجود ہیں تو یہ بات ہی [illegible] ہے۔ اگر [illegible] نظر انداز کریں تب بھی انگریزی لابد ہے۔ اور [illegible] یہ [illegible] ناقابل الحل ہے۔ اس کے علاوہ کالج کی جملہ زبانیں [illegible] ہیں غلط [illegible] نہیں [illegible] کیسے ابتدائی [illegible] کی خرابیاں [illegible] نقص۔ واقعات کی [illegible] قانون [illegible] لیکن [illegible] کو کلام [illegible] تعلیم [illegible] بندہ [illegible] تبدیل [illegible]

Marfat.com

سے بوساطت عربی یا انگریزی بطور خود مستفید محفوظ ہوتے ہیں۔ اسکول انجوکیشن میں۔ کاکس
ہنٹر۔ لینھبرج جیسے۔ سست باز مورخوں کی بدولت جو کم و بیش تاریخی معلومات ہوتے ہیں۔
اُن سے قطع نظر کرنی چاہیئے۔ باوجودیکہ اندلس مرحوم بلحاظ علمی اور فنی کمالات تہذیب و شائستگی
اور اقبال و دولتمندی کی دلی مرحوم سے بدرجہا اعلےٰ و اولےٰ تھا۔ لیکن افسوس نسبتاً کم لوگوں کو
اس سے واقفیت ہے۔ کیونکہ تاریخ المقاری عربی میں ہے۔ اور کانڈی وغیرہ کی تاریخیں انگریزی
میں ہماری مادری زبان بلکہ خانہ زاد جو نہایت ہی ہر دلعزیز اور تقریباً تمام ہندوستان پر
قابض ہے۔ اگر اس میں ان حالات کا کوئی تذکرہ لکھا جائے تو کیا برادران اسلام اُس کو
افسانہ سمجھ کر بھی نہ پڑھینگے ؟

ان خیالات کی بنا پر میں نے ایک انگریزی تاریخ سے (موروز ان اسپین مصنفہ
لین پول صاحب) یہ ترجمہ کیا ہے۔ میرے نزدیک قومی فیلنگ اور قومی جوش کو سب سے زیادہ گزند
جس چیز سے پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے حالات غیر قوموں کی تحریر و تقریر سے
اخذ کئے جائیں۔ اور کم قسمتی سے ہمارے معاصر نوجوانوں کے تاریخی معلومات کا یہی ایک ماخذ ہے
جس نے اس قدر سخت نقصان پہنچایا ہے کہ اسلاف دوبارہ زندہ ہو کر اپنے قلم اور تلوار کے
کرشمے دکھلا کر شاید تلافی کر سکیں۔ اگر پچاس برس اور یہی حالت رہی اور خدانخواستہ دس۔
پانچ علامہ شبلی اور مولانا حالی نہ ہوئے تو ہم کو خوف ہے کہ قوم مرکز قومیت سے گر جائیگی۔ بادی النظر میں
اگرچہ یہ ایک مبالغہ ہے لیکن انسان کے دلی جذبات۔ خیالات طبعی میلان۔ ظنیات ایسی
اور اس قابل نہیں کہ بدیہات کی طرح اُن کی کیفیت او رکمیت ایک نظر دیکھنے سے دریافت
ہو جائے۔ اسی واسطے اُن کی کمی زیادتی اور حسن و قبح اس وقت متمیز ہُوا کرتے ہیں جبکہ وہ اندر
ہی اندر نشو و نما پا کر اسباب ظاہریہ میں بیّن فرق پیدا کر دیتے ہیں۔ اور یہی وہ حالت ہے
جس کا چارہ کار ناممکن کے قریب ہے۔ اگر اس زمانہ کے تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات۔ ہم
ارادتاً دریافت کرنا چاہیں۔ اور اخبار۔ ماہواری رسالے عام تحریریں اور تقریریں متواتر
دیکھیں سنیں۔ اور اُن کے روزمرہ کے خیالات کا اندازہ کریں تو ہمارے دعوے کا کافی
ثبوت ملیگا۔ کوئی علمی مضمون۔ محاکمہ۔ رائے۔ ایسی نہیں ملیگی جس میں متقدمین کا حوالہ ہو
اُن کا کوئی قول بطور اصول موضوعہ نقل نہ کیا گیا ہو۔ اور متقدمین میں کون ؟ ایڈیسن ملٹن
اسپنسر۔ کارلائل۔ باگالین۔ نیوٹن۔ ھاروی حالانکہ اسی قسم کے اقوال مع حوالہ

فخر رازی، محقق طوسی، طوسی اور یعقوب کندی یا ابن رشد قرطبی یا ابن الہیثم یا ابوالقاسم خلف وغیرہ کی تصانیف سے کثرت ملتے ہیں۔ لیکن جس نے کبھی انسانی چہرہ ہی نہ دیکھا ہو۔ وہ تصویر کیونکر کھینچ سکتا ہے۔ جب یہ تصانیف ہمارے مطالعہ سے کبھی گزرتی ہی نہیں تو اُن کا حوالہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔ انسان تو طبعاً خود مطلب ہے جس سے فائدہ اٹھاتا ہے اُسی کا مشکور رہتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دست نگر غیر مصنفوں کے ہوں اور دعا گو عربی مصنفوں کے۔ اگر اسلاف اسی طرح غبار دامن ہوتے گئے تو اُن کی قدر و منزلت کس دل میں باقی رہیگی۔ اور کون اُن پر فاتحہ خوانی کریگا۔ اسی کا نام مرکز قومیت سے گر جانا ہے۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ غیر قوموں کی تصانیف منہیات شرعی میں جانیں اور اُن کا مطالعہ کبیرہ گناہ ہے

کہ حکمت کو اِک گمشدہ لعل سمجھو　　جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو

یہ مطلب ہے کہ ان تصانیف کے مطالعہ کرنے والے ملزم بنائے جائیں۔ کیونکہ [illegible] تصانیف سے وہ خود بھی نہیں چاہتے کہ ان تصانیف کو اپنی معلومات کا ماخذ بنائیں۔ مگر آخر کار بناتے ہیں۔ اس تاریخ کے پانچویں باب میں **پولوجیس** تمہید کرتے ہوئے اپنے معتقد [illegible] کی بابت خیالات ظاہر کئے ہیں ان سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ فاتح قوم کا اثر کس قدر [illegible] ہوتا ہے۔ ہمارا روئے سخن انگریزی مورخوں کی طرف ہے جو کس قدر محنت کر کے ہماری قوم کی تاریخیں لکھتے ہیں۔ **یورپ** میں ہمارے اسلاف کے نام زندہ رکھتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جو ہم کو کرنا چاہئیں۔ [illegible] کی تاریخ نویسی کو [illegible] طرز [illegible] زنجیر [illegible] ہو جاتی ہے ہم ان کے دل سے مشکور [illegible] [illegible] ہیں۔ بلکہ [illegible] قوم [illegible] [illegible] **یورپ** [illegible] معاشرت سے [illegible] [illegible] اگر ان تصانیف [illegible] [illegible] [illegible] **یورپ** [illegible]

نہیں طرزِ استدلال اور نکتہ چینی کے وہ گویا موجد ہیں۔ لیکن فنِ تاریخ نویسی مقتضی ہے واقعات کا اور واقعات کا ماخذ جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں صرف انہیں چند مولفوں کے سفرنامے ہیں جو چند سال ست شاہی دربار کی چہار دیواری یا دو چار شہروں کی عمارات کی بیرونی سیر دستیاب نہ کر محفوظ ہونے کی حیثیت سے) کرکے واپس وطن ہو گئے اور مفسرِ حالاتِ مشرقی (اورینٹیلسٹ) کہلائے مثلاً برنیر صاحب جن کا سفرنامہ اس اختصار اور نقص پر بھی صدہا غلط فہمیوں سے لبریز ہے واقعات گو درست ہیں۔ مگر نتائج مستنبط کرنے میں غلطی کی گئی ہے کیونکہ برنیر صاحب ترقی طرزِ ملک داری اور تمدن کو کیا سمجھ سکتے تھے۔ اور عوام الناس کے خیالات اور طبعی میلان تو وہ استمداد کرکے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ سفرناموں کے علاوہ یورپ کی زبانوں میں عربی تواریخ کے ترجمے بکثرت موجود ہیں جن سے بہتر مستند ماخذ نہیں ہو سکتا تب بھی طرزِ استدلال اور نکتہ چینی کا جواز۔ ایک ایسے مورخ کو جس نے یورپ کی آزادی خیز آب و ہوا میں جمہوری حکومت و تمدن کے سایہ کے نیچے نشوونما پائی ہے غلط نتائج نکالنے کا کافی موقع دے سکتا ہے کیونکہ تجربات جو ہمیشہ واقعات گرد و پیش سے حاصل کئے جاتے ہیں شخصی عقل کا تتمہ ہے جس عقل کے موجب۔ واقعات کی ڈھانچ پر مورخ اپنی رائے کا غلاف چڑھاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایشیا اور یورپ میں جس قدر جسمانی بُعد المشرقین ہے اُسی قدر ذہنی ہے۔ دونوں ہمیشہ سے ایک دوسرے کے حریف اور متقابل چلے آتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام سے اٹھارہ سو چھپن (۱۸۵۶) برس پیشتر کا واقعہ یاد کیجئے جبکہ مینلاؤس شاہ **اسپارٹا** کی بی بی **ہیلن** کو پریم شاہ ٹرائی کا بیٹا **پیرس** بھگا کر لے گیا۔ اور فارس اور یونان میں بنائے مخاصمت قائم ہوئی۔ اُس وقت سے لے کر ۱۹۰۵ء تک یعنی ۳۷۰۰ برس کے مسلسل تاریخانہ واقعات میرے اس دعوے کی تائید کرتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں ہمیشہ تقابل رہا ہے۔ اور رشک جو قومی اور شخصی ترقی کا زینہ ہے تقابل کے آئینہ کا جوہر ہے۔ تعصب کا مفہوم اگرچہ حد سے بڑھ کر پُرجوش دلوں کی بدولت فی زماننا بالکل بدل گیا ہے مگر اصلی مفہوم یہی ہے کہ بیگانگت کو یگانگت پر ترجیح نہ دی جائے اس سے کوئی شخص یا قوم خالی نہیں ٭

ان واقعات کی بنا پر یورپین مُورخ جب مشرق کی کسی سلطنت کی تاریخ یا ہیرو کی سوانح عمری پر قلم اُٹھاتے ہیں تو بمقتضائے طبیعت عجیب کرشمے دکھاتے ہیں۔ جس طرح ریگستان افریقہ کا کوئی بچہ تنہا مسافر موسم گرما کی تمازت آفتاب سے پریشان۔ ہر طرف وحشت انگیز منظر ریت

Marfat.com

کے ٹیلوں اور خار دار جھاڑیوں کی کثرت سے منہ چشم شدید تشنگی اور تکان سفر سے مبتلا نہایت بے خودی سے بیاباں پر بیابان طے کرتا ہے خط مستقیم چلا جاتا ہے اس امید پر کہ کسی نخلستان میں پہنچ کر رفع ملال کرے۔ ٹھیک اسی طرح ہمارے ان مورخوں کا قلم صفحۂ قرطاس پر عجیب تاریخی نہ واقعات کو چھوڑتا ہوا اور موقع بے موقع حملے اور لڑائیاں اس قدر سلسلہ وار بیان کرتا چلا جاتا ہے کہ ناظرین دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ خاندان کے خاندان برباد و تباہ ہو گئے بیان کے نام ندارد۔ ان کے عہد کے واقعات ندارد۔ ناظرین ملاحظہ کریں گے کہ اس تاریخ میں بیس فرمانرواؤں نے غرناطہ کے دو سو برس کے عرصہ میں ایک اتفاق بھی کامل نہیں لکھا۔ البتہ زوال سے جن واقعات کو تعلق تھا بجنسہ بلکہ زیادہ آب و تاب سے موجود ہیں۔ لیکن ہم کو اس کی ذرا بھی شکایت نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا اتنا توقع نہیں کیا۔ [illegible] کے متعلق حالات بیان کرنا ان کا فرض نہ تھا۔ ہم کو تو ان مصنفوں سے بھی شکایت نہیں جو [illegible] حمیت رکھتے ہیں اور تاریخ کے پیرایہ میں قومی یا مذہبی رقابت کے اظہار سے بھی تامل نہیں کرتے مثلاً کاکس پرنسپل واشنگٹن صاحب کی لائف آف محمد اور [illegible] یا رابرٹ سوڈی کے خیالات جو اس نے "حیات سید" [illegible] میں [illegible] ظاہر کئے ہیں کیا ان [illegible] کا جواب [illegible] شکل ہے [illegible] نہیں۔ اس [illegible] میں بعض [illegible] تیار ہیں کہ اپنے [illegible] اسلام کو [illegible] کی پرجوش صورتوں میں دکھائیں اور دل نشین کریں کہ [illegible] مذہبی کتاب [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible] کے [illegible] اور [illegible] اس [illegible] کہ [illegible] میں [illegible] دو [illegible] کی [illegible] اشاعت [illegible] علاوہ [illegible] آزاد [illegible] قوم میں [illegible] قدر سے بڑھ کر [illegible] قدر کے [illegible] سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ [illegible] مصنفوں کی [illegible] پر [illegible] کرنے سے قومی [illegible] نقصان [illegible] کیا [illegible] بات [illegible] ہے [illegible] واقعات [illegible] بعض [illegible] قوموں [illegible] اختلاف نہیں۔

[illegible] لین پول صاحب [illegible]

کے دیباچہ میں اگر اس قسم کے خیالات ظاہر کئے گئے ہیں تو اس لئے نہیں کہ مترجم آپ اپنے آپ کو یا ایھا الذین امنوا لم یقولون ما لا تفعلون کی مد میں داخل کرے بلکہ اسلئے کہ ناظرین جو گویا اس وقت ایک نئی دنیا کو دروازہ میں ہیں اندر داخل ہونے سے پیشتر راہ و رسم منزل سے واقف ہوں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ ہندوستان کی مروجہ تاریخیں جنکی تصنیف شاید خاص مصالح امور پر مبنی ہے جس قدر بکثرت ہیں اسی قدر ہمارے لئے نامکمل اور غیر معتبر۔ اُن کا مطالعہ سادہ دلی کے ساتھ کرنے کا نتیجہ ہوا۔ کہ تاج مغلیہ کے در گوہر شب چراغ بے آب ہو گئے۔ ملک کے لیبرل فرقے نے عالمگیر اعظم کو پولٹیکل الزام دئے۔ اور کنسرویٹو نے اکبر اعظم کو مذہبی الزام۔ حالانکہ مغلیہ میں یہی اولوالعزم اور جلیل القدر زوال رہ گئے ہیں۔ اور لطف یہ کہ جب محاکمہ کے لئے تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیر طلسم کچھ نہیں۔ مورخوں نے بوجہ عدم یا نقص واقفیت واقعات پر غلط نکتہ چینی اور استدلال کر کے اُن سے فرضی نتائج مستخرج کیے ہیں۔ مار گزیدہ از ریسمان می ترسد۔ مبادا تاریخ اسپین میں بھی عبدالرحمن بانئے خلافت بنو امیہ اور ابو عبداللہ خاتم السلاطین غرناطہ کو اسی قسم کے بے اصل الزام نہ دئے جائیں ؎

بہر حال اس ریمارک سے یہ مطلب نہیں کہ لین پول صاحب کی قدر و منزلت ناظرین کے دلوں سے کم کریں۔ ہرگز نہیں مورخ نے نو صدیوں کے واقعات پر بلا سہو رعایت۔ بلا تعصب۔ اس قدر ایماندارانہ رائے ظاہر کی ہے جس قدر کہ ایک غیر مورخ سے توقع کی جا سکتی ہے۔ پانچواں باب خصوصاً قابل مطالعہ ہے۔ اس کے واقعات سے گورنمنٹ اسکاٹلنڈ کی آزادانہ پالیسی۔ قوم مغلوبہ سے حد درجہ کے رحم و انصاف کی مجسم تصاویر اس کثرت سے ملتی ہیں کہ نکتہ چین شاید تاب لا سکیں۔ اللہ اکبر! قانون قدرت کس قدر مکمل اور بے خطا ہے! وہ سلوک و مراعات جو مسلمانوں نے فاتح ہو کر نویں صدی میں اسپین کے مسیحیوں سے کئے تھے شاید یہ انہی کا قدرتی عوض ہے کہ آج نو سو (۹۰۰) برس ہندوستان میں اُن کے ہم جد برادرانِ اسلام ایک ایسی عادل اور رحمدل گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں جیسے کہ گورنمنٹ اندلس تھی۔ آزادی و مامون زندگی سے مسرور الوقت ہیں۔ اسی طرح چودھویں باب کے واقعات بھی کم نتیجہ خیز نہیں۔ مسلمانوں پر جس قدر وحشیانہ ظلم اور سخت بے رحمیاں کی گئیں۔ اُن سے بڑا اقبال مذہب کرایا۔ قومی۔ مذہبی۔ حقوق سے

محروم کیا۔ اُن کی صدیوں کے علمی ذخیرے جلا دئیے۔ اُن کو قتل یا جلا وطن کیا۔ یہ سب واقعات بلا رو رعایت درج کئے ہیں اور گویا در پردہ ہمارے ملک کے والی ریاست حضرات کو نصیحت کی ہے کہ اپنی آزادی و اپنا مذہب۔ نہایت نیاز مندی و دل کو عزت کی نگاہ سے قدر کریں اور دیکھیں کہ تیغ قوم کیا نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں پر الزام تھا کہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے مذہب کی اشاعت کی۔ غیر از اسلامیاں … جبریہ … الزام مورخ نے تیسرے باب میں اشارۃً ذکر کیا ہے اور اسکندریہ کا کتب خانہ جلانا جس کی مدلل تردید ہماری قوم کے سرو وطن علامہ شبلی کر چکے ہیں لیکن مورخ صاحب اقرار کرتے ہیں کہ خود مسیحیوں نے کتب خانے جلائے۔ بزورِ شمشیر اشاعت مذہب کی اور مسلمان دولتمندوں سے جبراً روپیہ وصول کیا گو ان کو قتل اور … مطلق نہ کر کے الزام سے سبکدوش بھی کرتے ہیں۔ الغرض انہوں نے بڑے بڑے راز سربستہ فاش کئے ہیں۔ اور اندلس کی تاریخ نہیں لکھی۔ بلکہ اندلس مرحوم پر ماتم کیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ المقاری کو جس قدر دلی ہمدردی ہو سکتی ہے اسی قدر ان کو ہے۔ ان کی ہمدردی ایسی ہے۔ جیسے کسی جنازہ یا تابوت کو قبرستان کی طرف جاتا دیکھ کر شخص متاسف ہوتا یا پژمردہ ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس قوم سے ہمدردی کیا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کو دلی ہمدردی ہوتی۔ ایسی ہمدردی جس پر ناز ہو یہ دوسرا لکھتے تو "ستوری آدمی" … ہیں وہ مسلمانوں کی اس شان … اور … کس نشانے دیا … کی نفرت وحشت و جہالت ہی کو ذکر کرتے ہیں۔

اخیر میں یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ ترجمہ کرنے میں میں نے قطعی لفظوں کے ساتھ پابندی نہیں کیا۔ لیکن ساتھ ہی مورخ کے منشاء و الفاظ سے میں کسی قسم کی تحریف بھی نہیں کی۔ البتہ انگریزی استعارات و تشبیہات بطور عبارت آرائی کے بجائے اپنی زبان کے استعارات استعمال کئے … صرف خیال کا … دیا ہے اور بس۔ کیونکہ انگریزی کا لفظی ترجمہ … ہے جیسا چھپا … بات … سادہ دل اور انگریزی … تصنیف … عربی کے بابت الفاظ و معانی … جہاں … استعمال کئے گئے ہیں۔ شاید ناظرین اس کتاب کو بنظر غور … ترجمہ نے …

تاریخ سے ناول بنا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ خود مصنف نے یہ غلطی کی ہے اور اتنا عاجز نے بھی کی۔ اکثر واقعات بیان کرنے میں صرف فرضی فسانوں اور شاعرانہ نظموں کو بجنسہ نقل کرلینے پر قناعت کی ہے۔ قطع نظر اس کے۔ اگر ناظرین کتاب ہذا کو لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے ایک دوسرا "شہید وفا" سمجھیں۔ تو فہو المراد ۔

حامد علی صدیقی

سہارنپوری

Marfat.com

تہذیب الاخلاق

ہفت سالہ

از ابتدائے ۱۲۸۷ ہجری لغایت سنہ ۱۲۹۳ ہجری

ہر چہار جلد

جلد اول

یعنی عالیجناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب منیر نواز جنگ مصنف کتاب آیات بینات وغیرہ کے کل مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق گذشتہ ہفت سالہ از ابتدائے ۱۲۸۷ ہجری لغایت ۱۲۹۳ ہجری یہ وہ مضامین ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اپنی صداقت سے ایک غیر معمولی ترقی کا جوش پھیلایا اور یہی مضامین ہیں جن کی تلاش ایک مدت سے ہر خواہان قوم و ملک کو تھی مگر افسوس کہ ان کو میسر نہ آئے اب ہم نے نہایت کوشش سے بہم پہنچا کر شائع کئے ہیں [illegible] ۳ نہایت دلچسپ [illegible] ... قیمت عا

جلد دوم

[illegible] ... قیمت [illegible]

جلد سوم

[illegible] ۱۲۹۲ [illegible]

جلد چہارم

[illegible]

۱۲

المشتہر

فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت کشمیری بازار لاہور

Marfat.com

ضروری اطلاع

یہ کتاب بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۶۷ء کے رجسٹر ہو گئی ہے لہذا کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں بلکہ جس قدر نسخے اس کتاب کے درکار ہوں راقم سے طلب فرما کر مشکور فرمائیں۔ جس کتاب پر راقم کی مہر نہ ہو گی اُسے مال مسروقہ تصور فرمائیں۔

المشتہر
فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت
بازار کشمیری لاہور

Ghulam
Ghulam Qadir

Marfat.com